

مضمون سوم

از سلسلہ مضامین نمبر ۵ وغیرہ جلد (۱۵)

عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس

اسلامی رائے

۱۷

اس جنگ کے متعلق ایک مختصر رائے ہم اس جنگ کے واقع ہونے سے پہلے ظاہر کر چکے ہیں اور ایک مفصل اب ظاہر کرتے ہیں۔ ہر چند وہ مختصر رائے و تقریر جو اس وقت سے پہلے چھپ چکی تھی مگر اصل اسلام امر تشریحی (جس کے اہتمام میں وہ اور اسے چھپی تھی) بنفعلت سے وہ عام طور پر سناکب میں شائع نہیں ہو سکی صرف خاص خاص لوگوں میں اسکی اشاعت ہوئی اور کاپیاں کے پاس بھی اسکی ایک کاپی اسکے ایک خواہی کے ہاتھ بھی گئی۔ اور چونکہ وہ راجا و چود وقت اشاعت گذر جانے کے اب بھی کوئی فائدہ پہنچا ہی تو (۱) اس سے کاروائی کی غرض مباحثہ مسلمانوں کو معلوم ہوگی۔ (۲) اس مباحثہ کے جس نتیجے سے اس میں پیشگوئی کی گئی تھی اسکی مسلمانوں کو اب تصدیق ہوگی تو وہ راجا اور اسکی پیشگوئی وقت کی نگاہ سے دیکھی جائیگی۔ (۳) اس سے کئی مسلمانان دم افتادگان کا دینی کوائف کے دام سے مخلص حاصل ہوگی۔ (۴) کذاب کاپیائی کے اسٹھ ہمارے پاپ پھڑارے و سہ مندرجہ صفحہ ۱۱۴ رسالہ الحق ہر جلد کی یہ دو غلطی کہ وہ مختصر رائے مسلمانوں کی لعنت ثابت کے باعث شائع ہونے سے روکی گئی تھی اور اسکے ایک نمونہ کا وہب جاہر سپا لکھوٹی کی صفحہ ۱۱۴ فوٹو جنگ مقدس کے یہ دو غلطی کہ اس مختصر رائے کی اشاعت مولوی صاحب کو اسلئے ملتوی کرنی پڑی تھی۔ کہ بچت دور شور سے ہو پڑی تھی مسلمانوں پر ظاہر ہوگی۔ اور یہ بات ثبوت کو پہنچا لی کہ وہ اشاعت کارکنوں کی بنفعلت سے ملتوی ہوئی تھی۔ راقسم کو اسکا التوا.....

نمبر ۹۳
نمبر ۹۴
نمبر ۹۵
نمبر ۹۶
نمبر ۹۷
نمبر ۹۸
نمبر ۹۹
نمبر ۱۰۰
نمبر ۱۰۱
نمبر ۱۰۲
نمبر ۱۰۳
نمبر ۱۰۴
نمبر ۱۰۵
نمبر ۱۰۶
نمبر ۱۰۷
نمبر ۱۰۸
نمبر ۱۰۹
نمبر ۱۱۰
نمبر ۱۱۱
نمبر ۱۱۲
نمبر ۱۱۳
نمبر ۱۱۴
نمبر ۱۱۵
نمبر ۱۱۶
نمبر ۱۱۷
نمبر ۱۱۸
نمبر ۱۱۹
نمبر ۱۲۰
نمبر ۱۲۱
نمبر ۱۲۲
نمبر ۱۲۳
نمبر ۱۲۴
نمبر ۱۲۵
نمبر ۱۲۶
نمبر ۱۲۷
نمبر ۱۲۸
نمبر ۱۲۹
نمبر ۱۳۰
نمبر ۱۳۱
نمبر ۱۳۲
نمبر ۱۳۳
نمبر ۱۳۴
نمبر ۱۳۵
نمبر ۱۳۶
نمبر ۱۳۷
نمبر ۱۳۸
نمبر ۱۳۹
نمبر ۱۴۰
نمبر ۱۴۱
نمبر ۱۴۲
نمبر ۱۴۳
نمبر ۱۴۴
نمبر ۱۴۵
نمبر ۱۴۶
نمبر ۱۴۷
نمبر ۱۴۸
نمبر ۱۴۹
نمبر ۱۵۰

پسند ہوتا اور اس التوا میں وہ فائدہ دیکھتا تو اب اسکی اشاعت رسالہ میں کیوں کرتا (۵) کا دیانی کو انتہائی
 پانچ سو اسی (۱۸۹۲ء) میں لکھی کہ وہ انتہا درجہ مختصر (۱) سلطان کو کس طرح کو باع سے نکالے ہوئے رک
 گیا۔ سلطان نے غلطی اور بد بات ثابت ہوگی کہ اس التوا کا باعث بنی چونکہ تو اب اس کے کو کیوں نکالے گیا جاتا۔ وہ علی
 القیاس میں فرعون نہیں، لہذا اس مختصر رسالے کا اس مقام میں نقل کرنا سب سے معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض حضرات کے
 پاس اس اصل سابق مکتوب پر یہی ارسال کیا جا چکا۔ تاکہ ان کو معلوم ہو کہ جو اس میں بیگونی کی گئی ہے وہ کا دیانی کی
 طرح بعد الواقع نہیں کی گئی۔

۵۹
 مختصر اسے
 یہ ہے

پرانے عیسائیوں (حضرت عیسیٰ مسیح صادق علی نبیا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیروان) اور
 نئے عیسائیوں (عیسیٰ مسیح کا زب دجال کا دیانی علیہ المستحقہ کے متبعان) میں ایک مقدس جنگ
 (مذہبی مباحثہ) قرار پائی ہے (جس کا ذکر قدیم عیسائیوں کے اخبار اور افشاں اور جدید عیسائیوں کے
 رسالہ حجت میں چھپ کر شہرہ ہوا ہے) مگر مسیح کا زب اپنی عادت قدیم دروغ گوئی و حلیہ جوئی سے
 جوگز کے لئے اس کے اُستاد و ملہم (معلم الکلمت) نے اسکو سکھا رکھی ہے جنگ کے لئے ایسا ہی
 مشکل شرط سبیل کی بیخ لگادی جس سے وہ جنگ ہوتی ہوتی رہ گئی لہذا اب ہم کو حاجت نہیں رہی

۱۷ مرزا یوں کو عیسا کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ غلام احمد کا دیانی کو ابن اللہ کہتے ہیں جیسے قدیم
 عیسا حضرت مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں اور یہ عیسائیوں کی طرح ایک قسم کی تثلیث اور فدیہ کے بھی قائل
 ہیں لہذا انکے تثلیث و کفانہ میں کسی قدر فرق ہے +

۱۸ جس عہد سے (پرانے عیسائیوں نے اس جنگ کو موقوف کرنا چاہا تھا) ۱۸۹۲ء، ۱۸۹۳ء، ۱۸۹۴ء، ۱۸۹۵ء

بیچ اس عذر کا جواب کا دیالی نے پرانے عیسائیوں کو وہ دیا تھا ۱۸۹۲ء، ۱۸۹۳ء، ۱۸۹۴ء، ۱۸۹۵ء میں

۱۹ سپر پرائیویٹ میں نے شہرہ پوشی کی بلکہ کا دیانی کو ایک فرضی طور پر مسلمان قرار دیا کہ اس سے جنگ نظر کر لی جاتا

۱۹ جلد
 انگریزوں کی
 نیپے ورک
 علی
 کے
 دیوانی کی

کہ اس جنگ کے مخلق زیادہ خامہ فرسائی کریں۔ ہاں آئندہ اس جنگ کے وقوع کے احتمال بحیال سے دو باتیں ایک تو مسلمانوں کو اور دوسری عیسائیوں کو کہ دنیا اپنا فرض سمجھتے ہیں + مسلمانوں کو یہ بات کہ اس جنگ میں اگر آئندہ یہ تسلیم شرط مبارکہ یہ وقوع میں آوے (کوئی مسلمان شریک نہ ہو۔ جو مسلمان اس میں کادیانی کا طرفدار ہو کر شریک ہو گا۔ اسکو عیسائیوں سے ضرور شرمندہ ہونا پڑیگا اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر صرف مسائل اختلافیہ مابین اہل اسلام و فرقہ نزاریہ میں گفتگو ہوتی تو اس وجہ سے کہ اسلام کے اصول و مسائل غالب اور حق ہیں اور کاسلامہ دعبلو وراہی

میں ڈاکٹر کلارک کا ایک خط نورانشان ۲ جون ۱۹۹۲ء میں جو شائع ہوا ہے اس کی نقل یہ ہے +
 ”شفیق مہربان مرزا صاحب

بعد واجب واضح ہو کہ۔ آپ کا خط پڑھا۔ چونکہ اس امر کی ہمیں کچھ پروا نہیں کہ آیا آپ کافر ہیں یا جنہوں نے آپکو دائرہ اسلام سے خارج ٹھہرایا وہ کافر ہیں۔ یہ آپ کے گہری باتیں ہیں۔ آپ جانیں اور وہ جانیں۔ فریقین میں سے کون غلطی پر ہیں۔ اسکا فیصلہ ہمارے ذمہ نہیں لیکن چونکہ اسلام کے بڑے مستند علماء و اراکین دین آپ کو نہ کسی فرقہ محمدی سے پر دائرہ اسلام سے ہی۔ جس میں کل فرسٹ شامل ہیں خارج کرتے ہیں + آپ پر خوب دشمن ہو گا کہ اس حالت میں آپ اسلام کی طرف سے پریشوا ہو کر اس سہائت میں نہیں آسکتے + چہذا یہ کہ محمدیوں نے آپکو پیش کیا جیسی انکی عقل پر۔ آپ خوب جانتے ہیں۔ چہناچھ آپ خود بھی لکھ چکے ہیں + خلاصہ ان ساری باتوں کا یہ ہے کہ اگر شرط آپسے پوری نہیں ہو سکتی سوا اللہام تو درکنار۔ اتنے ہی میں بموجب ان شرائط کے ہم آپ کو شکست یا نہ تصور کر سکتے ہیں۔ اور اہل اسلام کی طرف سے میں آپکو قبول بھی نہیں کر سکتا۔ تاہم جس حال میں آپ اپنے آپکو محمدی قرار دیکر مہاشیر پر آمادہ ہیں۔ اور قرآن کی رو سے کلام کریں گے۔ تو خاطر خواہ آویں اور مباحثہ ضرور ہو +

مراقم (ڈاکٹر) ایچ۔ ایم۔ کلارک ٹیکل شری امرتسر

اور ڈپٹی عبداللہ اسماعیل کا دیوانی کو مسلمان فرض کرنا انشائے تقریرات مہاشینہ میں ہوا ہے اصل مہاشینہ کچھو

ان اور
 جنگ
 کی سے
 ایک ایسی
 میں

چھا ہوا کیلئے ہے نہ اس وجہ سے کہ کادیانی کی تشریح یا تخریر میں برکت و لیاقت سے کچھ متوقع تھا کہ نئے عیسائیوں کو چڑھانے عیسائیوں پر فتح ہوگی اور اسکے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں کو حکم ہمیشہ ان شاء اللہ بوجہ اللہ بنی بالحق الفاجر و درہنچہ۔ مگر مشکل یہ ہے کہ مسیح کی ذہنی اس گفتگو کے ساتھ مہا بلہ کی پخت لگادی ہے اور یہ امر کہ کادیانی کے ہاتھ سے نشان آسمانی ظاہر ہو ایسا ناممکن ہے جیسا سوئی کے سورج سے اوشٹ کا نکل جانا عاڈہ ناممکن ہے۔

لہذا وہ فتح بھی ناممکن ہے اور اس سے ان مسلمانوں کو جو کادیانی کے طرفدار ہو کر شامل مہا بلہ ہونگے ندامت اٹھانا ایک لازمی ولابدی امر ہے۔

۲۔ اس امر کی دلیل کہ کادیانی کا نشان آسمانی دکھانا ناممکن ہے محتاج بیان نہیں ہے۔ کیوں کہ مسلمان یقین رکھتے ہیں اور کادیانی نے بھی اس یقین کو خراب کر لیا ہے کہ اس وقت آسمانی نشان بجز اہل اسلام کوئی دکھانہیں سکتا۔ اور یہجہاں تباہت اتفاق جمہور علماء پنجاب و ہندوستان مسلم ہونگی ہے کہ کادیانی مسلمان نہیں ہے بلکہ وہ ملحد و مرتد زندق اور دائرہ اہل اسلام سے خارج ہے تو پھر مسلمانوں کے اعتقاد میں اس کا نشان آسمانی دکھانا کیونکر ممکن ہے۔

جو مسلمان کادیانی کے عقاید سے ناواقف ہونگی وہ اسے اسکو مسلمان جانتے ہیں وہ اس اتفاق دلیل کو نہ مانیں تو انکے لئے یہ دلیل تسلی بخش ہے کہ اگر کادیانی کے پاس آسمانی نشان دکھانے کی طاقت ہوتی تو اس وقت تک وہ آسمانی نشان دکھا کر ہزاروں بلکہ لاکھوں ہندوؤں عیسائیوں وغیرہ کو مسلمان کر لیتا۔ اور نہیں تو ڈاکٹر جگن ناتھ ملازم ریاست جموں جیسے مدعیان تسلیم و تصدیق کو ہی نشان دکھا کر اسلام میں لاتا۔ اس سے یہ امر آج تک نہیں ہوا۔ تو اس سے صاف ثابت ہے کہ اسکے پاس نشان آسمانی کی طاقت نہیں۔ جو جوہر ہے وہ صرف لفاظی۔ جیسا سازی۔ دھوکہ بازی۔ افرار پدازی ہے۔ دیگر بیچ *

اس دلیل میں بھی ان مسلمانوں کو شک ہے تو وہ پہلے کادیانی کا کوئی نشان آسمانی جو اس سے پہلے جو وہ دکھا چکا ہو ہم مسلمانوں پر ظاہر کریں اسکے بعد وہ کادیانی کے طرفدار ہو کر عیسائیوں

سے برابر وہ مسلمانوں کے مدعی نہیں۔ مسلمانوں کے سابق نشانوں کو نہ مانینگے۔ تو آئندہ وہ عیسائیوں کو کیوں کر نشان دکھا سکیگا۔ وہ مسلمان ہماری اس دلیل و سوال پر غور کرتے وقت شامۃ السنۃ ہنرا نہایت ۸ جلدہا کو جنہیں اُسکے سابق نشانات پر بحث کی گئی ہے ملاحظہ کریں گے۔ تو امید ہے کہ اس دلیل کو حق جانکر ہمارے سوال کے جواب میں یہی کہیں گے کہ کادیانی نے آج تک کوئی نشان نہیں دکھایا اور نہ آئندہ وہ دکھا سکتا ہے۔

عیسائیوں کو جو بات سمجھنے کہنی تھی وہ بات بغیر ہماری ہدایت یا اشارہ کے ڈاکٹر ایچ ایم کلارک ٹیکل مشنری امرت سر نے اپنے ایک مطبوعہ خط اسی کادیانی میں کہی ہے کہ

۱۵۔ اسیں کادیانی اور اُسکے حواریوں کی اس تہمت کے رد و جواب کی طرف اشارہ ہے۔ جو وہ کہہ رہے ہیں کہ پادریوں کو ابوسید محمد عین نے کہ کر یہ بہانہ موقوف کرایا ہے۔ کذاب کادیانی کے خلیفہ کاذب حاکم سیالکوٹی نوٹو جنگ مقدس صفحہ ۱۴ میں لکھتے ہیں۔ افسوس سے اس بات کا بھی اظہار کیا جاتا ہے کہ اس بحث کے ملتوی ہو جانے اور بے اثر ثابت ہونے میں بہت سادہ شے بلالوی نے بھی لیا اور جہاں تک ہوسکا عیسائیوں کے ساتھ اس بحث کے ہونے اور اسلام کی حقانیت ظہور پاتے ہیں انہوں نے روک ٹھام کی۔ اس پر ہم پر کہنا بھی مناسب دیکھتے ہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ کادیانی اور اُسکے حواری اپنے خیال و مثال میں سچے ہیں تو اسپریشیں باد کہیں۔ اور نذرہ آہیں پکاریں۔ اور اگر خلیفہ حاکم صاحب کہیں۔ کہ اگر تم نے اس بحث کے ملتوی ہو جانے میں حصہ نہیں لیا۔ تو پھر اس بحث کے ملتوی ہو جانے کی خوشی میں وہ دور تو رہی تمہارا ہے (کیوں چھپوایا۔ اُسکے جواب میں ہم پھر وہی لکھتے ہیں لعنت اللہ علی الکاذبین) اس دور میں نہ موقوفی بحث کی اصلاح دیکھی ہے اور نہ موقوفی پرست۔ ظاہر کی گئی ہے اس میں تو صرف دو باتیں ایک مسلمانوں کو ایک پادریوں کو ہی گئی ہیں جو تین میں سے ہیں پادریوں کو جو.....

مستوفی

تاریخ کو

زیبے

اسمانی

ہے۔

پہنچے

کے

کے

کے

کے

کے

کے

کے

کے

کے

کے

کے

کے

کے

کے

کے

کہ گادیانی صاحب آپ باتفاق میجاری اہل اسلام دائرہ اسلام سے خارج کئے گئے ہیں۔ لہذا آپ سے مباحثہ کرنا محمدیوں سے مباحثہ متصور نہ ہوگا۔ اور نہ آپ پر الزام مسلمانوں پر الزام سمجھا جاوے گا۔ کوئی محمدی مسلمان مباحثہ کر کے تو ہم اُس سے مباحثہ کریں گے۔ اور یہ بات بھی اس مباحثہ کی موقوفی کا ایک سبب بن گئی ہے +

پادری صاحب کے اس بات کے کہنے پر بعض اسلام کے نادان دوست اور گادیانی کی حقیقت سے ناواقف ہم پر یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ اشاعت السنۃ کی سعی و کوشش سے گادیانی اسلام سے خارج تصور کیا گیا تو پادریوں کو یہ بات کہنے کا موقع ملا۔ اور یہ کہہ کر انہوں نے گادیانی سے اپنا چھپا چھوڑا یا۔ یہ امر اشاعت السنۃ سے وقوع میں نہ آتا۔ تو گادیانی جیسا کیسا تھا آج مسلمانوں کے کام آتا۔ پادریوں سے اُن کو بچانا۔ اسلام کی لاج رکھ لیتا۔ جیسا کہ پہلے ساہا سال سے مخالفین اسلام سے وہ مقابلہ کر رہا ہے خواہ اپنی ذات سے وہ کافر و ملحد ہی کیوں نہ ہو۔ اب اس کے سوا اور کون ہے جو اس وقت پادریوں سے مقابلہ کرے اور مسلمانوں کی عزت رکھے +

اس کا جواب یہ ہے کہ اے میرے بھولے بھالے بھائیو! اسلام کے نادان دوست!

بات کہی ہے وہ صرف یہ کہ گادیانی مسلمان اور مسلمانوں کا وکیل نہیں ہے لہذا اس بحث میں جو الزام اس پر قائم ہوگا وہ مسلمانوں پر الزام نہ سمجھا جائیگا جس کا خلاصہ مقصود صرف اتنا ہے کہ گادیانی کی بحث شوق و ذوق سے کرو کر اسکو مسلمان سمجھا کر اسکے الزام کو مسلمانوں کا الزام قرار نہ دو۔ سوا اس مقصود کو ڈاکٹر گلارک صاحب نے اپنے اس خط میں جو صفحہ ۷ میں منقول ہے بخوبی پہچان لیا اور اسکو خارج از اہل اسلام تسلیم کر کے اور صرف فرضی طور پر مسلمان قرار دیکر اس سے مباحثہ منظور کیا۔ جانتیے مہربان اہل اسلام بغل رہا ہے کہ اب جو پادری گادیانی پر فتح کا فخر کر رہے ہیں یہ فخر بمقابلہ اہل اسلام متصور نہیں ہو سکتا +

گادیانی
کس کس
پر اس
پوری
وعدہ
اور اس
چھپو
مصدا
اور
ان کا
دلائل
شرو
کو اس
بتاؤ
ہنگ
زاید
ناواق
سے

کا دیانی نے ابتدا سے آج تک اسلام اور مسلمانوں کی کیا مدد کی ہے کہ آئندہ اس سے امید ہو سکے
 کس کتن مخالف اسلام سے اس نے مباحثہ کر کے اُسے فتح نمایاں پائی کس اصول مخالفین اسلام
 پر اس نے پوری بحث کر کے اُس کی بیخ کنی کی ہے۔ کونسی کتاب میں اس نے اسلام کی
 پوری تائید کی ہے کتاب براہین احمدیہ میں اُس نے بیان تین نشوونما لائل حقیقت اسلام کا چھوٹا
 وعدہ دیکر اور خلاف واقع طبع دلا کر دس ہزار سے زائد روپیہ مسلمانوں کا لکھنچا اور خورد برد کیا
 اور اُس کتاب میں ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی اور نہ دس برس کے عرصے میں کتاب
 چھپوائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اور اُس کے دلائل بہنوز در لطن شاعر کا
 مصداق ہیں +

سُرمہ چشم آریہ میں ایک آریہ سے مباحثہ کر کے دو چوں میں اُس کو محدود کر دیا اور اُسکو
 اور سبھارات نکالنے کا موقع دیکر اُن کو دفع نہ کیا اور نہ خود جملہ اعتراضات عقلیہ کو بیان کر کے
 اُن کا جواب دیا اُسی رسالے میں تنازع کی بحث کو چھیرا تو اُس کو بھی ادھورا چھوڑا۔ تحقیقی
 دلائل عقلیہ سے اُس کا کلی استیصال نہ کیا +

اشتہارات اور متفرق تحریرات میں ہمیشہ آسمانی نشان نمائی کا دعویٰ کیا مگر شرمناک
 شروط و قیود پر کیوں اور لہنی لہنی بیجا دیں لگا کر آج تک کوئی نشان نہ دکھلایا اور مخالفین اسلام
 کو اسلام پر ہنسا یا اس کی ان کارروائیوں کو لے میرے بہولے بہالے بہائیو اغور سے دیکھ کر
 بتاؤ کہ وہ اسلام و مسلمانوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے یا سراسر نقصان پہنچا رہا ہے اور اُن کی
 ہتک کر رہا ہے +

ان ان کارروائیوں سے فائدہ ہے تو اُس کی ذات خاص کو ہے کہ وہ دس ہزار روپیہ سے
 زائد لوگوں کا مال کھا کر اس بڑھاپے میں خوب موٹا و تازہ بن گیا ہے اور جملہ عوام و بعض
 ناواقف خواص و عوام میں وہ مسیح موعود و مہدی دلی و پیغمبر تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اس وجہ
 سے اب اُس کے کفر کو اسلام اور حقائق سمجھا جاتا ہے۔ اس میں اُن بیچارے مسلمانوں کے

پہلی کتاب
 اور کا دیانی کی
 شش سے
 ہسکر انہوں نے
 انی جیسا کیسا
 جیسا کہ پہلے
 ہ کافر و مہدی
 بلکہ کرے اور
 ان دو سہ

ش میں
 اور صرف
 کا الزام
 میں
 انسان
 کی دیانی

دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہوا ہے۔ دنیا کا نقصان یہ کہ ہزار ہا روپیہ برباد ہووا۔ دین کا نقصان یہ کہ اسلام چھوٹا کفر بنا تھا آیا۔ ایسے شخص سے آئندہ کبھی مباحثہ نہ ہوگا۔ عیسائیوں سے اسلام و مسلمانوں کو یہی فائدہ پہنچے گا جو ابھی بیان ہوا ہے۔ چھ لاکھوں وہ حاکمی اسلام متصور ہو کر اور بھی لوگوں کو دم تزیور میں لائے گا اور سیدھی جہنم کی راہ دکھائے گا۔ اور اٹھارہ صدیوں سے مباحثے کے بہانے سے برباد کرے گا۔ اور آخر نشان آسمانی دکھانے سے عاجز ہو کر خرد تو وہ شرمندہ نہ ہوگا کیونکہ بڑا صاحب حوصلہ ہے۔ مگر ان مسلمانوں کو جو اسکے طرفدار ہونگے ضرور شرمندہ کر لے گا۔ اس اعتراض کے اخیر میں جو ان بھولے مسلمانوں نے یہ سوال کیا ہے کہ کا دیانی اس مباحثے کے لائق نہیں تو پھر اور کون کون کون کی بکری ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ایک نہیں بہت سے علماء اسلام اس وقت لاہور و امرتسر وغیرہ بلاد پنجاب میں موجود ہیں۔ اور پہلے ہی سے تجیراً تقریراً پادریوں سے مباحثے کر رہے ہیں۔ پادری صاحبان کو مباحثہ منظور ہے تو انہیں سے جس سے چاہیں خط و کتابت کریں جیسے وہ اپنی ماورائی سے یا کسی کی دھوکہ دہی سے کا دیانی سے خط و کتابت کر چکے ہیں۔ پھر چارے وہ بھولے بھالے مسلمان اور پادری صاحبان دیکھ لینگے کہ کس قدر علماء اس مباحثے کے لئے مستعد ہیں۔ ان کو اختیار ہے کہ سب سے پہلے فادم دین سید المرسلین اذیتر شافعیہ النبی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتیمۃ ہی کو اپنا مخاطب بنائیں اور اس باب میں اس سے خط و کتابت کر کے امور لائق بحث و شروط مباحثہ کا تصفیہ کریں۔

پیدا ہوا۔ دین
 اسی لقبین اسلام
 رہ حاجی اسلام
 نیگا۔ اور اُنکا
 سے عاجز
 کے طرفدار
 نے۔ بھ
 یا اسکا ہوا
 لہذا پنجاب میں
 پادری صاحبان
 وہ اپنی ناقہنی
 کہ وہ کھولے
 لئے مستعد
 شہدائے الہیہ
 وخط و کتابت

یہ مختصر اسے کی نقل ہے۔ اس میں جو یہ پیشینگوئی گئی تھی کہ کا دیانی کا نشان آسمانی دکھانا
 ناممکن امر ہے۔ لہذا جو مسلمان اس نشان کی امید پر اسکے ساتھ شامل ہوئے انکو ضرور زبردست
 اٹھانی پڑے گی پوری ہوگی۔ کا دیانی نے باوجود دعویٰ نشان بخانی کوئی نشان نہ دکھایا اور ان
 مسلمانوں کو شرمندہ کیا اور جو کا دیانی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کو نشان قرار دیا ہے
 یہ نشان آسمانی نہیں ہے بلکہ لاف زنی اور کر شیطانی ہے اسکی نسبت اشاعت السنہ کے
 نمبر ۹ جلد ۱۱ میں بخوبی ثابت کیا گیا ہے کہ اگر ڈپٹی عبداللہ آتھم اپنے اجل سے تو متاثر
 ہو گیا تو اس کو کوئی مسلمان باخبر و صاحب عقل آسمانی نشان نہ سمجھے گا بلکہ ایک رٹی یا
 جوشی کی پیشینگوئی سے بڑھکر نہ سمجھے گا۔ چہ جائے کہ مخالفین اسلام اس کو آسمانی نشان
 سمجھ لیں +

اب اس جنگ کی نسبت اسلامی مطول اسے بیان کی جاتی ہے :-

مطول اسے

اس مطول رائے کا پہلے اجمال اور خلاصہ بیان کیا جاتا ہے جس سے ناظرین کو تفصیل
 کا شوق اور انتظار پیدا ہو پھر تفصیل عمل میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ +
 اس جنگ میں دو نوزلق کا اپنی اپنی فتح ظاہر کرنا اور فریق مقابل کو شکست دینے کا
 دعویٰ زبان پر لانا ایک شرمناک جھوٹ ہے۔ نہ کا دیانی نے اپنے بہائیوں پر اپنے عیسائیوں
 کے ٹوٹے پھوٹے دلائل کا دندان شکن اور بادلیل و تفصیل جواب دیکر ان کو شکست دی اور
 پھر اپنے عیسائیوں نے کا دیانی کے ملحدانہ دلائل۔ اور لہر جواب کو اٹھا کر اسکو لاجواب کیا اسکے
 ان دلائل کو اٹھانا کیا تھا اور اسکو لاجواب کرنا کیا انہوں نے اسکے ان دلائل کو سمجھا ہی نہیں؟

اسلام کا یہ دعویٰ کہ مسیح بن مریم صرف رسول ہیں نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے ایسا اجنبی دعویٰ ہے کہ اگر کوئی عقلمند اور باخبر شخص بھی یہ دعویٰ کرے اور ایسے دلائل عقلیہ اور نقلیہ بڑے بڑے دے اور پڑائے اور نہ عیان علم و فضل عیسائیوں کے سامنے پیش کرے تو ایک لمحہ میں انکو لاجواب و عاجز کر دے مگر نادان اور بحسب دعویٰ ہمہ دان کا ویانی نے اس دعویٰ کا ثبوت پیش کرنے کے وقت صرف اولہ نقلیہ قرآنیہ اور عقلیہ برہانہ سے کام نہ لیا بلکہ اسکے ساتھ اپنے مدانہ دلائل کا اولچھاؤ ڈال دیا اور ایسے جواب و مقابلہ کے لئے اپنی خصوصیت کو یہ موقع دیدیا کہ وہ اپنے محرف اور کاپیٹ کتابوں سے جو جاباب پیش کرتے چلے جائیں اور اسکے مدانہ دلائل پر جب تک چاہیں عقلی اعتراضات کرتے رہیں اور محبت کو ختم نہ ہونے دیں اور اپنے عجز کے معترف نہ ہوں +

پرانے عیسائیوں کی طرف سے جو مسئلہ رحم بلامبادل یعنی کفارہ اور مسئلہ جہاد و جبر و اختیار کی بابت سوالات پیش ہوئے ہیں وہ ایسے کمزور دلائل اور بیہودہ پیرایہ میں ہوئے ہیں کہ ادنیٰ طالب العلم اسلامی کتابوں میں نظر رکھنے والا تھوڑی دیر میں ان کا جواب دیکر عیسائیوں کو لاجواب کر سکتا ہے مگر نادان کا ویانی نے ان سوالات کے جواب میں بھی اپنی جھڑپی عقل اور بیہودہ اور طولانی تقریروں سے کام لیا اور اسلامی کتابوں کی طرف رجوع کر کے ان کو مسکت جواب نہ دیا اگر وہ اشاعت السنۃ ہی کی طرف جو ہمیشہ سے اس کے پاس جاتا تھا اور وہ اس سے ہمیشہ نفع اٹھاتا رہا ہے مراجعت کرتا تو اسکے نمبر اجلد ۱۲ میں کفارہ مجوزہ نصاریٰ کا جواب اور نمبر ۱۰ وغیرہ جلد ۱۲ میں اعتراض جبر کا جواب اور نمبر ۹ جلد ۱۲ میں اعتراض جہاد کا جواب ایسا پاتا جس سے وہ ایک دم میں عیسائیوں کو لاجواب کر دیتا +

کا ویانی کی اس بے خبری۔ بے ضبطی۔ مدانہ دلائل کی طرف رجوع کرنے اور خصوصیت کو محرفات معنوی و لفظی میں سے پیش کرنے کا موقع دینے کی نظر سے عوام اہل اسلام

کی جو ابی علم میں اور کاویانی کے دام تزدیر میں مبتلا نہیں ہیں اس مباحثہ کی نسبت یہی راستے ہو
 کہ کاویانی نے اس مباحثہ سے اسلام کو ضرر پہنچایا ہے اس کے کوئی نفع اس کو نہیں پہنچا۔
 مولوی سراج الدین احمد صاحب لاہوری نے جو مشہور اہل علم خاندان سے ہیں
 اور لاہور میں پیشہ وکالت کرتے ہیں میرے سامنے فرمایا کہ مرزا غلام احمد نے اس مباحثہ سے
 مسلمانوں کی اس عزت کو بوجھ دیا ہے جو حافظ ولی اللہ مرحوم کے وقت سے پوریوں کے
 مقابلہ میں ان کو حاصل تھی یعنی اس رعب کو اٹھا دیا جو حافظ ولی اللہ نے عیسائیوں سے
 مباحثہ کر کے اور انکو عاجز دلا جواب کر کے ان پر چار کہا تھا۔

مولوی سید احمد علی صاحب مشہور واعظ دہلوی نے جو مدت سے لاہور میں رہتے
 ہیں کاویانی پر بہت ناراضی ظاہر کی۔ اور یہ بات فرمائی کہ اس سے ان آیات میں کے جواب میں
 جو عیسائیوں نے مسیح کی الوہیت کو بائبل میں پیش کی ہیں کچھ بن نہ آئی اور ان آیات کی جو
 عیسائی مسنوی تخریف کر کے انکو مسیح پر چماتے ہیں صحیح تاویل نہ بتائی گئی بلکہ سید صاحب نے حساب
 میں ایک تخریخ کسار کے پاس بھیجی جسکی اصل عبارت یہ ہے۔

عبداللہ آتھم عیسائی اور مرزا غلام احمد کاویانی کا مباحثہ

اس مباحثہ کو ہم نے خوب دیکھا اور غور کیا نہ معترض کا اعتراض درست ہے اور نہ
 مجیب کا جواب یہ مباحثہ محض بے فائدہ ہوا اسی باعث کوئی نتیجہ نہ نکلا ہر دو فریق نے اپنی
 اپنی فتویٰ کا ڈنکا بجا دیا مرزا غلام احمد کاویانی کو مباحثہ کا ڈھنگ یاد نہیں بلکہ مباحثہ بیل
 کے کلام آہی ہونے پر کرنا لازم تھا تاکہ عبداللہ آتھم عیسائی کتب بیل کا رطب یا بس پیش
 نہ کر سکتا اور اگر یہی طرز مرزا کو پسند تھی تو مرزا کاویانی کو عبداللہ آتھم کی پیش کردہ رطب
 یا بس پر گرفت اور مواخذہ کر کر اسکی غلطی ظاہر کرنا لازم تھا مرزا نے کچھ گرفت نہ کی صرف
 اپنی طول طویل تقریر کا بار بار بیان کیا کہ ۱۲ یا ۱۳ روز میں ایک مسئلہ بھی حل نہ ہوا مرزا کاویانی نے

ایسا اجلی ہوگا
 تلمیہ برے
 سے تو ایک لمحہ
 نے اس دعویٰ
 نہ لیا بلکہ
 لئے اپنی خصوم
 تے چلے جائیں
 رختہ نہ ہونے
 بر اختیار کی
 ہیں کہ ادنیٰ
 پر عیسائیوں
 کی اپنی پٹی
 ت رجوع کر کے
 کے پاس
 اجلد میں
 اور نمبر
 ایوں کو
 اور خصوص
 ۱۲

جیسے دعویٰ الہام کا سہل اور آسان سمجھ لیا ہے ویسے ہی وہ اہل کتاب سے مباحثہ کرنا
 سہل و آسان سمجھے تھے اُن کو سمجھنا چاہئے کہ وہ اپنی قوم کے کسی مناظرہ مباحثہ سے عہدہ
 نہیں ہو سکتے تو غیر قوم پر کیسے غالب آتے۔ یہ حصہ سلطان مناظرین و اعظیمن رد لٹناری
 جناب مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم اور اُن کے شاگردوں کا ہے یہ ہر ایک کا نام نہیں
 مولوی محمد غلام نبی صاحب احر قسری نے جو پنجاب کے مناظرین اہل کتاب میں
 مولوی رحمت اللہ صاحب کے نام مقام میں اور مولوی ابو المنصور دہلوی کی مانند
 امام فن مناظرہ اہل کتاب کا خطاب پانچواں استحقاق رکھتے ہیں خاکسار کے اس سوال کے
 جواب میں کہ آپ کی رائے اس مباحثہ کی نسبت کیسی ہے۔ فرمایا ہے کہ میں پہلے جلد مباحثہ
 میں شریک ہوا تھا۔ مجھے مرزا غلام احمد کے مباحثہ کا دھنگ پسند نہ آیا۔ لہذا میں ہر شریک
 جاسد نہ ہوا۔ اور یاد دہانی کی اس لئے عقلی پر ہی افسوس اور ظرافت رائے ظاہر کیا کہ اس نے
 عیسائیوں کو کتبیل سے آیات الوہیت مسیح پیش کرنے کا موقع دیا اور پھر ان آیات کے
 مقابلہ میں یہ ثابت نہ کیا کہ یہ آیات مسیح کی حق میں نہیں اور اُن سے اُمی الوہیت ثابت نہیں
 ہوتی۔

ان سب شہادات سے بڑھ کر طرفہ شہادت سنو۔ حکیم نور الدین جمونی بھیروی
 نے جو درحقیقت پیر و مرشد اور گائڈ (رہنما) کا دیانی ہیں اور بظاہر اُن کے مرید و فدائی۔
 اس مباحثہ کو پسند نہیں کیا۔ ہمارے ایک مغز و دست نے (جو انکا بھی دوست ہی)
 بازو اس بیان کیا کہ حکیم صاحب نے فرمایا ہے کہ مرزا صاحب کو ان کی دینی عیسائیوں کی
 کتابوں کی طرف پوری توجہ نہیں ہے۔ بجائے مرزا صاحب میں ہوتا تو ایک دم میں عیسائیوں
 کا منہ بند کر دیتا۔ (اُنکے الفاظ پورے یاد نہیں ہیں مطلب یہی تھا جو یہاں لکھا گیا ہے حکیم صاحب
 اب اس رائے کو ظاہر کرنے سے انکار کرینگے تو ہم ایک مجلس عام اہل اسلام میں اپنے اس
 دوست کو پیش کرینگے اور جو کچھ اُن سے نقل کیا ہے اُن سے کہلا دینگے پھر وہ جانیں اور وہ

یہ ہم نے متعدد اشخاص کی رائے پیش کی ہے۔ ناظرین اگر جس اہل علم سے جو مزائی نہ ہو اس مباحثہ کی نسبت رائے پوچھیں گے اس سے یہی رائے سنیں گے ہم ان شہادتوں کی زیادہ تفصیل کرتے ہیں تو اس سے بہت بطویل ہوتی ہے جس سے مطول رائے معترض التوا میں پڑتی ہو۔ یہ اجال و خلاصہ رائے مطول ہے۔ اب تفصیل رائے مطول سلو جس میں پہلے کا دیانی کی تقریر سوال کو نقل کیا جائیگا۔ پھر اس کے خصم مقابل کے جواب کو۔ اس کے بعد وہ رائے بیان ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ +

تقریر کا دیانی

کا دیانی کے پہلے سوال ۲۲ مئی ۱۹۳۱ء کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم جامع اور مکمل ہے اور اس کا ثبوت قرآن نے خود دیدیا ہے۔ اور اگر تعلیم انجیل کی نسبت عیسائیوں کا یہی دعویٰ ہے تو وہ پہلے یہ دعویٰ انجیل سے نقل کریں۔ پھر اسی انجیل سے اسکا ثبوت پیش کریں +

اس سوال کی تقریر میں کا دیانی نے ایک یہ اصول مقرر کیا جس کو اس نے سوال مذکور کی دلیل ٹھہرایا ہے کہ الہامی کتاب کی نسبت جو دعویٰ کیا جائے اس دعویٰ کا اس کتاب میں موجود ہونا ضروری ہے۔ اور اسکی عقلی یا تاریخی دلیل بھی اسی کتاب میں سے پیش کرنا ایک لازمی امر ہے۔ اور جس کتاب کے کسی دعویٰ کی دلیل عقلی یا تاریخی کتاب میں مذکور نہ ہو وہ کتاب الہامی نہیں ہو سکتی +

چنانچہ اس پرچہ کے صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے۔ "میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے بطور کلام کلی کے اس امر میں جو مناظرہ کی علت غائی ہے انجیل شریفین اور قرآن کریم کا موازنہ کیا جائے لیکن یہ بات یاد رہے کہ اس مقابلہ و موازنہ میں کسی فریق کو اختیار نہیں ہوگا کہ اپنی کتاب سے باہر جادے یا اپنی طرف سے کوئی بات منہ پر لاوے۔ بلکہ لازم اور ضروری ہوگا کہ جو دعویٰ کریں

باحث کرنا
سے عہدہ
ساری
نام نہیں
سب میں
نہ ہند
سوال کے
سے مباحثہ
پھر شریکین
اس نے
ت کے
نہیں

دعویٰ
رائے
ہو
کی
تائید
اس
اور

وہ دعویٰ اس کتاب الہامی کے حوالہ سے کیا جائے جو الہامی قرار دی گئی ہے اور جو دلیل
پیش کریں وہ بھی اسی کتاب کے حوالہ سے ہو۔ کیونکہ یہ بات بالکل سچی ہے اور کمال کتاب
کی نشان سے بعینہ ہے کہ اسکی وکالت اپنے تمام ساختہ پروا خستہ سے کوئی دوسرا شخص کرے
اور وہ کتاب بلی خاموش ہو اور اس کے صفحہ ۷ میں لکھا ہے اللہ جل شانہ جو قوی اور قادر
ہزایت درجہ کے علوم وسیع رکھتا ہے جس کتاب کو ہم اسکی طرف منسوب کریں وہ کتاب
اپنی ذات کی آپ قیوم چاہئے انسانی کمزوریوں سے بالکل مبرا اور منفرج چاہئے کیونکہ اگر کوئی
دوسرے کے سہارے سے اپنے دعویٰ اور اثبات دعویٰ میں محتاج ہے تو وہ خدا کا
اکلام ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اس عبارت سے خصوصاً اس کے ان فقرات سے جن پر نشان خط لگایا گیا ہے۔ وہ
اصول جو ہم نے گادیانی سے نقل بجز اس تفصیل کے کہ وہ دلیل عقلی ہو یا تاریخی احسان
ثابت ہے۔ اب رہی وہ تفصیل سوا اس کے پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء صفحہ ۲۳ اور
پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۷ اور پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۸ و ۱۰ میں موجود
ہے۔ پرچہ ۲۳ مئی کے صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے کہ میرا مطلب یہ تھا کہ جس کتاب کی نسبت
یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ فی حد ذاته کمال ہے اور تمام مراتب ثبوت کے وہ آپ پیش کرتی ہے۔
تو پھر اسی کتاب کا یہ فرض ہو گا کہ اپنے دعویٰ کے لئے دلائل معقول بھی اب بھی پیش کرے
جس کتاب نے اپنے کمال ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ دعویٰ بھی بتصریح ثابت کیا جائے اور
پھر وہی کتاب اس دعویٰ کے ثابت کرنے کے لئے معقول دلیل پیش کرے۔ اور پرچہ
۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۷ میں لکھا ہے اگر دلائل معقولی سے یا تاریخی سے سلسلہ مستقر
کے مخالف کوئی امر خاص پیش کیا جائے اور اسکو اولہ عقلیہ یا اولہ تاریخیہ سے ثابت کر کے
دکھلا دیا جاوے تو ہم اس کو مان لینگے۔ اور اس کی شرح کاہیانی نے پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء
کے دوسرے سوال میں صفحہ ۸ و ۹ و ۱۰ کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مقدس کتاب

ار

ص ۶۹
۷ ص ۶۹

۲۱۹ عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس پر اسلامی رائے

۱۹ جلد ۱۹

مجلد

پیش کرے اور اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ پہلے زمانہ میں انسان آنکھوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا اور
 کانوں کے ذریعہ سے بولتا تھا۔ گو ہم فرض کے طور پر تسلیم کر لیں کہ ان عجیب تحریروں کے لکھنے والا
 کوئی مقدس اور راستباز آدمی تھا مگر ہم اس یقینی نتیجہ سے کہاں اور کدھر گریز کر سکتے ہیں جو
 قیاس استقرانی سے پیدا ہوا ہے۔ یہی رائے ہے ایسا بزرگ نہ صرف ایک بلکہ گروہ سے بھی زیادہ ہوں
 اور قیاس استقرانی سے نتائج یقینہ کو توڑنا چاہے تو ہرگز ٹوٹ نہ سکتے۔ بلکہ اس بزرگ کو ہم درحقیقت
 ایک بزرگ سمجھتے ہیں اور اسکے ایسے الفاظ میں ایسے کلمات خلاف حقیقت مشہورہ
 محسوسہ کے پاتے ہیں تو ہم اس بزرگ کی خاطر سے صرف عن الظاہہ کر سکتے اور ایسی
 تاویل کر سکتے جس سے اس بزرگ کی عزت قائم رہ جائے ورنہ یہ ہرگز نہ ہو گا کہ جو خالق
 کے یقینی اور قطعی ذریعہ سے ثابت ہو چکے ہیں وہ ایک روایت سے ٹال دیئے جائیں۔ اگر ایسا
 کسی کا خیال ہو تو بار شہوت اسکی گردن پر ہے۔ مثلاً اگر ایک ڈاکٹر سے اس بات کا تذکرہ
 ہو کہ وہ ہم الفار اور نیش زہریں نہیں ہیں اور اسکا ثبوت یہ دیوے کہ ایک مقدس کتاب میں
 ایسا لکھا ہے اور راوی معتبر ہے۔ تو کیا وہ ڈاکٹر صاحب اس مقدس کتاب کا لحاظ کر کے
 ایک ایسے امر کو چھوڑ دینے جو قیاس استقرانی سے ثابت ہو چکا ہے؟

یہ عبارات صاف ناطق ہیں کہ دلیل سے وجود عادی کتاب اللہ کی مثبت ہو سکتی ہے اور
 اسکے سوا کسی کوئی دعوی کتاب اللہ کا کاویانی کے نزدیک لائق سماعت نہیں (عقلی یا تاریخی
 دلیل مراد ہے اور جو کتاب الہامی آسمانی اپنے کسی دعوی کی کوئی دلیل عقلی یا تاریخی جس کو
 عقلاً اور تاریخاً تسلیم کر لیں پیش کرے وہ کتاب کاویانی کے نزدیک الہامی نہیں ہو سکتی
 اسی دلیل اور اصول کی دستاویز سے کاویانی نے فریق ثانی کے دعوی الوہیت مسیح پر پلاسوال وارہ
 کیا ہے چنانچہ پرچہ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۸ میں آئینہ قرآن مجید کی ماہنامہ مسیح ابن مریم لاہور
 قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقہ کانایا کلان الطعام النظر کیف نبین
 لھم الا یت شمانظرانی یوفکون۔ س۔ ۴۔ ۲۴ یعنی حضرت مسیح بن مریم

۶

یہ اور جو دلیل
 بزرگ کی کتاب
 شخص کر کے
 کی اور قیاس
 کتاب
 و کدھر گریز
 خدا کا
 ہے وہ
 صاف
 اور
 موجود
 کی نسبت
 ہے
 پیش کر کے
 اور
 پرچہ
 استقرانی
 ت کر کے
 ۱۸۹۳
 کتاب

میں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ وہ صرف ایک رسول ہے اور اُس سے پہلے ہی رسول ہی آتے رہے ہیں۔ نقل کر کے اسکی لحدانہ تفسیر و تقریر استدلال میں کہا ہے +

یہ کہہ کہ اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں۔ یہ قیاس استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے کیونکہ قیاسات کی جمیع اقسام میں سے استقراء کا مرتبہ وہ اعلیٰ شان کا مرتبہ ہے کہ اگر یقینی اور قطعی مرتبے سے اسکو نظر انداز کر دیا جائے تو دین اور دنیا کا تمام سلسلہ بگڑ جاتا ہے اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حصہ کثیرہ دنیا کا اور ازمنہ گذشتہ کے اقوات کا ثبوت اسے استقراء کے ذریعہ سے ہوا ہے +

اسکے بعد استقراء کے قطعی ہونے کی تفصیل منٹنل میں آنکھ سے کھانے اور کان سے سونے کی مثالیں ذکر کی ہیں جو صفحہ ۱۹ میں ان سے منقول ہوئی ہیں پھر صفحہ ۱۰ میں کہا ہے غرض جبکہ قیاس استقرائی دنیا کے حقائق ثابت کرنے کے لئے اول درجہ کا مرتبہ رکھتا ہے تو اسی جہت سے اللہ جتنا نے سب سے پہلے قیاس استقرائی کو ہی پیش کیا۔ اور فرمایا قد خلت من قبلہ الرسل۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام بے شک نبی تھے اور اللہ جل شانہ کے پیارے رسول تھے مگر وہ انسان تھے تم نظر اٹھا کر دیکھو کہ جب سے یہ سلسلہ تبلیغ اور کلام الہی کے نازل کرنا شروع ہوا ہے ہمیشہ اور قدیم سے انسان ہی رسالت کا مرتبہ پا کر دنیا میں آتے رہے ہیں یا کبھی اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہی آیا ہے +

پھر عیسائیوں کے اس سوال تقد کا کہ بیٹیل میں بنیوں کو بیٹا کہا گیا ہے جس سے ثابت ہے کہ بیٹے ہی رسول ہو کر آتے ہیں جو اب دیا ہے +

ہاں اگر بیٹیل کے وہ تمام انبیاء اور صلحاء جبکی نسبت بائبل میں ہی الفاظ موجود ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے بیٹے تھے یا خدا تھے حقیقی معنوں پر حمل کر لئے جاویں تو بیشک اس صورت میں ہمیں انکار کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ بیٹے ہی بھیجا کرتا ہے بلکہ بیٹے کیسا کبھی کبھی بیٹیاں بھی اور بظاہر یہ دلیل تو عمدہ معلوم ہوتی ہے اگر حضرات عیسائی صاحبان اسکو

پسند فرمادین۔ اور کوئی اور کو توڑ بھی نہیں سکتا کیونکہ حقیقی غیر حقیقی کا تو وہاں کوئی ہی ذکر نہیں۔ بلکہ بعض کو تو پہلو ٹاٹا ہی لکھ دیا۔ مان اس صورت میں بیٹوں کی میزان بہت بڑھ جائیگی۔ اس کے بعد اسی پرچہ ۲۲۲ مئی کے صفحہ ۱۱۱ میں کادیانی نے اور دلائل کو جو اس آیت سے اس نے نکالے ہیں ذکر کیا اور کہا ہے۔ "غرض اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے ابوالہبت کے لئے یہی دلیل استقراری پیش کی ہے۔ پھر اس کے بعد ایک اور دلیل پیش کرتا ہے۔ و امہ صدیقہ۔ یعنی والدہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت باڑہی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام اللہ جل شانہ کا حقیقی بیٹا فرض کر لیا جائے تو پھر ضروری اس ہے کہ وہ دوسروں کی طرح ایسی والدہ کو اپنے لئے لے لیں جو با اتفاق فریقین انسان ہے۔ کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر اور کھلی کھلی ہے۔ کہ قانون قدرت اللہ جل شانہ اسی طرح واقع ہے کہ ہر ایک جاندار کی اولاد اس کے نوع کے موافق ہوا کرتی ہے۔ مثلاً دیکھو کہ جب قدر جانور ہیں۔ مثلاً انسان اور گھوڑا اور گدھا۔ اور ہر ایک پرندہ وہ اپنے نوع کے لحاظ سے وجود پذیر ہوتے ہیں۔ یہ تو نہیں ہوتا کہ انسان سے پرند پیدا ہو جائے۔ یا پرند انسان کے چھٹ سے نکلے۔ پھر ایک تیسری دلیل یہ پیش کی ہے کہ کانا یا کلان الطعام یعنی وہ دونوں حضرت مسیح اور آپ کی والدہ صدیقہ کہانا کہا یا کرتی تھیں۔ گوکہ سمجھتے ہیں کہ انسان کھانا کیوں کہانا ہے اور کیوں کھانے کا محتاج ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل ہا جاری ہے یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ اور جدید سے ثابت ہو کہ چند سال پہلا جسم تحلیل پا کر معدوم ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا بدن بدلنا یا تحلیل ہو جاتا ہے۔ اور ہر ایک قسم کی جو غذا کھائی جاتی ہے اس کا ہی روح برابر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ کبھی روح جسم پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ اور کبھی جسم روح پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ جیسے اگر روح کو یک دفعہ کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اس خوشی کے آثار بعض بنیافت اور کبھی کبھی بھی نمودار ہوتی ہے۔ اور کبھی جسم کے اندر پھنسنے رونے کے روح پر پڑتے ہیں۔ آیت جبکہ یہ ہے کہ گوکہ قدر تہ خدا سے متعلق پیدا ہوگا۔ کہ اپنے اللہ کا جسم بھی ہمیشہ اڑتا رہے۔ اور تہہ

رسول ہی

طور پر ایک

اعلیٰ شان کا

تمام سلسلہ

تہ کے افعال

ن کر لیتے

تا ہے تو

اور فرمایا

اللہ جل شانہ

بلیغ اور

مرتبہ پا کر

سے ثابت

ہا کہ وہ

صورت

پہنچ گیا

ن اسکو

برس کے بعد اور جسم آوے۔ ماسوا اسکے کھانے کا محتاج ہونا بالکل اس مفہوم کے مخالف ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں مسلم ہے۔ اظہار ہے کہ حضرت شیخ ان صاحبند یوں سے بری نہیں تھے۔ جو تمام انسانوں کو لگی ہوئی بین سپر یہ ایک عمدہ دلیل اس بات کی ہے کہ وہ باوجود ان درون اور کہوں کے خدا ہی تھے۔ یا ابن اللہ تھے۔ اور درہنہ اس لئے کہا کہ جو کچھ ہی اکیس درہنہ کی ہے۔ اور اگر زیادہ ہو جائے تو موت تک لڑتے پہنچاتی ہے۔“

یہ سوال اول الوہیت مسیح کے متعلق کا دیانی کے پہلے پرچہ ۲۲ ص ۹۲ کی ملاحظہ لفظ نقل اس اس کے مقابلہ میں اسکے پہلے خصم ڈیٹی عبد اللہ آتم کے پہلے پرچہ کی بعینہ نقل کی جاتی ہے۔

تقریر فریق ثانی

کا دیانی کے پہلے خصم (ڈیٹی عبد اللہ آتم) اپنے پہلے پرچہ ۲۲ ص ۹۲ میں کہتے ہیں۔ اگر یہ جناب کا قول صحیح ہے کہ ہر امر کی حقیقت تجربہ ہی پر مدار رکھتی ہے۔ یعنی جو تجربہ کر کے مخالف ہے وہ چل ہے۔ تب تو جو کچھ صفت حقیقت کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ہمارے تجربہ میں کوئی چیز حقائق نہیں ہوتی۔ اور آدم کا بغیر والدین پیدا ہونیکا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ اور ہم یہ نہیں جانتے کہ ایسا ہم کیوں کریں کیونکہ ناممکن ہوا کہ ہم اس کو کہتے ہیں۔ جو کوئی امر کسی صفت ربانی کے مخالف ہو۔ اور یہ چیزیں جو ہمارے تجربہ کے باہر ہیں مثلاً خلقت کا ہونا اپنی بلا سامان کے عدم سے وجود میں آنا۔ اور آدم کا بخلاف سلسلہ موجودہ کے پیدا ہونا ہم کسی صفت مقدسہ خدا تعالیٰ کے مخالف نہیں دیکھتے۔ دوہم۔ بچا آپ کے دو سے مقدمے کے آپ کو یقین ہونا چاہیے کہ ہم اس شے مرئی کو جو کہانے پینے وغیرہ حاجتوں کے ساتھ ہے۔ اللہ نہیں مانتے۔ بلکہ منظر اللہ کہتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسا مقدمہ ہے کہ جیسا قرآن میں بابت اس آگ کہ جو جھاڑی میں نظر آتی تھی لکھا ہے کہ اسے موشی اپنی نیندیں دیکھ کر کہہ لگے کہ وہ وادی طویٰ ہے۔ اور کہ میں شیر سے باپ ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا خدا ہوں۔ موشی نے انکو تسلیم کیا۔ اور یہاں شے مرئی تو خدا نہیں ہو سکتی۔ اور روٹ مرئی تھی۔ پس ہم اس کو منظر

۱۱۔ اس مباحثہ میں کا دیانی خصم ہوا۔ اول ڈیٹی آتم دو سے ڈاکٹر منبری مارٹن کلارک ۱۲

و خدا تاملے
 انسانوں کو
 کے خدا ہیں
 وہ ہر جا
 بلطفہ نقل
 کہتے ہیں
 پر خلاف ہے
 کوئی چیز
 میں جانتے
 کے مخالف
 عدم وجود
 کے مخالف
 نے مرئی کو جو
 یہ ایک ایسا
 بنی تخلیق
 اس کو نظر
 ایک

اسد کہتے ہیں۔ اللہ نہیں کہتے جتنا کہ نظر آتا ہے کہتے ہیں۔ کیا یہ سنوں جو جنت و خاک کا سامنے نظر کے ہے۔
 اس میں اگر خدا آواز دیکر کہنا چاہیے کہ میں تمہارا خدا ہوں۔ اور میری خدائی بات سنو تو گو تجربہ کے برخلاف
 یہ امر ہے تو کیا امکان کے بھی برخلاف ہو کہ خدا ایسا نہیں کر سکتا۔ ہمارے نزدیک اسکان کے برخلاف نہیں
 سو ہم ہنسنے ابن اللہ کو جسم نہیں ماننا ہم تو اللہ کو روح جانتے ہیں جسم نہیں۔ چہاں ہم۔ امر کے بارہ میں
 ہماری التماس یہ ہے کہ بیشک تاویل طلب امر کو تاویل کرنا چاہیے لیکن حقیقت کو چاہیے کہ تاویل نہ لگا کر
 اگر کوئی حقیقت برخلاف امر واقعی کے ہے۔ تو بالمرہ حکم بطلان کا اسپر دنیا چاہیے۔ نہ کہ بطلان کو مرد کے
 حق بنانا۔ چہاں ہم۔ امر کے بارہ میں جناب کی خدمت میں واضح ہو کہ لفظ بیٹے اور پیدائشی کا بائبل میں دو طرح
 بیان ہوا ہے۔ یعنی ایک تو یہ کہ وہ یکتا ساتھ خدا کے ہو۔ دوم یہ کہ ایک من ساتھ رضا آہی کے جو۔ ایک
 تن وہ ہے جو باہت میں واحد ہو۔ اور ایک من وہ ہے جو باہت کا شریک نہیں بلکہ رضا کا شریک ہے
 کس بنی یا بزرگ کے بارہ میں بائبل میں یہ کہا ہے کہ لے تلوار میرے چرواہے۔ اور ہمارا اٹھنا ذکر یا
 ۱۳۔ ۷۔ اور پھر کس کے بارہ میں ایسا لکھا ہے۔ کہ تخت داؤدی پر بیٹا و اصدقنوا و یگا۔ پر میا ۲۲۔ اور کس
 یہ کہا کہ میں النفا۔ اویگا ذقار و طلق خداوند نہیں۔ اور کس کے بارہ میں یہ لکھا گیا۔ کہ میں جو حکمت ہوں
 قدیم سے خدا کے ساتھ رہتے تھے۔ اور میرے وسیلے سے یہ ساری خلقت ہوئی۔ اور یہ کہ جو کچھ خلقت کا
 ظہور ہے اسی کے وسیلے سے ہے۔ خدا باپ کو کسی نے نہیں دیکھا۔ لیکن اکلوتے (خدا) نے اسی ظاہر
 کر دیا۔ یوحنا۔ ۱۔ ۱۸۔ اب اسپر الضاف کیجئے کہ یہ الفاظ متعلق ایک تن کے ہیں۔ یا ایک من کے۔
 نیز یہ بھی ایک بات یاد رکھنے کے لائق ہے۔ یسعیاہ۔ ۹۔ ۶۔ میں کہ وہ جو بیٹا ہو بخشنا جاتا ہے۔ اور
 فرزند تولد ہوتا ہے۔ وہ ان خطابوں سے مفرط ہے۔ یعنی خدا قادر۔ آپ ابدیت شاہ سلامت مشیر
 عجیب تخت داؤدی پر آئینہ الاحسنی سلطنت کا زوال کہی نہ ہوگا۔ ششم۔ جو اپنے قرآن سے استدلال کیا ہے
 بچے انوس ہے کہ میں اب تک اسکو ابھامی ہونیکا قائل نہیں۔ جب آپ اسکو الہامی ثابت کر کے قائل کر دیں
 تو اسکی منادات آپ ہی مانی جائیگی۔ ہفتم۔ جناب من نظرت یا خلقت فعل آہی ہے۔ اور الہام قول آہی فعل
 اور قول میں تناقض نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی کلام مہم معلوم ہووے۔ یا لادی النظر میں شکل معلوم ہووے۔

تو اسکی تاویل ہم عقولات ہی سے کریں گے۔ ورنہ کہاں جائیگی۔ چنانچہ جناب خود ہی فرمادیا کہ اسوہ اول
 طلب کی تاویل واجب ہے اور جناب اس سے ہی بڑھ کر فرماتے ہیں کہ تجربہ کے برخلاف ہم کچھ نہ لیریں گے تو گویا
 یہی ریح کر تا طرف نقطہ کر کے ہے جسکو ساتھ ہم کلیتہً یقین نہیں ہیں۔ ہشتم جو اب آٹھویں کے اتنی ہی عرض ہے
 کہ جہاں بیٹے حقیقی اور غیر حقیقی کی امتیاز بائبل میں نہ تو ہماری عقل کو روک نہیں کہ ہم اس میں امتیاز
 نہ کریں اور دوسرے کے ساتھ ہی اگر یہی صفات ملتی ہوں جیسے مسیح کے ساتھ ہیں تو ہم انکو ہی مسیح جیسا
 مان لیں گے۔

یہ فرق ثانی کے پہلے پرچہ کی بعینہ نقل ہے۔ اب فریقین کے باقی پرچوں کے مطالب کا
 خلاصہ یا مختصراً نقل کیا جاتا ہے۔ اس اختصار کی وجہ یہ ہے کہ کا دیانی کے پرچہ اول کے بعد اسکا جو
 پرچہ نکلا ہے اس میں پرچہ اول کے سوال و اصل و دلائل کا بار بار تکرار و اعادہ ہوا ہے۔ اور جہاں کوئی نئی
 بات کہی ہے وہ اصل سوال و اہمیت مسیح سے اجنبی ہے۔ ایسا ہی فریق ثانی کی طرقت جو پرچہ اول کے
 بعد نکلا ہے وہ تکرار مطالب اور اجنبی باتوں کے بیان پر مشتمل ہے۔ لہذا فریقین کی اصل کلام کو پورا پورا
 نقل کرنا عبث و فضول اور بلا ضرورت اپنی اوقات کا خون کرنا ہے۔ اور ان کے نقل میں خلاصہ و
 واجب ہے۔ اس خلاصہ سے ناظرین ہماری اس رائے کی تصدیق کریں گے۔ اور خود بخود جان لیں گے کہ اس بحث
 کو فریقین نے بلا فائدہ طول دیا۔ اور اصل بحث سے شروع کیا۔ اور وہ اس خلاصہ کو پھر اس کے متعلق پہلا
 ریویو کے منتظر نہ رہیں گے۔ و مہذباً ہم اس خلاصہ پر ہی ریویو کریں گے۔ اگر ہمارے ناظرین پہلی دو تقریروں
 فریقین کے متعلق اسلامی ریویو کو پھر اس خلاصہ کے متعلق ریویو کرنیکی درخواست کریں گے۔ اور اسکا
 شوق ظاہر فرمادیں گے۔

خلاصہ پرچہ ۲۳ می کا دیانی

کا دیانی نے پرچہ اول ۲۳ می ۱۹۳۳ء میں ص ۵ سے ص ۵ تک اصل و دلائل پرچہ ۲۳ می
 کا بہت تطویل کے ساتھ اعادہ کیا۔ پھر ص ۵ میں کہا ہے کہ آدم کا بغیر باپ کے پیدا ہونا فریقین کے نزدیک مسلم
 ہے پھر ص ۵ میں کہا ہے کہ مستقر کی تسلیم سے خدا کی خالقیت کا انکار لازم نہیں آتا۔ کیونکہ فریقین

کی کتاب ثابت ہو کہ خدا تعالیٰ نے عیسا زین دآسمان کو پیدا کیا ہے وہ ایسا ہی اسکی مثل پیدا کر سکتا ہے۔ اسکی قدرت اور قوت جو استقرار سے ثابت ہو۔ اس حد تک ختم نہیں ہوتی۔ پر حضرت میں کہا ہے کہ جو پیشگو کیا ڈیٹی صاحب الوہیت مسیح کے متعلق پیش کی ہیں وہ زبردستی مان پر لگائی جاتی ہیں۔ ان پیشگوئیوں کو حضرت مسیح نے اپنے اور پر لگایا ہے یہودیوں نے انکو مسیح کے صحابین سمجھا اور نہ ان کے وہ مننے کئے۔ جو عیسا کی کرتے ہیں۔ آپ پہلا اصل عبرانی زبان میں ان پیشگوئیوں کو نقل کریں۔ پر یہ ثابت کریں کہ جو نے انکو اپنے اور لگایا ہے۔ پر یہ ہی ثابت کریں کہ کل مشرکین اور یہودی انکے ہی مننے کرتے ہیں۔ تو ہم اسکو قبول کریں گے۔

خلاصہ پرچہ ۲۳ می ۱۸۹۳ء فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈیٹی آہم نے پرچہ ۲۳ می ۱۸۹۳ء میں اول استقرار کی شرح کا سوال کیا ہے۔ چہر کا دیانی کو اس اصول کو کہ الہام اپنی شرح آپ کرے تسلیم کیا۔ مگر اسکے ساتھ یہ ضمیمہ لگا دیا ہے کہ الہام کو سمجھنے کے لئے عقل ایسی ہے جیسی آنکھ کے لئے خارجی روشنی۔ پر کہا ہے پیشگوئیوں کے مننے سمجھنے کے لئے یہودیوں کا اتفاق کیوں مانگا جاتا ہے۔ عبرانی لغت اور قواعد موجود ہیں جس نظر پر آپ گفت کریں گے پیش کیا جائیگا۔ پر کہا ہے پہلی روشنتوں میں پیشگوئیاں مسخر پر لگائی گئی ہیں اور اس پر مبنی ۲۶ باب اس۔ یسعیاہ ۶۔ باب ۱ سے ۱۲۔ بمقابلہ یوحنا ۲۲ آیت۔ ۱۰ و ۱۱ وغیرہ کا حوالہ دیا ہے۔ اور یہ سطور کو ناخوشیہ کیا کیونکہ ان حوالجات میں کہ عہد عتیق سے ایک ہی ایسا نہیں جس میں الوہیت کا ذکر یا اشارہ ہو۔ اور عہد جدید سے جو اس الوہیت کا منفس ہے اسکا ذکر پہلے پرچہ ۲۲ میں ہو چکا ہے۔ اور پرچہ ۲۵ می نین مفصل ہوگا۔ یہاں اسکا عمل ذکر مفصل ہے۔ اخیر میں کتاب اسکی کمال اور نجات کی بات سوال کیا ہے۔ اور ایک اجنبی بحث کو چھیڑ دیا۔ اور کا دیانی کو اس میں تامل کرنا اور اصل بحث سے منکل جاننا خوب موقع دیدیا۔

کا دیانی

اسکے جواب میں کا دیانی پرچہ دوم ۲۳ می ۱۸۹۳ء خوب کہل کیا ہے۔ اور کہیں کا کہیں منکل گیا

یا کہ اسو اول
بن گئے تو گویا
باہمی عرض
ن ان تیار
ج جیسا
طالب کا
را سکا جو
ت کوئی نئی
یہ اول کے
کو لور اور
اختصار
۱۲
اس بحث
می
تعلق پہلا
رو تقریروں
ہے اور اسکا
۱۸۹۳
پرچہ ۲۳ می
رہیکہ تم
فریقین

اس جواب میں کا دیانی نے دس باتیں کہی ہیں۔

(۱) ڈیٹی عبد اللہ جسم کو صرف منظر اللہ جانتے اور اللہ روح کو جانتے ہیں۔ تو کیوں صاف نہیں کہتے کہ ہم یہم کہ خدا جانتی ہیں (۲) جسم کو کسی شخص کا اسکا جز نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ چند برکات کے بعد بدل جاتا۔ اور ایک نیا جسم آجاتا ہے تو سچ کا پہلا جسم جسکے ساتھ انہوں نے تولد پایا تھا کفارہ نہ ہو اور نہ کسی کام آیا۔ (۳) اگر عیسائوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح درحقیقت خدا تعالیٰ ہے تو منظر کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا ہم انسان کو منظر انسان کہہ سکتے ہیں۔ (۴) اگر حضرت مسیح کی روح انسانی روح نہ تھی۔ تو اسکا ثبوت دین کہ انہوں نے مریم کے رحم میں اس طریق اور قائل قدرت سے روح حاصل نہیں کی۔ جس طرح انسان حاصل کرتے ہیں۔ (۵) خدا اپنے صفات کاملہ میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔ ایک صفت ہی باقی رہ جائے۔ تو آپس میں لفظ نہیں بولا جاتا۔ یہ خدائیں کیونکر ہو گئے۔ تفریق ناموں کی چاہتی ہے۔ کہ کسی صفت میں کمی بیشی ہو سگرجب عیسائی مان چکے ہیں۔ کہ کسی صفت میں کمی بیشی نہیں تو پھر تینوں اقنوم میں مابالاعتبار کیا ہے۔ (۶) جہاڑی کی خوشیل پیش کی گئی ہے۔ اسکی نسبت سوال ہے کہ قرآن میں کہا ان آیات ہے کہ ہمدانہ کہ میں تیرا رب ہوں آگیز سے آئی تھی۔ (۷) قرآن میں اس موقع پر کہا ان کہا ہے کہ میں اسحق ابراہیم کا باپ ہوں۔ (۸) تو رت میں یکتن ایک من کی تشریح کہاں ہے (۹) اگر مسیح کوین اللہ کہتے سے یکتن ہونا نکالا ہے تو ارنیبار اس لقب کے زیادہ مستحق ہیں جبکہ خدا کہا گیا ہے سو پیکر یوحنا ۱۔ باب ۳۵۔ (۱۰) ابن اللہ سے پیکر تعریفوں کے متضمن جو مسیح کے حق میں پیشگوئیاں پیش کیں گئیں۔ وہ ہماری شرط کے موافق نہیں۔ نہ یہودیوں نے ان کے وہ معنی کئے جو عیسائی کرتے ہیں۔ نہ حضرت مسیح نے بلکہ مسیح نے انکو صاف رد کر دیا ہے۔ چنانچہ یوحنا

۱۔ باب ۳ میں ہے۔

فصل تالی

اسکے جواب میں ڈیٹی آہتم نے پرچہ اول ۲۲۶ ص ۹۳ میں اول کا دیانی کے اس امر کو

تو کیوں صاف
 کیونکہ وہ چند پرک
 تو لہ یا یا تھا کفارہ
 ارا تعالے ہے
 اگر حضرت مسیح
 طریق اور قائل
 اپنے صفات
 لہ لولا جاتا ہے
 ہو سکر جب
 بلا امتیاز کیا
 میں کہاں
 نع پر کہاں
 شیخ کہاں ہے
 ہیں جنکو
 ان جو یہ کہے
 ان کے وہ
 چنانچہ چنانچہ
 س راکو

تسلیم کر لینے پر کہ آدم کی پیدائش استقرا سے مستثنیٰ ہے خوشی ظاہر کی ہے۔ پھر کادیا نی کو سوال
 اول کے جواب سے سکوت اختیار کر کے اسکے دوسرے سوال کے جواب میں کہا ہے کہ ہم انسانی جسم کو
 مسیح نہیں کہتے۔ اسکو نظر انداز کہتے ہیں۔ یعنی جائے ظہور اللہ۔ لہذا اسکا قائم و دائم رہنا کفارہ
 ہونیکے لئے ضروری نہ تھا۔ پھر اس کے تیسرے سوال کے جواب میں کہا ہے۔ انسان میں تین چیزیں
 (جسم جان۔ روح) علیحدہ علیحدہ ہیں مسیح کا خدا یا منظر اللہ ہونا ان ساری چیزوں سے علیحدہ
 ہے۔ اور وہ قائم فی نفسہ ہے۔ پھر اسکی چوتھی بات کے جواب میں کہا ہے کہ مسیح کی انسانی روح تو
 قدرت کے موافق پیدا نہیں ہوئی۔ تاہم وہ خلقت میں سادی ہے۔ اور ایک روح دوسری
 روح سے حاصل نہیں ہوتی۔ پھر کہیں کہا کہ مسیح کی روح مریم کی روح سے حاصل ہوئی۔ کیوں کہ میں
 کہ وہ نئی مخلوق ہوئی۔ ماسوا اس کے الوہیت سے اسکو عطا فرمایا۔ ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ منظر اللہ
 ماسوا انسانیت کے ہے۔ پھر چوتھا سوال پنجم کے کہا ہے۔ تسلیمتہ ایک صورت میں ایک ہے
 دوسری صورت میں تین جیسے سجی ایسے نظری ہے کہ انہوں نے ایک مثل سجی قائم فی نفسہ ہے
 دوسری مثل بے نظیری لازم دلتروم۔ پھر چوتھا سوال ششم کادیا نی کے سورہ قصص سورہ طہ
 جھاڑی میں سے یہ آواز آتا کہ میں تیرا رب ہوں۔ نقل کر کے کادیا نی کو شرمندہ کیا۔ پھر چوتھا
 سوال ہفتم کادیا نی اپنی غلطی کو مانگہ یہ کہا ہے کہ یہ ذکر تو ریت میں ہے نہ قرآن میں۔ پھر چوتھا
 ہشتم کادیا نی یہ اعتراف کیا کہ یہ ہمارا استباہ و اجتہاد ہے تو ریت میں یہ صریح الفاظ نہیں ہیں۔ پھر
 جواب سوال تم دوہم کادیا نی کہا ہے کہ کسی نبی کے سچے رہنے والے الفاظ نہیں کہے گئے جو مسیح کے حق
 میں کہے گئے ہیں۔ اور نہ کریا و لیسیاہ برسیا کے ابابند کو ریت ۲۲ کا اعادہ کہا اور کہا۔ اور کہا یوحنا
 ۱۰۔ باب ۲۵ میں مسیح نے نہ تو ان پیشگوئیوں سے انکار کیا نہ اثبات بلکہ صرف یہودیوں کی دکان بند
 کادیا نی

اس کے جواب میں کادیا نی نے پھر چوتھا سوال ۲۲ میں پہلے استقرا کی وہ شرح کی جو
 اسکے پرحوالے سے صفحہ (۲۱۹) منقول ہو چکی ہے۔ پھر چوتھی آیت سے اس قاعدہ کو تسلیم کر لینا کہ

کہا ہے کہ الہام اپنی نعرہ آپ کرے مگر اس کے ضمن میں ایک ایسی بات ان کے ذمہ لگادی ہے۔
 انکی کلام سابق میں بائی نہیں جاتی۔ ڈگوا سپر ڈیٹی آتم کا سکوت کرنا اسکا اسکا کو قائل بناتا ہے۔
 وہ یہ کہ آپکے نزدیک الہام کے لئے یہ ضروری نہیں۔ کہ وہ ایسوی دعادی کو آپ دلائل عقلیہ سے ثابت کرے
 پھر اس بات پر انکو وہ الزام دیا ہے۔ جو اس سالہ کے مشائخ میں کا دیانی کی کلام سے منقول ہوا ہے
 پتر انجیل یوحنا باب ۱۰۔ کی یہ اصل عبارت نقل کی ہے کہ تیرا باپ جسو اپنی مجھے دیا ہے۔ رستے بڑا
 سو۔ اور کوئی ماد نہیں میری روایکے ماتھے سے نہیں لے سکتا۔ میں اور باپ ایک ہیں۔ تب یہودیوں نے
 پتر پتر اٹھائے۔ کہ اسپر پتر او کرین۔ یسوع نے او نہیں جواب دیا کہ میں نے اپنے باپکے بہت کچھ
 کام تمہیں دکھائے ہیں۔ ان میں کسی کام کے لئے تم مجھے پتر او کرتے ہو۔ یہودیوں نے اسو جواب دیا
 اور کہا کہ ہم تجھے کچھ کام کے لئے نہیں بلکہ اسلئے تجھے پتر او کرتے ہیں کہ تو کفر کہتا ہے۔ اور انسان
 ہو کے اپنی تئیں خدا بناتا ہے۔ یسوع نے انہیں جواب دیا کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں کہا ہے
 کہ میں نے کہا تم خدا ہو جیسا اس نے او نہیں جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ خدا کہا۔ اور ممکن نہیں کہ
 کتاب باطل ہو تم سے جسو خدا نے مخصوص کیا۔ اور جو ان میں پہنچا کہتے ہو۔ کہ تو کفر کہتا ہے۔ کہ میں
 کہا۔ میں خدا کا بیٹا ہوں ہوں۔ پتر کہا۔ اب ہر ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ یہودیوں کا یہ اعتراض اور
 خیال تھا۔ کہ یہ اپنے تئیں خدا تالے کا حقیقی بیٹا قرار دیتا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت یسوع نے
 صاف غفلتوں میں کہنا کہ مجھ میں کوئی بات زیادہ نہیں۔ دیکھو تمہارے تھمیں تو خدا کا اطلاق ہی ہوا
 انبلا ہے کہ اگر حضرت یسوع درحقیقت اپنی تئیں ابن اللہ جانتے تو اس بحث اور پرغاش کے وقت مردیوں
 ہو کر صاف کہتے کہ میں درحقیقت ابن اللہ ہوں۔ اور وہ تمام پیشگوئیاں پیش کر دیتے جو ڈیٹی صاف
 پیش کی ہیں۔ اور یہ کہتے کہ تم تو صرف خدا کا بیٹا کہنے پر ناراض ہو گئے ہو۔ میں تو بوجوب فلان و فلان
 پیشگوئی کا درمطلق ہی ہوں۔ خدا کا بیٹا ہی ہوں۔ کو نہ سارے تہ خدا ہی ہے۔ جو مجھ میں نہیں ہے
 ان میں کا دیانی نے کہا ہے کہ یہودیوں کا اتفاق اسلئے طلب کیا گیا ہے کہ یسوع نے خود کہا ہے کہ فقیر
 و فریسی ہونے کے گدی پر ہیں۔ وہ جو کچھ تمہیں ماننے کو کہیں۔ وہ عمل میں لاؤ۔ لیکن ان کو کسی کام

ذکر و کونکہ وہ کہتے ہیں۔ پر کرتے نہیں۔^{۴۳}

فرق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی آٹم نے پیرچہ دوم ۲۲-۲۱ میں ۱۹۹۳ء میں اپیل کی افضلیت و کمال اس آئین کے عہد حوالوں سے بیان کی جسکو اصل مدعا سے کوئی تعلق نہیں (۲۱) پر کا دیانی کے معنی منتظر اور کوشش کر کے کہ ہے۔ کہ مسیح کا مقصد یہ اس سے مشتق ہے۔ جس پر پیشگوئیاں سابق الذکر دلیل ہیں و مزید براں مسلک کفر نے الوحدت و عہد عتیق میں موجود ہے۔ اول پیشکش باب آیت ۲۶ میں کہ خدا نے کہا کہ ہم آدم کو اپنی صورتوں اور اپنی تشنگوں پر بناویں۔ اور پیدائش ۲۔ باب ۲۳ میں کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا۔ پھر دو دیوانے اور اچھے بالقا سے جا لپٹے ہیں۔ اور ان کی تاویل کے عدم صحت کے منظر ہوئے۔ پھر کہا الوہیت مسیح و تثلیث اور اک سے باہر ہے۔ پتھنہ اسکا ارکان عقل سے ثابت کرنا (۲۵) آخر میں یوحنا باب ۱۰ کا وہی جواب دیا۔ جو پہلے پیرچہ ۲۲ میں ذکر چکے ہیں۔

کا دیانی

اسکے جواب میں کا دیانی پیرچہ اول ۱۵ مئی ۱۹۹۳ء میں قرآن کے کمال کی بحث کی ہے جسکو اصل سوال الوہیت مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔

فرق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی آٹم نے پیرچہ ۲۵-۲۴ میں ۱۹۹۳ء میں ایک فہرست پیش کی ہے جس میں پہلے الوہیت مسیح کے ثبوت میں یہ لیاہ۔ ۲۳-۲۲ باب ۶ سے نقل کیا ہے۔ اسکے نولں یہود و انجالت پاویگا۔ اور اسرائیل سناتتی سے سکونت کرے گا۔ اور اسکا پند نام رکھا جاویگا۔ خداوند ہماری صداقت اہل میں ہے یہود و اصغر قینیو۔ پھر لیاہ۔ ۲۴-۲۳ باب ۱۰ سے نقل کیا ہے۔ دیکھو کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹیا جننے گی اور اسکا نام یافا نائل رکھیں گے۔ تم مخصوص یہ باندہ ہو پوروہ باطل ہوگا۔ حکم سناؤ پوروہ نہ شیر لگا۔ کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اور اسکے تائید میں چند حوالے اور دیے ہیں (۲۳) پیرچہ ۲۴ کے چند لازمی حقائق سے اسکی الوہیت ثابت کی ہے اور پیرچہ ۲۵ میں اسکا سبب تفصیل میں ذکر کیا گیا۔

لگا دی ہے۔ جو
 اہل نبی ہے۔
 یہ سونابت کرے
 مستقل ہوا ہے
 ہے۔ جسے بنا
 یہودیوں نے
 اپنے بہت کچھ
 لے اسو جواب دیا
 ہے۔ اور انسان
 نہیں کہا ہے
 ارکان نہیں کہ
 ہے۔ کہینے
 یہ اعتراض اور
 حضرت یہ نے
 اطلاق ہی ہوا
 لے وقت مردیہ
 جو ڈپٹی صاحب نے
 ب فلان وقت
 نہیں ہے
 ہے کہ فقیر
 ان کو سکا

اول ازلیت

اسکے ثبوت میں یوحنا اباب ۱ سے ۳ کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اس سے موجود ہوئی ہیں اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔ جو بغیر اسکے ہوئی ہو اور یوحنا اباب ۵ سے نقل کیا ہے۔ یسوع نے کہا: میں بتیسی سچ کہتا ہوں کہ پیشتر اس سے کہ ابراہام ہو میں ہوں۔ اور مکاشفات اباب ۱ سے نقل کیا ہے۔ کہ میں الفا اور اومیکا اول آخر جو ہے اور تھا۔ اور آئے والا قادر مطلق ہوں۔

دوم خالقیت

اسکے ثبوت میں یوحنا اباب ۳ و ۴ سے نقل کیا ہے۔ سب چیزیں اسی سے موجود ہوئیں کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اسکے ہوئی ہو۔ سوم محافظ کل الہی اسکے ثبوت میں سی اباب ۱ سے نقل کیا ہے۔ وہ جب آگے ہوا اور اس سے ساری چیزیں بحال ہوتی ہیں۔

چہارم لائیبیل

اسکے ثبوت میں عبرانی ۱۳ سے نقل کیا ہے۔ یسوع مسیح کل اور آج ابد تک ایک سان ہے۔

پنجم دانی

اسکے ثبوت میں مکاشفات ۱۱ سے نقل کیا ہے۔ میں وہی ہوں یعنی مسیح جو دلال درگردو نکا جا پختے والا ہوں۔ اور میں تم میں سے ہر ایک کو اسکے کاموں کا بدلہ دوں گا۔ ششم حاضر و ناظر (مکانی)

اس کے ثبوت میں متی ۱۱ سے نقل کیا ہے۔ جہاں دو باتیں میرے نام پر اکٹھے ہوں وہاں میں ان کے بیچ میں ہوں۔ (زمانی) اس کے ثبوت میں متی ۲۱ یوحنا ۱۱ کا حرف حوالہ دیا ہے۔

ہفتم فاد مطلق

اسکے ثبوت میں پونہاچ سے نقل کیا ہے جس طرح باپ مردواٹھا تا ہے اور جلاتا ہے بیٹا بھی
 نہیں چاہتا ہے جلاتا ہے اور کاشفات پہ سے قول سابق الذکر نقل کیا ہے۔
 ہفتم جب کو خوش بانی سے سوم قرار دیا، مسیح مالک کل ہر
 اسکے ثبوت میں رومی ۱۲ باب ۹ سے نقل کیا ہے کہ مسیح ایسے ہوا۔ اور اٹھا اور جیا کہ مردوں
 اور زندوں کا بھی خداوند ہوا۔ متطووس ۱۰ اعمال ۱۴ وغیرہ۔
 نهم (یا بقول آتم چہارم) مسیح کل عالم کا اختیار رکھتا ہے
 اس کے ثبوت میں متی ۱۱ سے نقل کیا ہے کہ یسوع نے پاس آکر ایسے کہا کہ آسمان
 وزمین کا سارا اختیار مجھے دیا گیا۔

دہم (یا بقول آتم پنجم) مسیح کی پرستش

اس کے ثبوت میں متی ۲۲ وغیرہ کو پیش کیا ہے۔
 یازدہم (یا بقول آتم ششم) مسیح کو دعا مانگی جاتی ہے
 اس کے ثبوت میں اعمال ۱۷ وغیرہ کو پیش کیا۔
 دوازدہم (یا بقول آتم ہفتم) مسیح دنیا کی عدالت کریگا۔
 اس کے ثبوت میں متی ۲۵ سے نقل کیا ہے ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق بدلہ دے گا۔
 سیزدہم (یا بقول آتم ہشتم) مسیح گناہ بخشا ہے۔
 اس کے ثبوت میں متی ۲۶ سے نقل کیا ہے ابن آدم کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے۔
 چہار دہم (یا بقول آتم نهم) مسیح اپنے فرشتوں کو بھیجتا ہے
 اسکے ثبوت میں مکاشفات ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰
 کرنے کے بعد ڈیٹی آتم نے ایک نوٹ کی ضمن میں کہا ہے کہ اگر مسیح محض انسان ہوتا تو صفات
 مذکورہ بالا جو فقط ذات باری پر عائد ہو سکتی ہیں اس پر کس طرح عائد ہو سکتی ہیں۔

جلد ۱۶

م تھا۔ اور
 کے ہوئی ہو
 سے کہا راہم
 ز جو ہے او

پر وہ ہوئیں

نہیں مجال

لا اور گردن کا

پاکھے ہو

م کا صرف

کاویانی

اسکے جواب میں کاویانی پر چودھم مئی ۱۸۹۳ء میں ہی پرانا روزنامہ روایا ہے کہ پیشگو یاران
 مری شرط کے موافق نہیں۔ میری شرط یہ تھی کہ پہلے الہامی کتاب سے دعوت الہیت مسیح پیش
 کیا جائے پھر عقلی دلائل سے انکا ثبوت دیا جائے۔ اور یہ پیشگو یاران عقلی دلائل نہیں بلکہ
 خود دعا سے ہیں جو محتاج ثبوت ہیں۔ اسکے بعد وہی پورا ناقول مسیح کا یوحنا باب ۱۰ سے
 نقل کیا اور کہا کہ اس قول میں مسیح نے اپنی الوہیت سے صاف انکار کیا ہے۔ اسکے بعد کہا کہ
 مسیح خدا یا خدا کا حقیقی بیٹا ہوتا تو یوں دیوں کے جواب میں بقول ڈیوی عبد اللہ اہم ڈر جانان اور تعویہ
 کرتا۔ بلکہ صاف الوہیت کے دعویٰ ہوتا اور اسکے ثبوت میں پیشگو یاران پیش کرتا۔ اور دوسرا ثبوت یہی
 الوہیت کا یہ پیش کرنا کہ میں نے ظنان میں پیدا کی ہے۔ اسکے بعد ان پیشگو یوں کے مقابلہ و معارضہ میں
 چار مقام نجیل کے پیش کیے۔ اول وہ مقام جس میں مسیح نے قیامت کے علم سے لاعلمی ظاہر کی تھی
 دوم وہ مقام متی ۱۹ جس میں آپ نے اس شخص کو کہا تھا۔ فرمایا ہے کوئی نیک
 نہیں۔ مگر ایک خدا سوم وہ مقام متی ۲۶ جس میں آپ نے بہشت کی داریں بائیں ہتھیلی سے
 کی درخواست کے جواب میں فرمایا ہے کہ تمہیں میرا اختیار نہیں ہے۔ چھٹا دم وہ مقام متی ۲۶
 آپ کا علی باب سے بچنے کے لئے رو کر دعا کرنا پایا جاتا ہے۔ پھر کاویانی نے کہا ہے کہ آپ نے
 حواریوں سے بھی دعا کرائی تھی جیسے خاں انسان مصیبتوں کے وقت سجدوں میں جا کر دعا میں کہاتے
 ہیں۔ مگر وہ دعا قبول نہ ہوئی۔ پھر کہا اس سے دو عالم پیشگو یاران رو ہو گئیں آخر میں کاویانی نے پھر کہا
 کہ اگر آپ مسیح کو قادر مطلق کہتے ہیں تو آپ اس سے نشان طلب کریں۔ اور میں خدا تمہارے لئے
 (جو حقیقت قادر مطلق ہے نہ گنہگار اور وہ مجھ سے بالمقابلہ نشان دیکھنا وعدہ کر چکا ہے)
 طلب کرتا ہوں۔ اگر بالمقابلہ میں نشان دیکھانے سے قاصر رہا۔ یا آپ نے میرے مقابلہ کوئی
 نشان دیکھا دیا تو میں ہر ایک سزا کو اپنے اوپر اٹھا لوں گا۔

جلد ۱۹
 پیگلو مار
 پش
 بلکہ
 اسے
 کہا کہ
 اور تقریب
 تہی
 رہیں
 کی تھی
 ایک
 یا ہے
 ۲۳
 ہا ہے
 کرانے
 ہ چہ کہا
 سے
 ہے
 کوئی

سریق - ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی آتم نے پھر اقل ۶ مئی ۱۸۹۲ء کو لکھنے لگا کہ ہرانی با تو نکا اعاوہ کیا اور بعض جو نبی لکھیں وہ اسل مدعا سے غیبی کہیں آؤں گی یو بنا باب ۱۰ کا وہی پڑانا جواب دیا ہمیں استفادہ بڑا دیا کہ یہ جواب اپنی انڈایت کے نظر سے دیا تھا اور آپ سے یہ فرمایا کہ اگر میں اپنی انڈایت سے بھی اپنے آپ کو ابن اللہ ہوں تو اس سے کچھ زیادہ نہیں کہ تمہارے سے نبی خدا کا ناسٹے پھر (۲۳) کہا وہ اپنی انڈایت میں جو مخصوص اور سرسایہ شخص تھا جسکے معنی الوہیت کے کو کہتے ہیں۔ پھر (۲۴) کہ لکھتے ہو قیامت اور بہشت کے دانے پٹیس مچھانے کے اختیار کی نفی کی ہے اسکے اتناں برینگی نظر سے ہے۔ اور ایسی ہی نیک ہونے کی اور اکیلے خدا کے نیک ہونے کا اثبات اس شخص کے خطاب میں تھا جو شکونیک نہ سمجھتا تھا۔ پھر (۲۵) کہا قرآن کا راہ نجات میں کہا کہ چونکہ ہے۔ اور کہا تمہارے توجید سے حصول نجات ناممکن ہے شیطان بھی خدا کو ایک جانتا اور ایک کتا تھا۔ اور کہا سداقت محتاج دلیل نہیں ہوتی لہذا وہ پیشگو یا حج خود خدا و دلائل ہیں۔ مخرج ثبوت و دلائل نہیں ہیں۔ پھر (۲۶) کہا مسیح نے بحیثیت انسانی کچھ نہیں بنایا۔ مگر بحیثیت الوہیت سب کچھ اور اس نے بنسایا۔ مسیح ہودیوں سے (۲۷) ڈر نہیں گیا بلکہ اگلے غصہ کو فرو کیا۔ پھر (۲۸) کہا مسیح نے مظہر اللہ ہو کر وہ صفات ظاہر کئے ہیں جو اور ظہر نہیں ہو سکتے تھے۔ اور کہا خدا کا باپ ہونا۔ مٹی پلے خدا محبت ہے یو ہونا ۳۱ خارج ہے یو ہونا ہم۔ اور کہا اکثرت فی الوحدت اوریت میں صاف لکھی تھی اور اس پر آیات منقولہ صفحہ ۲۲۹ کا حوالہ دیا۔ اور کہا فریسی اور فقہوں کے حق میں مسیح کے قول کر دو کا دیانی کے پھر (۲۹) مئی سے صفحہ ۲۲۸ رسالہ نہ منقول ہے) یہ سنی ہیں کہ وہ کو مخالفہ اوریت میں ساور کہا بدن مسیح کے زوال کو کفارہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

کاویانی

کاویانی نے اسکے جواب میں پھر اول ۲۷ مئی ۱۸۹۲ء میں کہا کہ نجات کی طوائفی اور

اجنبی بحث کی ہے اور اسکا ثمرہ بہت یافتہ سے نشان نمائی و صدور کرامات قرار دیا ہے۔ اور اس میں اپنی مخاطب سے چیلنج طلب معارضہ مقابله کیا۔ اور کہا ہے کہ اگر آپ نجات پر ہیں تو نشان دکھادیں یا اپنے عجز کا اقرار کر کے مجھ سے نشان طلب کریں۔ مجھے خالقانے نے فتح اور نشان نمائی کا وعدہ دیا ہے میں ضرور نشان دکھاؤں گا۔ اور آپ پر تم یا ونکا۔ *

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی عبداللہ آتم نے پرچہ دوم ۲۶ مئی ۱۸۹۳ء یوحنا باب ۱۰ کا وہی پُرانا جو اب دیا ہے کہ مسیح نے یو دیونکو بچے کہا تھا۔ کہ میں انسان ہو کر بھی اپنی آپ کو ابن اللہ کہہ سکتا ہوں اور کہا ہے کہ جواب کی نسبت یہ کہنا کہ مسیح نے یہ کیوں نہ کہا کہ میری الوہیت کی تصدیق فلان فلان پیشگوئی میں ہے خدا کی کلام میں چون چرا کرنا ہے اور کہنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ خالنے دو آنکھیں پیشانی کر بیچھے کیوں نہ لگادیں۔ پھر کہا کہ کاویانی نے یہ سچ نہیں کہا کہ مسیح نے حواریوں سے دعا چاہی۔ پھر کہا نشان دکھانے سے ہم عاجز ہیں۔ اپنی اندر اس کی استطاعت نہیں کہتی۔ لیکن جناب کو اسپرنا زہر تو آپ نشان دکھادیں یہ تین شخص پیش کر جاتے ہیں ایک اندھا۔ ایک لنگڑا۔ ایک گونگا آپ انکو اچھا کر دکھادیں۔ اور خلق خدا پر رحم کریں۔ اور اپنا چیلنج پورا کریں۔ پھر کہا نجات کے بارے میں جو آپ نے کہا ہے اسکی پرتال ہم آئندہ کرینگے۔ کیونکہ اسکا موقعہ وہی ہے۔ جب ہمارے حملے شروع ہونگے اس قول میں ڈپٹی آتم نے صاف اقرار کیا۔ کہ اس موقعہ پر نجات کی بحث اجنبی ہے اور یہ نہ سوچا کہ پھر ہم نے اس بحث کو کیوں چھیڑا۔ اور پرچہ نمبر ۲۳ و ۲۶ مئی ۱۸۹۳ء میں کیوں اس کی بات سوال کیا اور کاویانی کو خروج از بحث کا کیوں موقعہ دیا۔ *

کاویانی

اسکے جواب میں کاویانی نے پرچہ دوم ۲۶ مئی ۱۸۹۳ء پھر مسیح کا قول نہیں یوحنا باب ۱۰ پیش کیا۔ اور لفظ مخصوص اور نسل کا بھجوا دیا ہے کہ یہ الفاظ موسیٰ اور ہارون کے حق میں کہے گئے ہیں۔ اور آپس پر چہاں جوالے دیئے۔ پھر نشان نمائی کی درخواست کا جواب

یہ ویسا ہے کہ ایسے خاص نشان دکھانا مسیحیوں کے لئے حضرت عیسیٰ نشان قرار دے گئے اور فرما گئے ہیں کہ اگر تم سچے ایماندار ہو تو تمہاری یہ علامت ہے کہ بیمار پر ہاتھ رکھو گے وہ چمکا ہو جائے گا اور حضرت مسیح بھی فرماتے ہیں کہ اگر تم میں رالی کے وانہ برابر ایمان ہوتا تو اگر تم پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے چلا جا تو وہ چلا جاتا۔ بناء علیہ آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہی ان بیماریوں پر ہاتھ رکھ کر انکو چمکا کریں۔ ورنہ رالی برابر بھی ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا کچھ کہہ کر یا لازم ہم پر عاید نہیں ہوتا ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہماری بیہوشی مقرر نہیں کی۔ اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تمکو ٹھیک کر دیا جائیگا۔ کہ تم اقتداری طور پر جو نشان چاہو گے دکھاؤ گے بلکہ صاف فرمادیا کہ **قل انما الایات عند اللہ** یعنی انکو کہہ سے کہ نشان اللہ کے پاس ہیں جس نشان کو خدا چاہتا ہے اور کون ظاہر کرتا ہے۔ اور کما حضرت مسیح بھی اقتداری نشان دکھانے سے عاجز ہے۔ مرقس ۱۸ اور ۱۱ میں ہے کہ اُس نے فریسیوں کو کہینچ کر نشان دکھانے سے صاف انکار کر دیا۔ یہودیوں نے کہا تھا کہ مسیح اسرائیل کا بادشاہ ہے تو صلیب سے اُتر آوے۔ مسیح نہ اُتر کے متی ۱۲-۳۸ میں ہے کہ اُس نے کہا کہ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان مانگتے ہیں۔ پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان نہ دکھلایا جائیگا۔ اور کما خدا تعالیٰ مجھے جو نشان دکھانے کا وعدہ دیا ہے۔ اُس سے یہ مراد ہے کہ کوئی ایسا نشان ہو گا جو انسانی طاقتوں سے باہر ہو گا معلوم نہیں کہ کس طور کا ہو گا اگر میں آہیں جھوٹا انکوں تو جو سزا آپ چاہیں مجھے منظور ہے۔ اور اگر مجھ سے ایسے خاص نشان چاہیں گے جیسے حضرت مسیح بھی نہیں دکھا سکے۔ بلکہ سوال کرنیوالوں کو دو گایاں بنا دیں تو میری نزدیک ایسے نشان دکھانے کا دم مارنا کفر ہے۔

۱۵) یہاں تو یہ تصریح ہے۔ اور کتاب رساوس کے صفحہ ۶۵-۶۶-۶۷ وغیرہ میں اہل کمال کے لئے اقتداری خوارق حاصل ہونے کا وعدہ کیا ہے صفحہ ۶۷ میں کہا ہے اور ہمارے ہادی و معتد ابنی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اقتداری خوارق صرف آپ ہی دکھائے ہیں بلکہ ان خوارق کا ایک سلسلہ روز قیامت تک اپنی امت میں چھوڑ دیا۔

۱۲ اور اس میں
ن دکھادیں
آئی کا وعدہ

پڑانا جو ایسا ہے
رکھا ہے اس
شکیلی میں
نیانی کو پیچھے
بچھڑا کہا
لو اسپر ناز ہو
گو نکا آپ
کے بارہ ہیں
یے حملے شروع
ہے اور
اس کی بات

باب ۱۰
دن کے
کا جواب

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈیڑھی آٹھم پرچہ، مئی ۱۸۹۳ء میں پہلے راہ نجات و نشانی نجات کی بحث کو آئندہ ہفتہ پرستوی کیا داب ایک سو جہا کہ اس پہنچتی بحث کو سمجھنے کے وقت اور بے عمل پھر ا تھا۔ پھر قول یوحنا باب ۱۰ کے نسبت کہا کہ ہم اس کا جواب بارٹ سے چکے ہیں۔ اس کا اعادہ و تکرار کیوں چلا جاتا ہے۔ پھر لفظ مخصوص و مرسل کے معنی غیر مسیح پائے جانے سے انکار کیا گیا۔ پھر کہا عیسائی مذہب میں نشان نمائی کی علامت ہمیشہ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ کی علامت محبت ہے اور اس پر اعمال ۱۴م اول قرتی ۱۲وہ کا حوالہ دیا۔ پھر کہا مسیح نے مطلق نشان دکھانے سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ خاص کر بد اور حرام کاروں کو جو نشان دیکھ کر ٹھٹھا کرنے کو اور نشان مانگتے تھے۔ نشان دکھانے سے انکار کیا۔ پھر کہا اور حرام کاروں کو بد اور حرام کاروں کو کنا گالی نہیں۔ آپ ایک معصوم بننے کی طرف گالی دینے کو منسوب کرتے ہیں۔ اور آپ اسلام کی موافقت نہیں کرتے۔

کا دیانی

اسکے جواب میں کا دیانی پرچہ، مئی ۱۸۹۳ء میں وہی پرانا ردنا روایا ہے۔ کیر میری سوال کا جواب میری شرط کے موافق نہیں دیا گیا۔ شرط یہ تھی کہ پہلے انجیل سے دعویٰ الوہیت مسیح پیش کیا جاوے۔ پھر اسی انجیل سے اسکے عقلی دلائل لگائے جائیں مگر ڈیڑھی صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ بجائے دلائل عقلیہ انجیل ہی کے چند پیشگی بیانیوں کو جو خود دعاوی ہیں۔ نہ دلائل پیش کر دیا ہے۔ ایسے دعاوی تو ہندو بھی اپنے برانوں اور ساتروں سے پیش کرتے ہیں۔ اور اور کئی برہانوں کا دعویٰ الوہیت ثابت کرتے ہیں۔ پھر جب ان کے نقلی دلائل سے برہانوں کا دعویٰ الوہیت ثابت نہ ہوئی تو ان پیشگی بیانیوں سے حضرت مسیح کی الوہیت کیہ ثابت ہو سکتی ہے۔ انجیل یوحنا باب ۱۰ سے قول مسیح پیش کیا۔ اور اس سے مسیح کا انکار الوہیت لگایا۔ جو کا دیانی کی طرف سے نقل ہو چکا ہے۔ پھر ان پیشگی بیانیوں کے مقابلہ چند آیات قرآن کو پیش کیا جنہیں یہ بیان

کہ یہود افسانے کے معبود و عظیم و مسیح و اجبار و رعبان لایق عبادت نہیں ہیں۔ بچہ لوگ کسی چیز کے خالق نہیں۔ پھر اسکے بیچ میں محض عجمی بات بچہ بھی کہی کہ مسیح نے کہا ہے کہ روح حق آوے تو تمہیں سچائی کی راہ بتا دے اور اس سے آنحضرت مراد ہیں مذہب القدس۔ پھر ڈپٹی آتم کے اس بات کا کہ چاند سورج وغیرہ حضرت مسیح نے پیدا کئے ہیں۔ بچہ جواب دیا ہے کہ یہ دعویٰ ہے نہ دلیل۔ پھر عیسائی مذہب میں نشان نمائی کے عام ہونے پر یوحنا ۱۴ سے نقل کیا کہ جو کچھ ایمان لاتا ہے۔ جو میں کام کرتا وہی کام کرے گا۔ پھر اسکے دست آور سے عیسائیوں سے نشان طلب کیا۔ پھر کہا ہے کہ مسیح نے اگر خاص لوگوں کو نشان دکھانے سے انکار کیا تھا۔ جو دیکھ چکے ہیں تو میں بھی تم کو ایک نشان دکھا چکوں۔ جبکہ ان نشان ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲ میں ذکر ہے دینے پھر مجھ سے دوبارہ نشان مانگتے ہو تو میں ہی انکار کر سکتا ہوں۔ جیسے مسیح نے کیا تھا۔ پھر اخیر میں کہا کہ میں آئندہ بھی نشان دکھانے کو تیار ہوں۔ صرف درخواست اور تحریر شرائط کے ذریعہ ہے۔ پھر گالی دینے کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ایک الزامی جواب ہے۔ آپ ہی کے مذہب کو موافق بنا گیا ہے۔ میں حضرت مسیح کو ایک سچا بنی جانتا ہوں۔

فریق ثانی

اسکے جواب میں کاویانی کے دوسرے خصم ڈاکٹر ایچ ایم کلارک ڈپٹی عبداللہ آتم کے بیماری کی علت سے میدان میں آئے اور انہوں نے یہی اپنے پرچہ اول ۱۸۹۳ء میں لکھی پرانی باتیں ڈپٹی آتم کی کہی ہوئی کہیں۔ اور کچھ نئی کہیں جنہیں بعض اصل مقصود سے حنبی ہیں۔ اول آپ لکھتے ہیں۔ مسیح اور رام چندر اور جلالی سخیل و رہندوں کی کتابیں کیساں نہیں۔ ایسی تشبیہ گناہ ہے، مدعیان الوہیت اگر تھوٹے ہوئے ہیں تو ان میں کوئی سچا بھی ضرور ہوگا۔ جیسے کھوٹے روپیوں میں کھرا بھی ہوتا ہے (۲) پیشگوئیاں جو پیش کی گئی ہیں خود عہد قبتیں ہیں نہ دعاوی انکو عقل سے پرکھنا ہمارا حق نہیں۔ خدا کی شہادت سب سے بڑھ کر ہے۔ ان سب پیشگوئیوں کو مسیح نے اپنے اوپر کئے دفعہ لگا لہے۔ دیکھو متی ۲۲ باب ۱۴۔ آت لوجینا

ت کی بحث
بے محل پھر
سکا اعادہ
سے انکار
ہمیشہ کی
ملق نشان
کو آؤ نشان
لی نہیں۔
واقف

سوال کا
بیت مسیح
نے ایسا
نہ دلائل
ہے۔ اور
برجائین
۲۲
کاویانی کی
یہ بیان

۳۵ متھی ۱۱۔ وغیرہ ۵۵) یوحنا باب ۱۰ کا جواب بارہا دیا گیا ہے معلوم نہیں کیوں خیال میں نہیں آتا۔ اس میں مسیح نے الوہیت کا دعوے کیے تھے کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔ ابتدا میں کلام تھا کلام خدا کے ساتھ تھا۔ کلام خدا تھا۔ کلام جسم ہوا جس کے پاس کلام پہنچا اسکا اتنا درجہ ہو گیا تو تم کلام جسم کو کہتے ہو۔ کہ کفر کہتا ہے (۱۰) لفظ مخصوص کا غیر مسیح کے حق میں استعمال ہونا جن حوالوں سے آپ نے بتایا ہے انکا پتہ نادر ہے۔ لفظ مرسل یا بھیجا گیا مسیح کے حق میں اور ہی طرح تھا۔ یوحنا ۱۶ میں ہے۔ میں باپ سے نکلا ہوں اور پھر باپ کے پاس جاتا ہوں (۱۶) یہ سب جو یوحنا باب ۱۰ میں کہا ہے اسی نسبت آپ کا یہ کہنا کہ مسیح نے یوں کیوں کہا یوں کیوں نہ کہا۔ اس بزرگ نبی سے پہلے آپ کو لانا کہنا ہے (۱۸) جو تیسرا یوحنا باب اول مسیح نے سب کچھ بتایا ہے آپ نہیں مانتے تو انجیل کو چھوٹی کہیں (۱۹) مسیح نے انکار علم قیامت وغیرہ صفات بشری میں اپنے آپ کو فرو کیا (۱۰) ان کے دانہ برابر ایمان ہم لوگوں میں نہ ہونے کے دعوے میں آپ نے ہمارے سر پر شہیدیت میں پیش کر جوتی چلائی ہے۔ اس باب میں جو آپ نے مرقس باب ۱۶ پر بنیاد قائم کی ہے وہ خام ہے۔ اس میں حال کے لوگوں کے لئے نشانی کا بیان ہے نہ آئندہ کے لوگوں کے لئے مسیح نے صفات کہہ دیا ہے کہ دائمی نشان جس سے دینا جانے کی کہ تم میرے ہو۔ نہ کرامات و معجزہ پر محبت ہے دیکھو یوحنا ۱۳ باب ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ میں مسیح جو ازیوں سے مخاطب تھے نہ آپ سے اور نہ مجھ سے (۱۱) معجزہ و نشان ابتدا میں تھے تاکہ دینی تعلیم کو کامل کریں یہ ہمیشہ کیلئے کیونکہ جو شے ایک دفعہ کامل کی گئی اسکو دوبارہ کامل کرنیکی ضرورت نہیں (۱۲) مسیح معجزہ دکھانے سے انکاری نہیں ہوئے۔ اسوقت بھی انہوں نے یونس بنی کا معجزہ دکھایا اور دعوے کیا تھا (۱۳) مسیح کی صلیب سے اترنے کے بعد یہ تھی کہ یہودی سنگدل تھے وہ پھر بھی ایمان نہ لاتے (۱۴) انسان کا بدن چار سال کے بعد تبدیل نہیں ہوتا۔ بلکہ سات سال کے بعد ہوتا ہے۔ آپ کے نزدیک ایسی تبدیلی کے باعث کفارہ محال ہے تو چاہئے کہ سات برس کے بعد شہر اپنی بیوی کا ٹانڈا نہ نہ ٹھیرے نہ باپ بچوں کا والد حسب سات برس گذر جائیں

دوبارہ نکاح اور جسٹریاں کرائیں۔

کاویانی

اسکے جواب میں کاویانی پتھر ۲۹ مئی ۱۹۹۳ء میں اکثر بڑائی باتوں کا اعادہ کیا ہے اور جو نئی کہیں وہ اجنبی و فضول کہیں اور لآ آپ کہتے ہیں کہ الوہیت مسیح کی قرآن الہی کرتا ہے (دھراس مضمون کی چند آیتیں اور نقل کریں) یہودی کسی ایسے مسیح کے منتظر نہ تھے جو دنیا میں خدا بنکر آنے والا ہے باوجودیکہ وہ ان پیشگوئیوں کو دن رات پڑھتے تھے جسے مسیح کی الوہیت نکالی جاتی ہے کسی نے انکے منہ وہ نہ سمجھے جو عیسائی کہتے ہیں وہ سب کے سب متعصب نہ تھے (۱۲) تو ریت شروع ۲۰ باب ۳ میں صاف لکھا ہے کہ تم زمین کی کسی چیز کو خدا نہ بناؤ۔ اور لکھا ہے کہ اگر کوئی نبی معجزہ دکھا کر غیر معبودوں کی پیروی کو کہے تو تم اسکی بابت نہ سنو (۴) مسیح نے خود فرمایا ہے کہ حیات ابدی یہ ہے کہ وہ تجھے ایسا خدا اور مسیح مسیح کو جسے تم نے پہچاننا ہے جانیں یوحنا ۱۷: ۳) بیتا کا لفظ توریت کے کئی مقام میں ان ہی معنوں سے ہے کہ خدا کا لے کسی بنا کر نبی بنا کر بھیجے۔ عیسائی اس لفظ کے اور معنی ثابت کریں تو بطور شرط جو چاہیں وصول کریں (۶) عیسائیوں میں سے فرقہ یونی ٹیرین مسیح کو خدا نہیں جانتے کیا وہ انجیل کو نہیں مانتے یا ان پیشگوئیوں سے وقت نہیں نکالتے (۷) خود مسیح نے یوحنا باب ۱۰ میں اپنے تمہیں خدا کہتے ہیں دوسروں کا ہر گز قرار دیا ہے۔ اور قیامت کے علم سے لاعلمی ظاہر کی ہے اور اپنے آپ کو نیک کہنے کی اجازت نہیں ہی وہ مسیح نے کہا ہے کہ پیشگوئیوں کے متھے وہ کہو جو یہودی کرتے ہیں (۹) آپ کے ہجرت دوسرے نبیوں کے کم ہونے میں جو اس تالیف کے جسکی مٹی میں صحت امراض کی تاثیر تھی وہ عقل بھی ان نامستقل خیالات کے مخالف ہے۔ پھر اس قدر حلقے اس عقیدہ الوہیت پر ہو رہے ہیں تو آپ کو الوہیت مسیح ثابت کرنے کے لئے ایسا ثبوت دینا چاہیے جس میں کوئی اختلاف نہ کر سکتا ہو (۱۱) یہ پیشگوئیاں ایسی نہیں انکی بابت اول یہودیوں سے فیصلہ کیجئے۔ پر یونی ٹیرین سے پر مسلمانوں کے سامنے انکو پیش کیجئے (۱۲) نشان دکھانا مسیح کے مخاطبوں جو اریوں سے حضرت ص ہے تو چاہیے کہ

ان میں نہیں
کلام تھا
یا تو تم کلام
س ہونا جن
میں اور ہی
ان کے لئے
ان نہ کہا
کچھ بنایا ہے
ی میں اپنے
نے ہمارے
ایا و قائم کی
ان کے لئے
رات و
مخاطب
ان کریں
میں (۱۲)
ہا سجنہ
دل تھے
سات سال
بے کسات
اندر جائیں

تمام انجیل ان ہی سے مخصوص ہو جسکی افلاکی تعلیم میں جواری ہی مخاطب تھے۔ اخیر میں نشان دیکھنے یا دکھانے کا بڑی تطویل کے ساتھ سوال کیا اور سیکو پورا فیصلہ ٹھیرایا اور کما عیسائی مذہب کیوں کہ پہلے کہ آپ نشان نہیں دکھا سکتے۔ ۴۔

فریق ثانی

اسکے جواب میں کا دیانی کے حضم دوم ڈاکٹر کلارک صاحب نے پرچہ دوم ۹ مئی ۱۸۹۳ء میں بہت سی پچھلی باتوں کا اعادہ کیا اور کچھ نئی کہیں جن میں بعض اصل مقصود سے اجنبی ہیں اول آپ لکھتے ہیں کہ یہودی گراہ اور سنگدل تاریکی کے بیٹے پیٹگو یو کا فیصلہ اونکے سپرد کیوں ہوتا ہے (۲) یونی ٹیرین کوئی عیسائی فرقہ نہیں ہے (عیسائیوں! انصاف کرو۔ ڈاکٹر کا یہ قول حق ہے؟) (۳) ایسی دلیل پیش کرنے سے جس میں کسی کا شک و اختلاف ہو خدا بھی عاجز ہے (لفظ زبانہ منہا۔) خدا کے وجود سے بڑھ کر دینا میں کوئی چیز روشن نہیں ہزاروں آق سہیں بھی اختلاف کرتے ہیں (۴) عیسائی مذہب کو بے پہل کہا ہے۔ ہمیں ہم کو منافق اور ریاکار قرار دیا ہے۔ پہلے تو آپ کا دعوے سے پیغمبر ہی سنا جاتا تھا۔ اب آپ دعوے الوہیت کرنے لگے۔ دلونکی باتیں بتانے لگے وہ اگر خدا کی ذات کو ہم سمجھ لیں تو پھر ہم اوسکے مساوی ہو گئے۔ اسلئے میں محمدی نوید کا قائل نہیں۔ اسکو تو بوجہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ اس وحدانیت کا کونسا امر سمجھ سے باہر ہے ولیکن کثرت فی الوحدت ایک مسئلہ ہے۔ تو نہ اسکا سمجھنے والا پیدا ہوا۔ اور نہ ہوگا۔ ذات الہی ایک ایسی چیز ہے کہ نہ عقل سے ثابت کیجاتی ہے نہ عقل سے اسکی تردید کیجا سکتی ہے (۶) صحیح تعلیم اللہ کی کتابوں کی ہی ہے کہ تین اقوام اور ایک خدا خدا تعالیٰ ظاہر کرتا رہا ہے کہ میں تمہارا نجات دہندہ ہوں۔ وقت پر کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی۔ اور تم نے اسکا نام عمانوئیل رکنا۔ فرشتوں کی گواہی جواریونکی گواہی روح القدس کیو ترکی شکل میں اتر آئے۔ دشمنوں کی گواہی دی انجیل میں سب گواہیاں موجود ہیں (۷) نشان چھوٹے نبیوں سے بھی ظاہر ہوتے ہیں استثناء ۱۱۱ نیز مرتس ۱۱۱ وغیرہ بانہیہ اپنے دعوے کر کے کچھ نہ دکھایا اور تاویل کر کے ٹال گئے (۸) ہم نے امور ذیل کا اثبات کیا۔ اور آپ کے سوالات کا بخوبی جواب دیا (۱) آپ کے استہزاء کا یہ جواب کہ

ان دیکھنے یا
ب کیوں ہے
۱۸۹۳ء میں
کہتے ہیں کہ
شیرین کوئی
پل پیش کرنے
سے بڑھ کر دینا
بے پل
تھا۔ اب
یوں تو پھر ہم
اس
بھنے والا
نکی تردید
لاہر کرتا رہا
تم نے ہٹا
نے۔ دشمنوں
ہر ہوتے ہیں
ہال گئے
جواب کہ

مسیح کا رسالت لیکر دینا میں آنا مستثنیٰ ہے۔ الوہیت مسیح کا عقل سے امرکان اور آیات پیش سے
دفع ثابت کیا۔ ۱۰۰ کا جواب دیا گیا۔ ۱۱۔ توریت و انجیل سے پیشگوئیاں پیش کی گئی ہیں
یہود واحد تبار وغیرہ ۱۲۔ مسیح کا انسان کامل و خدا کا کامل ہونا ثابت کیا گیا۔ ۱۳۔ علم قیامت وغیرہ سے
مسیح کے انکار کا جواب دیا گیا۔ ۱۴۔ قرآن کے آیات کا جواب کہ ہم اسکو مستند نہیں جانتے۔ مرقس ۱۶
باب کا جواب دیا گیا۔ ۱۵۔ آپ کے دعویٰ کرامات و نشان نمائی کا جواب دیا گیا۔ مگر آپ نے ہمارے
کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ جو کہ مسیح (۱۶) مبالغہ اور نشان نمائی کا جواب بھی ہے کہ لعنت کسنا تو
ہمارا نامہ نہیں نہیں۔ نشان اپنے خوب دکھایا۔ ۱۷۔ آپ کو فتح کا وعدہ دیا گیا تھا۔ مگر آپ سے نہ عقلی دلیل
کا مقابلہ ہو سکا نہ نقل کا نہ الہام و کرامت آپ کے کام آئی۔ مگر فتح کسی اور پر شگفتہ ہوئی۔ یہ فتح
اور ہر ایک جنگ میں فتح عیسائیوں کی ہے۔

یہ حصہ اول مباحثہ اور سوال الوہیت مسیح کے متعلق فریقین کی گفتگو خلاصہ مطالبہ
حصہ دوم مشابہتیں اور سوال متعلق کفارہ و جبر و اختیار میں
جو گفتگو ہوئی ہے اسی میں بھی شیر بہادر کا دیوانی الوہیت مسیح کی بحث کو کھینچ کر لے گیا
اور آخر فریق ثانی کو بھی ناچار ہو کر ہمیں کچھ کسنا پڑا۔ اس حصہ میں سے بھی ہم اس گفتگو کا جو
الوہیت مسیح کے متعلق ہوئی ہے۔ اس مقام میں خلاصہ نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ تاکہ فریقین میں
نہ کہیں کہ مسئلہ الوہیت مسیح کے متعلق ہمارا ریزر وڈ فورس محفوظ روز کے دلائل حصہ دوم مشابہت
میں تھے۔ صاحب شاعت نے انکو کیوں نقل نہیں کیا۔

کا دیوانی

کا دیوانی نے پرچہ ۳۰ مئی ۱۸۹۳ء میں کہا ہے کہ وٹھی عبد اللہ آتم کے نزدیک حضرت
مسیح میں دو روہیں تھیں ایک انسانی دوسری خدائی۔ اسپر ایک یہ سوال ہے کہ مدبر بدن دو
روہیں تو ہونیں سکتیں۔ پس اگر ایک ہی خدائی روح مدبر ہے۔ تو پھر مسیح انسان کامل
کیونکر ہوئے۔ جسم کے لحاظ سے تو کوئی انسان انسان نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ جسم ہر جز

تخل میں پڑا ہوا ہے۔ اور اگر انسانی روح مدبر بدن تھی تو پھر خدائی روح کس کام آئے۔ دوسرا سوال یہ کہ اگر مسیح روح کے لحاظ سے انسان تھے تو پھر خدا نہ ہوئے۔ اور اگر روح کے لحاظ سے خدا تھے تو پھر انسان نہ ہوئے۔ (۲) عیسائیوں کی ترویج باپ بپا روح القدس میں کامل تھے تو تیسوں کے ملنے سے خدا کا زیادہ کمال ہونا چاہیے۔ جیسے تین تین سیروں کے جمع ہونے سے ۹ سیر ہو جاتے ہیں۔ (۳) حضرت عیسیٰ کی الوہیت پر عقلی دلائل بیان نہیں ہوئے صرف پیشگوئیاں بیان ہوئی ہیں جو دجاوی ہیں نہ دلائل۔ اور یہودی لکے وہ معنی نہیں کرتے جو عیسائی کرتے ہیں۔

فرق ثانی

اسکے جواب میں کا دیانی کے حضم اول ڈیڑھی اہم نے پرچہ دوم ۱۹۳۳ء میں کہا ہے کہ ہم اس مسیح کو جو مٹی و مخلوق ہے اللہ نہیں کہتے ہیں بلکہ نظر اللہ کہتے ہیں اس لیے ہم امکان عقل سے اور وقوع نقل سے ثابت کر چکے ہیں۔ امکان ہمنے یہ بیان کیا ہے کہ خدا قادر ہے کہ ستون میں سے جو مٹی اور اینٹوں کا بنا ہوا ہے جو اب ہے۔ اس سے کون چیز مانع ہے۔ اور اس سے کونسی صفت الہی گھٹتی ہے؟ ایسا ہی اسکا مخلوق میں ظہور ممکن ہے۔ وقوع کلام الہی سے بیان کیا ہے۔ آپ اسکو کلام الہی نہیں جانتے تو یہ دیگر بات ہے (۴) مسیح میں دو رو میں ہیں بلکہ مخلوق کامل مسیح میں ایک روح کامل تھی لیکن خدا تعالیٰ اپنی استی سے محبت اسکو کہ بے حد ہے۔ ہر جگہ اندر و باہر موجود ہے یعنی وہ روح مظہر اللہ تھی (۵) دونوں کے بیان میں اپنے خدا الطیف کو کثیف بنایا۔ ہم خدا کی ذات کو کثیف نہیں جانتے وحدت فی الکثرت کی مثال بے حدی و بے نظیری ہے کہ ایک صورت میں ایک ہے۔ ایک صورت میں یہ تین ہیں ایسے ہی اقا نیم تلمث اقوم اول قائم فی نفس ہے۔ باقی دو اقوم لازم و ملزوم۔ کلام الہی (یعنی پیشگوئیوں) کو آپ دجاوی کہتے ہیں۔ اور انکے ثبوت کے لئے اور دلیل طلب کرتے ہیں کیا آپ اسکے کلام الہی ہونے میں متروا میں یقین نہیں رکھتے۔

کا دیانی

اسکے جواب میں کا دیانی پرچہ ۱۳ مئی ۱۹۹۲ء میں لکھا ہے۔ ڈپٹی صاحب کے نزویہ کی سیج کی روح مخلوق تھی اور جسم بھی مخلوق تھا۔ اور خدا تعالیٰ سے ان کا تعلق ایسا تھا جیسا کہ ہر چیز سے اور ہر جگہ سے ہے تو پھر خاص کر وہ مظهر اللہ کیسے ہوئے۔ اس کا مظهر تو ہر چیز ہے۔ روح القدس کے نزول سے وہ مظهر اللہ ہو گئے۔ تو اس سے بھی آپ کی کچھ خصوصیت نہیں۔ یہ روح القدس اور پورا بھی نازل ہوئی ہے۔ آپ کے نزدیک اقنوم دوم حضرت (عیسے) خدا جسم تھے۔ اقنوم سوم روح القدس بھی کبوتر مجسم کی شکل میں اترتا۔ اقنوم اول خدا تعالیٰ بھی مجسم ہے۔ کیونکہ یعقوب سے کشتی کی یعنی پھر آپ کا خدا کو کثیف زمانہ کا کیا معنی رکھتا ہے۔ وحدت حقیقی و کثرت حقیقی ایک جگہ جمع کیونکر ہو سکتے ہیں ایک کو اعتباری کہنا تو آپ کا مذہب نہیں ہے۔ حضرت مسیح دالمی طور پر مظهر اللہ تھے یا اتفاقی اور کبھی کبھی ہوتے تھے۔ دالمی تھے تو ان میں دالمی طور پر عالم الغیب قاد مطلق ہونا پابا جا نا ضروری تھا۔ حالانکہ انجیل اس کی تکذیب کرتا ہے۔ مسیح کی روح ایک ہی انسانی تھی جیسا کہ الوہیت کی آمیزش نہ تھی۔ اور خدا کی روح اس کے ساتھ ایسی رہتی تھی جیسی ہر چیز کے ساتھ اور ہر جگہ ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ یوسف میں بھی اسکی روح تھی۔ تو پھر حضرت مسیح اپنی اہیت کے لحاظ کیونکر اقنوم دوم اور خدا نہیں ہے۔ تینوں اقنوم برابر کامل ہیں تو تینوں کے ملنے سے خدا کی طاقت کیوں زیادہ نہ ہو گئی۔ ورنہ ان کی سمجھنے ایک مثال دی ہے سو ہی آپ کی کتابوں سے ثابت کر دکھائی۔ آپ کثیف جسموں کی طرف نا حق کھینچ کر لے گئے۔

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی اہتم پرچہ ۱۳ مئی ۱۹۹۲ء میں لکھتے ہیں۔ مسیح نزول روح القدس کے وقت مظهر اللہ ہوئے۔ ہر سہ اقانیم کا مجسم ہونا آپ نے بہت صحیح نہیں فرمایا تاہم مجسم ہونے سے وہ وزنی ہو جاتے۔ جیسا کہ آپ نے کہا ہے۔ ہمارا تئلیٹ کو ماننا یوں ہے کہ ایک صورت میں ایک دوسری صورت میں تین۔ اور ان تین میں اس قسم کا علاقہ ہے جیسے بے نظیری بے حدی سے نقل کر زمان و مکان دوسرا نہیں چاہتے تاہم دو صفات کی تعریف علیحدہ علیحدہ ہے۔ اور یہ

پہلے میں ایسا ہی ہے مگر نہ لفظ "نہیں" لکھا تب سے چھوٹ گیا ہے۔ ۱۶

بلکہ
دوسرا
لحاظ
مل
سے
ن
این
ہر
یہ
تو
ن
ی
ن
ن

دونوں صفات ایک جیسے ہیں۔ ایسے ہی اقاہیم کی صورت ہے کہ ایک قائم فی نفسہ ہے۔ ۲۰ ولانیم
ملزوم ساتھ اسکے۔ ۴

کا دیانی

اسکے جواب میں کا دیانی اپنے پرچہ دوم ۱۱۱^{۱۱۱} میں ۱۱۱^{۱۱۱} میں اول وہی پرانا روٹا دیا ہے کہ ڈیٹی اہم
سوالات و جواب میری شرط کے موافق پیش نہیں کئے۔ میری شرط یہ تھی کہ ہر ایک دعویٰ سے
انجیل سے پیش کیا جاوے اور دلائل معقول بھی اسی انجیل سے نکالے جائیں۔ آپ اس
شرط کو چھوڑ کر گویا ایک نئی انجیل بنا رہے ہیں۔ پھر کہا آپ کا یہ کہنا کہ روح القدس کے نزول
کے وقت سے یہ مظهر اللہ ہوئے۔ پہلے مظهر اللہ نہ تھے۔ اس بات کو تسلیم کرنا ہے کہ تیس برس کی
عمر تک مسیح محض اور خالص انسان تھے۔ مظهر اللہ نہ تھے۔ اور یہ آپ پر اقبال ڈگری ہے۔ اور ہمارے
لئے فریضہ عظیم ہے۔ (۲۰) پھر اس روح القدس کے نزول سے مظهر اللہ ہو جانا بھی دعویٰ بلا دلیل ہے
روح القدس تو حضرت یحییٰ و زکریا و یوسف و مریم پر بھی اتری ہے۔ اور کل حواریوں پر اتری
تھی۔ پھر چاہیں کہ وہ بھی سب کے سب خدا ہو جائیں۔ پھر کہا آپ کا ہر ایک خد مجسم ہے
تو پھر وزنی نہ ہونے کے کیا منہ۔ کوئی ایسا جسم آپ پیش کر سکتے ہیں جو وزنی نہ ہو۔ مگر شکر ہے کہ
بابت بیٹے روح القدس تینوں کو مجسم تو مان لیا ہے۔ (۲۱) پھر کہا آپ نے کثرت فی الوجدت اور وحدت
کے لحاظ جہات مختلفہ ایک جگہ پائے جانے کا دعویٰ کیا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ آپ حقیقت کسکو جانتے ہیں
وحدت کو یا کثرت کو۔ ۴

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈیٹی اہم نے پرچہ یکم جون ۱۸۹۳ء کہا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ مسیح
تیس برس تک الوہیت سے خالی رہے۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ خصوصیت منظریت تب نمودار ہوئی جب
مسیح ہوئے۔ جب تیس برس کے ہوئے بیتا پاکہ روں سے نکلے۔ اور یہ آواز آئی کہ میرا پیارا
بیٹا ہے میں اس سے راضی ہوں۔ تم اس کے منہ سے وقت سے وہ مسیح ہیں۔ ۴

تو وہ لازم

ڈیڑھی آٹھ

عوے

اس

کے نزول

کی

اور ہمار

ٹیل ہے

پر آتری

بسم ہے

ارہے آئی

در وحدت

تے پیر

سج

یوں جب

پر ایسا

کا دیانی

اسکے جواب میں کا دیانی نے پرچہ یکم جون ۱۸۹۳ء میں ڈیڑھی آٹھ کے پرچہ ۱۸۹۳ء کی اصل عبارت نقل کر دی جو اس رسالہ میں صفحہ ۲۲۳ (منقول ہے) اور اس میں صاف تصریح ہے کہ مسیح نزول روح القدس کے وقت مظہر اللہ ہوئے۔ نہ یہ کہ مخفی طور پر وہ پہلے بھی مظہر اللہ تھے علامہ تب ہوئے۔ جب روح القدس اترے۔ یہ بات انکی عبارت سے ہرگز نہیں نکلتی۔

فریق تانی

اسکے جواب میں ڈیڑھی آٹھ نے پرچہ دوم یکم جون میں لکھا ہے کہ میں نے تیس برس کے بعد مسیح کا مسیح ہونا بیان کیا ہے۔ نہ یہ کہ تیس برس تک وہ الوہیت سے خالی رہے۔ بے حدی سے تو کوئی چیز خالی نہیں۔ چہ جائے مسیح۔ پھر کہا ہمارے نزدیک مظہر اللہ کے معنی جا ٹی ظہور اللہ کے ہیں۔ وسطیٰ عہدہ مسیحیت کے روح القدس اس امر کی گواہی کے لئے آیا تھا۔ کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اس لئے کہ وہ اس وقت اسکے اندر آکر ٹھس جائے۔ پھر کہا اپنے اس سوال کا جواب نہ دیا کہ جبزل مریم کے پاس آئے تھے یا نہیں اور مسیح کی پیدائش معجزہ ہے یا نہیں۔

کا دیانی

اسکے جواب میں کا دیانی نے پرچہ ۲ جون ۱۸۹۳ء میں لکھا ہے کہ ڈیڑھی آٹھ نے فرمایا ہے کہ بعدی سے کوئی چیز خالی نہیں۔ چہ جائے کہ مسیح اس سے خالی ہے۔ یعنی نزول روح القدس سے پہلے بھی مظہر اللہ تھے کیونکہ عام معنوں میں تمام مخلوقات مظہر اللہ ہے۔ اور یہ صاف اقرار ہے کہ مسیح خاص طور پر مظہر اللہ نزول روح القدس کے بعد ہوئے۔ پہلے عام مخلوق کی طرح مظہر تھے۔ پھر کما تین اقنوم کے ثبوت میں کوئی دلیل عقلی نہیں دی۔ یوں تو ہر ایک نبوت کے سلسلے میں تین چیزوں دینے خدا و روح القدس یعنی فرشتہ و رسول کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح یوں نے خوش فہمی سے انکا نام تین اقنوم رکھ لیا۔ روح القدس جیسے مسیح پر آئی۔ ویسے اور بیوں پر آئی مسیح میں نئی بات کو نہی تھی۔

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی آٹم نے پروجیم جون ۱۸۹۲ء میں کہا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ پہلے
سے بھی مظهر تھے بلکہ یہ کہا ہے کہ اقنوم ثانی اور انسانیت کا باہم علاقہ راز مظهر تو وہ تب ہی
ہو سکے جب مسیح ہوئے۔ یعنی تیس برس کے بعد۔ تثلیث کا کافی ثبوت دیا گیا ہے۔ عقل
سے اس کا امکان بتایا گیا ہے۔ کلام الہی سے وقوع۔ یحییٰ مسیح کس نبی پر روح القدس
بشکل کیو تر اترے کون نبی اس امر میں ان کا مساوی ہے۔

کاویانی

اسکے جواب میں کاویانی نے پروجیم جون میں لکھا ہے۔ کہ مظهریت سے پہلے
اقنوم ثانی کا انسانیت سے علاقہ ہونا لائق تسلیم نہیں جب تک صریح نقل انجیل سے
اس امر کو ثابت نہ کیا جائے۔ پھر کہا عقل سے امکان تثلیث ثابت نہیں کیا گیا عقل کا فیصلہ
ہمیشہ کلی ہوتا ہے۔ اگر عقل مسیح کا داخل تثلیث ہونا روا رکھتی ہے تو اوروں کے لئے بھی
امکان واجب کرے گی۔ پھر کہا کیو تر چھوٹا سا جانور ہے۔ اگر قوی الجبہ یا حتی یا اونٹ کی
شکل پر روح القدس نزول کرتے تو اسپر ناز کی جگہ مٹتی۔

فریق ثانی

اسکے جواب میں ڈپٹی آٹم نے پروجیم جون ۱۸۹۲ء میں اولاً کہا ہے کہ جناب نے کلام
کے مجسم ہونے پر تکرار کیا ہے۔ کلام یعنی اقنوم ثانی انجیل یوحنا کے پہلے باب میں لکھا ہے
کہ کلام مجسم ہوا مگر مظهریت اسکے واسطے تیس برس کی عمر میں ظاہر ہوئے۔ پھر کہا آپ تثلیث
سے التعمیر پر بار بار اعتراض کرتے ہیں۔ آپ پہلے توحید مطلق کو تو بدون صفات متعبرہ ثابت
کرتے ہیں۔ پھر کہا صفت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک قوت ہو۔ جو خاص قسم واحد پر حاوی ہو۔
واقف وہ ہے جو جامع صفات ہو۔ ہم صفت کو اقنوم قرار نہیں دیتے۔ اقنوم شخص معین ہے
جو مجموعہ صفات ہوتا ہے۔ آقا محمد ﷺ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص قائم فی نفسہ ہے۔ اور

دوسرے مساوی اسکے لازم بلزوم۔ اقنوم اول اس ہے۔ اور وہ قائم فی نفسہ ہے اور وہ
 اتانیم ابن مروح القدس لازم بلزوم۔ روح القدس کو کاویانی کے ماتحتی کے تحت
 یا تشبیہ دینے پر آسم نے آنحضرتؐ کو سیمرغ سے تشبیہ دی اور آنحضرتؐ
 کی سخت توہین کی جس کا مظلمہ کاویانی پر ہے۔ اسے آیت لا تسبوا الذین یدعون من
 دون الله فیسبوا الله عداواً بغیر علمہ کو پس پشت ڈال کر عیسائیوں کے ایک معبود
 (روح القدس) کو ماتحتی بنایا۔ تو انہوں نے اسکے مقابلہ میں آنحضرتؐ کو بنایا پھر کہا سولہ
 خدا کوئی شخص نیک نہیں۔ سچ اس شخص کو کہا تھا جو حضرت مسیح کو خدا نہیں جانتا تھا

کاویانی

اسکے جواب میں کاویانی نے ۱۹۲۱ء میں کہا ہے کہ آپ کے اس عقائد سے یہ
 ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا جسم بھی خدا تھا لہذا حضرت یک نشد ووشد۔ پھر کہا آپ کے
 اس قول پر کہ اقنوم کر معنی شخص معین کے ہیں۔ اور یہ میں جابجا شخص ہیں۔ اور ماہیت ایک
 ہے۔ یہ سوال ہے کہ یہ تینوں شخص اور تینوں کامل ہیں تو پھر باوجود اس حقیقی تفریق کے اشجار
 ماہیت کیونکہ بے نظریہ عدی و بے نظری کی استقام سے کچھ تعلق نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہاں
 حقیقی تفریق قرار نہیں دی گئی۔ پھر کہا ستوں میں خدا بولنے کا امکان ہے۔ تو اس سے یہ لازم
 نہیں آتا کہ وہ ستوں خدا یا ابن اللہ کہلاوے۔ بلکہ عیسایا پہلے تھا عیسایا کہلاوے گا۔ اور شیخ
 ایک ستوں میں بولنا دوسرے ستوں میں بولنے سے مانع نہیں۔ ایک ہی سیکٹہ میں ہزاروں
 ستوں وہ بول سکتے ہیں۔ مگر یہ ایک اصول کے برخلاف ہے۔ مسیح کا بلا پدر پیدا ہونا میری نگاہ
 میں عجوبہ بات نہیں۔ حضرت آدم کے باپ دونوں تھے۔ اب برسات آتے ہی ضرور باہر جا کر
 دیکھیں کہ کتنے کٹرے مکوڑے بغیر باپ کے پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے مسیح کی خدائی کا ثبوت

فصل ثانی

اسکے جواب میں عیسائیوں نے کہا ہے کہ مسیح نے جس طرح

پہلے
 باہی
 عقل
 س

پہلے
 سے
 فیصلہ
 بھی
 کی

ام
 کے
 ت
 بت
 کے

منظوریت پر ایسا ہے نہ جیہ کہ جسم خدا ہے۔ بے نظیری بے حدی کی نظیر کیوں باطل ہے۔ کیا ان دو توصفات کی ایک ماہیت نہیں۔

کاویانی

اسکے جواب میں کاویانی اپنے پرچہ اشرفی ۱۹۳۳ء میں پہلے تو وہی پُرانا رونا
 برویا ہے کہ جس شرط سے بحث شروع کی گئی تھی۔ اُس شرط کا ایسا ڈپٹی آتم نے نہیں کیا
 پھر اس شرط اور اسکے خلاف ورزی کو بیان کیا جو بار بار ہو چکا ہے۔ اخیر میں پھر وہی سوال نشان
 نمائی ڈپٹی عبداللہ آتم سے نقل کر کے جواب میں سچیدہ الفاظ اور قیود پر کیود کے ساتھ اس پیشگوئی
 کو نشان بنایا۔ اور کہا کہ ڈپٹی عبداللہ آتم پندرہ ماہ کے عرصہ میں فوت ہو جائے گا۔ اسکے بعد
 کہا کہ میں اس وقت فرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی ٹھیک لگے یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک
 جھوٹے ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آجکی تاریخ سے سترائے موت ہو وید میں نہ پڑے تو میں ہر ایک
 سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذیل کیا جائے۔ رو سیاہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رستہ
 ڈال دیا جائے۔ ٹھہر پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم
 کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا کریگا۔ ضرور کریگا۔ ضرور کریگا۔ آسمان زمین ٹل جائیں پراؤں کی
 بائیں ٹہلیں۔ اور اسپر بہا شتمہ کا خاکہ کیا۔

یہ مسئلہ الوہیت مسیح کے متعلق فریقین کی اس گفتگو کا خلاصہ مطالب ہے جو
 انہوں نے تقریباً ۱۳۶ صفحہ میں ادا کیا ہے۔ اس خلاصہ سے ناظرین کو ہم گفتگو کا مطلب
 ایسا عمدگی اور شائستگی سے سمجھ میں آئیگا کہ ویسا ان کے اصل تحریرات سے سمجھ میں نہ آئیگا۔
 اس خلاصہ سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ فریقین نے اپنی اپنے دعویٰ کے ثبوت یا دعویٰ
 فریق مخالفین کے رویں جو کچھ کہا ہے ہمیں غالباً علم و فہم و عقل و انصاف سے کام نہیں لیا۔ اور جو
 کچھ کہا ہے ہمیں اکثر حشہ لغو و فضول ہے اور کسی ایک فریق نے دوسرے فریق کی بات کا مستقول جواب
 کاویانی نے اپنی ہائیں پر ایسا کچھ لکھا ہے کہ اس کا کافی جواب نہیں دیا۔ اور عیسائیوں نے اپنے بہائی کاویانی

ہے۔ کیا

پرانارونا

نہ نہیں کیا

سوال نشان

اس مشکوٰی

اسکے بعد

کے نزدیک

میں ہر ایک

میں رہے

نہ کی قسم

وس کی

بے جھکو

طلب

بیگا۔

ناوی

اور جو

سب

جو نہیں

کا دینی

کی شرط کی پوری کو سمجھنا اور اس کے لئے اصول و دلائل کو روکنا اور اس کے لئے اس امر کا تعین حاصل ہونا
تا ظہرین کو اس امر کی ضرورت نہ ہوگی کہ اس گفتگو پر مفصل یو یو کیا جاوے اور اس گفتگو کی لغویت کو بدلائل ثابت کیا جاوے
وہذا ہم حسب عدہ اس پر مفصل رو پو کرتے ہیں۔

وہو ہدا

تقریر پر چرچہ اول کا دیبانی کے متعلق رائے اسلامی

سوال اول کی تمہید میں کا دیبانی نے جو اولاً اصول مقرر کیا ہے کہ جو دعویٰ کتاب
الہامی کی نسبت کیا جائے اسکا ثبوت ہی دلیل عقلی یا تاریخی سے اسی کتاب سے پیش کیا جائے
اور جس دعویٰ کتاب آسمانی کا ثبوت عقلی یا تاریخی اس کتاب میں پایا جائے وہ کتاب الہامی
نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک ملحدانہ و زندقانہ اصول ہے جس سے کا دیبانی کا مقصود اگرچہ بظاہر
انجیل کے دعویٰ اہمیت و الوہیت مسیح کا ابطال ہے مگر در پردہ اور نئے الحقیقت مطلق
نبوت کی بنیاد اکھاڑنا اور جہل مذاہب خصوصاً اسلام کی بیچکنی کرنا (خاکش بدہن) اور لوگوں کو
کتب سماوی خصوصاً قرآن مجید کی پیروی سے آزاد کرنا اور ان میں لاندہبی اور السجاد و دود پر
پن پہلانا ہے۔ کسی کتاب کو الہامی یا آسمانی مان لینے کے بعد ماننے والے کو بچہ نہیں پہنچتا
کہ اس کتاب کے جملہ عادی و بیانات و احکام و ہدایات کا عقلی یا تاریخی ثبوت اس کتاب
میں یا خارجاً تلاش کرے۔ پھر اگر اس کتاب میں یا خارجاً انکا ثبوت عقلی دلائل یا تاریخی ثبوت
سے نہ پاوے تو اس کتاب کے الہامی ہونے سے منکر ہو جائے۔ اور اس کتاب کی پیروی
سے دست برداری اختیار کرے۔ بلکہ کسی کتاب کو الہامی ماننے کے بعد اسکے ماننے والے پر
بیم فرض ہے کہ وہ اس کتاب کے ہر ایک بیان و ہدایت کو بغیر کسی ایگزیمینیشن (امتحان)
عقلی یا تاریخی کے سراسر حق و راست سمجھے اور اسی پر امان و صدقنا کے۔ گو اسکا کوئی بیان
و ہدایت اسکی عقل ناقص میں نہ اوسے یا کوئی تاریخ اسکی مصدق نہ ہو۔ اور وہ یہ یقین کرے
کہ ایک صاحب الہام کا دعویٰ عقل تمام جہان سے بڑھ کر لائق و ثوق ہے۔ اور وہ اگے

تصدیق کا محتاج نہیں ہے۔ اور ایک ملحد کا بیان لاکھ مورخ کے بیان سے مقدم۔ اور
حق بالتصدیق ہے اور وہ انکی شہادت کی ضرورت نہیں رکھتا۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ کسی
مسلمان مرد یا عورت کو یہ نہیں پہنچتا کہ جب خدا اور اس کا رسول کسی امر میں فیصلہ فرماویں
تو انکے مانسنے یا نہ مانسنے کا اختیار باقی ہے۔ جو کوئی اللہ اور رسول کا نافرمان بڑا گناہ
یعنے اُس نے اُسہیں اپنا اختیار باقی سمجھا وہ صاف ہول گیا۔

ہر چہ آسمانی کتابوں خصوصاً قرآن مجید و فرقان مجید نو اپنے بہت سے دعاوی کی

ویانات و احکام و ہدایات کو خود دلائل
عقلی سے ایسا دل لگایا ہے کہ اسکو جا
اہل عقل یا خواص و قایق شناس بخوبی سمجھ
سکتے ہیں۔

دجنا پچہ قرآن میں حکم حرمت غم و قمار کو اس
دلیل سے مدلل فرمایا ہے کہ اللہ آپس میں
عداوت اور لڑائی اور خدا کی یاو سے فحلت
اور روک پیدا ہوتے ہیں۔ اور حکم افسری
شوہر پر نسبتاً زوج کو دو دلیلوں سے
مدلل فرمایا ہے کہ ایک ان کو قدرتی فضیلت
ہے اور دوسری وہ مال خرچ کرتا ہے
دباو جو ویکہ حاجت روائی میں وہ نوساوی
ہیں اور شہادت میں دو عورت کو ایک
مرد کے تاہم مقام کرنے کو اس دلیل سے
مدلل فرمایا ہے کہ ایک عورت بھولی

وماکان لقوم ولا مؤمنة اذا قضی اللہ
و رسوله امران یكون لم الخیرة من امرم
ومن یعص الله ورسوله فقد ضل ضللا
كبیرا۔ (سورة احزاب ع ۵)۔

یا ایہا الذین امنوا انما الخمر و المیسر و
الانصاب و الاذلام رجس من عمل الشیطن
فاجنبوه لعلکم تفلحون۔ انما یرید الشیطن
ان یوقم بینکم العداوة و البغضاء
فی الخمر و المیسر و یرید کہ عن ذکر اللہ
و عن الصلوة فقل انتم صتمتمون سورۃ
مائدہ رکوع ۹۲

الرجال قوامون على النساء بما
فضل الله بهن منهن على بعض و بما
انفقوا (سورة النساء رکوع ۵)
و ان یکن ذرعیہن تریرہن لکن ان یکن ذرعیہن

من الشہداء ان تضل احدہما
فذاکوا حدیبا الاخری (سورہ بقرہ کوع ۲۹)

تو دوسری اسکو معاہدہ یا دولاٹے گی
وعلیٰ بذالقیاس)

لیکن کلیتہً کے ساتھ ان کتابوں کے ہر ایک دعوے میں بیان عقلی دلائل کا التزام پایا نہیں جاتا۔ اور ان میں بہت سے ہدایات اور بیانات ایسے پائے جاتے ہیں جنکا عقلی یا تاریخی ثبوت نہ ان کتابوں میں پیش کیا گیا ہے اور نہ ان کتابوں کو الہامی ماننے والے اشخاص سے ہر شخص اپنی طرف سے اسکا عقلی یا تاریخی ثبوت پیش کر سکتا ہے (جیسے جہود و صفا ملائکہ میں جبر ایمان لائیکا قرآن میں حکم آچکا ہے۔ پھر اسکا ثبوت عقلی اس کتاب میں پیش نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہر ایک مسلمان اٹکے وجود و صفات پر عقلی دلائل بیان کرنے کی قدرت رکھتا ہے یا حکم ہرمت نکلج ائمہات و اخوات و ملت نکلج اجانب سے جو قرآن میں فرمایا گیا ہے مگر اس حکم کا عقلی ثبوت اس میں نہیں دیا گیا اور نہ عام مسلمانوں سے وہ ثبوت بیان ہو سکتا ہے۔ گو خواص علماء اسلام نے اسکا ثبوت کافی زیدیہ یا یہیہ یا قصہ صحاب کہتے وقت قرآن میں ہے جسکے واقعہ ہونے کی نسبت قرآن نے صرف دعوے کیا ہے اور اسکا کوئی تاریخی ثبوت و حوالہ نہیں دیا جسکی وجہ سے قرآن کو (حقیقہ یا اوعاڈ) ماننے والے اٹکی مختلف تفسیروں کر رہے ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں (وعلیٰ بذالقیاس) پھر کیا ان کتابوں کو ماننے والے کی حیثیت اور یہ مقتضائے ایمان ہے کہ ایسے دعاوی و بیانات کے صحت سے انکار کرے۔ اور ان دعاوی و بیانات کے قرآن میں غیر ملل ہونے سے او سکے الہامی ہونے سے منکر ہو جائے؟ نہیں۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسا التزام تمام کتابوں میں

۱۔ سر سید ازانہ الفین میں اسکی تفسیر کچھ کر رہے۔ حکیم نور الدین (جو حقیقتہً بیزار
بنظاہر مرید کا دیانی ہیں) رسالہ تفسیر برائیں احمدیہ میں کچھ اور مولوی ابو سعید
صاحب رسالہ ازانہ الرین میں کچھ اور اگر قرآن میں اسکا تاریخی ثبوت یا حوالہ ہوتا
تو یہ اختلاف کیوں پڑتا۔

اور
کسی
باید
پر
عادی
ولائت
سکو
بی
واس
پہیں
تفہمت
سری
سے
تفہمت
ہے
ساوی
لو ایک
سے
سوا

ہر ایک دعویٰ و بیان و ہر حکم و ہدایت پر عقلی دلائل و تاریخی شواہد کا ابراد ہوں ان کتابوں کے
الہامی ہونے کو بیٹھ لگاتا ہے۔ اور ان کتابوں کی ہدایات و احکام و اخبار پر ایمان بالغیب کو
مٹاتا ہے۔ اور ان کے تسلیم ایمان کو صرف عقلی و تاریخی دلائل سے مستفاد ایمان قرار دیکر شرعی
ایمان کی حد سے خارج کرتا ہے۔

الہامی کتابوں کا ہر ایک دعویٰ و بیان ان ہی کتابوں میں عقلی دلائل و تاریخی شواہد
سے مدلل کیا گیا ہوتا۔ تو پھر انکا الہام کس کام آتا۔ اور اسکا اثر و نتیجہ کیا ہوتا۔ اور جب ان
دعاویٰ و بیانات کو عقلی دلائل و تاریخی شواہد سے مدلل و مستند دیکھ لیتے تو پھر ان کتابوں پر
ایمان بالغیب کہاں رہتا۔ اور ایسا ایمان محل تکلیف و موجب اجر و ثواب کیونکر ہو سکتا ہے؟
کیا دو دو نے چار یا ایک کو دو کا نصف مان لینے یا آفتاب کو روشن و شعاع دار
تسلیم کرنے یا حاتم طائی کو سخی۔ اور سکندر۔ و ارا با و شاہ کو تاریخی شہادت سے مان لینے کو شرعی
ایمان کہا جاتا ہے۔ اور کوئی عاقل اسکو محل تکلیف موجب ثواب قرار دے سکتا ہے۔ نہیں نہیں
ہرگز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے احکام و عقائد کے ضد اسرار علماء اسلام نے ایسے
بیان کئے ہیں جنکا بیان صریح قرآن میں پایا نہیں جاتا۔ اور اس امر کو قرآن مجید کے نقائص
نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ اسکا کمال تسلیم کیا گیا ہے جسکی طرف نص لانا تقضی عبادہ شرعی ہے۔
علماء اسلام کا عجائبات و اسرار احکام قرآن کی نسبت یہ عقائد ہے کہ اگر وہ سے زمین
کے علماء اور عقلاء مگر اسرار قرآن بیان کریں۔ تو وہ اسکو پورا ایمان نہ کر سکیں گے۔ اسکے
بعد ایسے علماء و عقلاء اور پیا ہونگے کہ وہ بر طبق عہدہ آمد بران مزید نمودہ اور ہی اسرار
بیان کریں گے۔

اور اگر بقول کا دیانی بیان اسرار دلائل کتاب الہامی کا اسی کتاب میں انحصار
ہوتا اور اس کتاب کے پیروان اور حامیوں کا یہ حق نہ ہوتا۔ کہ وہ ان احکام کے اسرار
و دلائل اپنے خدا و د فکر سے بیان کریں تو علماء اسلام احکام قرآن کے دلائل و اسرار

ابو حنیفہ
لقیب کو
پیر شرعی
فی شواہد
بیران
بولوں پر
لکھا ہو
اعدار
نے کو شرعی
نہیں
نہ اپنے
انتفاض
ہے
میں
اسکے
سردار
نصار
سردار
دوسرا

اسرار کے بیان سے تعرض نہ کرتے۔ اور اپنے اس بیان کو قرآن کا فخر و کمال نہ سمجھتے۔ قرآن کے عدم التزام
بیان اسرار و دلائل جملہ احکام اور علماء کے تعرض بیان اسرار و دلائل احکام قرآن سے صاف ثابت
ہے کہ کا دیانی نے جو اس کے برخلاف اصول مقرر کیا ہے۔ کہ انہامی کتاب وہ ہے جو اپنے دعویٰ
کے دلائل خود بیان کرے۔ کوئی دوسرا اسکے دعویٰ کے دلائل سے تعرض نہ کرے۔ اور جس کتاب کے
دعویٰ کے دلائل کو کوئی دوسرا شخص بیان کرے گا اس کتاب کو انہامی تسلیم کیا جاوے گا۔ لکن نہ خود
ہے جس سے کا دیانی کا مقصود یہ ہے کہ اہل مذہب خصوصاً اہل اسلام جب اپنی کتابوں کو دعویٰ
واحکام کے دلائل اپنی کتابوں میں موجود نہ پائیں گے تو ان کتابوں کی پیروی سے دست بردار ہو جائیں
اور اپنے مذہب خصوصاً اسلام کو سلام کر کے کا دیانی کی طرح ملحد و دوسرے بن جائیں گے۔

اس پر وہ درمی اور افشار بر اردلی کا دیانی پر آگے وہ یہ کہے کہ میرے نزدیک قرآن مجید
ہر ایک دعویٰ یا حکم قرآن ہی میں عقلی اور تاریخی دلائل سے مدلل ہے۔ لہذا اس اصول کی تاثیر
سے لوگوں کا قرآن اور اسلام سے دست بردار ہو جانا ناممکن ہے۔ تو اسکے جواب میں اس
یہ سوال کیا جائیگا کہ اگر آپ کا زلی اعتقاد یہی ہے تو براہ مہربانی آپ یہ فرمادیں کہ زمانہ قدیم سے
اس وقت تک کتنے مسلمان ایسے چلے آئے۔ یا اب موجود ہیں؟ جو قرآن کے ہر ایک دعویٰ
یا حکم کے دلائل عقلی یا تاریخی اس قرآن سے نکال سکتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں وہ
ضرور یہ بھی کہیں گے کہ تہور سے اور بہت تہور ہو جو ایک ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کئے جاسکتے ہیں
اور اس زمانہ میں تو ہمارے (خود بدولت کا دیانی کے) اور ہمارے مخلص احباب حکیم نور دین غنیہ
کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔ جو قرآن سے اسکو احکام اور دعویٰ کے دلائل عقلی نکال کر بیان کرے
اور اس جواب کے صاف نتیجہ تھیں گے کہ اکثر مسلمان جو اس وقت قرآن سے اسکے احکام و دلائل کا ثبوت عقلی
یا تاریخی نہیں نکال سکتے۔ اس اصول کے ذریعہ سے قرآن کے منکر اور دین اسلام سے مرتد ہو جائیں
جسہ ان دلائل کو اپنے سمجھ و خیال میں قرآن میں نہ پائیں گے اور یہ وہی نتیجہ ہے جو چاہنے
آپ کے اس ملحدانہ اصول سے نکلا ہے ہم نے اس میں اور کونسا ایس ملحد یا سبہ؟

کا دیانی اگر دل سے مسلمان ہوتا۔ اور نہ ہی اسکو کچھ تعلق ہوتا تو سچا سے اس اصول
 اصول کے کہ کتاب الہامی کے دعوے کی عقل یا تاریخ مُصدق ہو تو وہ الہامی کتاب ہو سکتی ہے
 یہ اصول بیان کرتا۔ کہ الہامی کتاب وہ ہے جسکا کوئی دعویٰ محال و قرار داد عقل
 انسانی کے مخالف نہ ہو۔ یا واقعات اتفاقیہ تاریخیہ اس کی مکتب نہوں۔ اس اصول سے
 وہ اپنے ظاہری عیسائیوں پر فتحیاب ہی ہوتا۔ اور اس اصول سے وہ ان کے عقیدہ
 الوہیت سچ یا تائید کو آسانی سے باطل کر سکتا۔ اور اسلام کے کسی اصول و حکم پر حملہ
 آور ہی نہ سمجھا جاتا۔ اور ملحد و رذیق نہ کہلاتا۔ کیونکہ الوہیت سیم محال اور فتویٰ عقل انسانی
 کے مخالف ہے۔ اسلئے اس اصول سے اسکا بطلان ہو سکتا ہے۔ اور اسلام کا کوئی اصول و مسئلہ عقل
 انسانی اور واقعات اتفاقیہ تاریخی کا مخالف نہیں ہے۔ (گو اس کے بعض احکام و عقائد محال
 ادراک عقل سے خارج ہیں۔ عقل انکی کہہ اور حقیقت کو نہیں پہنچتی اور اس وجہ سے ان کی
 تصدیق و تکذیب دونوں سے قاصر و عاجز ہے۔) ایسی ہی تاریخ ان کی تصدیق یا تکذیب سے
 دلہذا اسلام پر اس اصول کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اور محال اور مجہول الگ نہ میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ اذل کو عقل جائز نہیں
 رکھتی بلکہ صاف رد کرتی ہے۔ اور ثانی کے ادراک سے عاجز ہوئیے سبب اسکی نہ تصدیق کرتی
 ہے اور نہ اسکو رد کرتی ہے۔ ایسا ہی تواریخ کی تصدیق یا موافقت اور عدم تکذیب یا عدم مخالفت
 میں فرق ہے۔ تاریخ کسی امر کی تصدیق یا موافقت اسی صورت میں کرتی ہے جبکہ وہ امر تاریخ
 میں مذکور ہو۔ اور عدم تکذیب یا عدم مخالفت سکوت محض سے ہی ہو سکتی ہے۔ یعنی جس امر سے
 تاریخ ساکت ہو اور اسکی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ تاریخ اس کی مکتب یا مخالف نہیں ہے۔ مگر کا دیالی
 چونکہ فلسفہ و منطق سے جاہل ہے وہ ان الفاظ اور اسکے مفہام میں فرق نہیں کرتا۔ اور ایک کی
 جگہ دوسرے کو متحمل میں لاتا ہے۔ اور اس سے اپنا جاہل اور رذیق ہونا ثابت کر رہا ہے۔
 اس اصول بلحاظہ کی تقریر کے ضمن میں کا دیالی نے جو ثانیاً استقرار کو

نمبر ۸ جلد ۱۶

ہیچا سے اس عقیدے
بہتر ہو سکتی ہے
ارداد عقول
صول سے
وہ ان کے عقیدے
مول و سول پر حملہ
نوی عقل انسانی
مول و سول عقل
ہم و عقائد کا
یہ سے ان کی
بیجا سکت ہے

نیل جائز نہیں
تصدیق کرتی
یا عدم مخالفت
بیکر وہ اسرار
فی جس امر سے
ہے مگر کا دیالی
اور ایک کی
مکر رہا ہے
ستقرار کو

تاریخی سلسلہ کا ایک جز رہتا ہے۔ اس میں اس تو اپنی جہالت کا اظہار کیا ہے۔ اور اتنا نہیں سمجھا کہ استقرار عقلی دلیل ہے۔ (چنانچہ خود کا دیالی نے قول آمیزہ میں اس کو قیاسات کا یقینی قسم ٹھہرایا ہے۔) اور تاریخ نقلی سلسلہ ہے۔ پہلے عقلی سلسلہ نقلی کا جز رکھ کر دیکھ سکتا ہے۔

سوال اول کی تقریر میں جو ثالثاً آیت "قد خلت من قبلہ الرسل" سے کا دیالی نے استدلال کر کے کہا ہے کہ یہ راہیت (قیاس استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے۔ کیونکہ قیاسات کی جمیع اقسام سے استقرار کا وہ اعلیٰ شان کا مرتبہ ہے کہ اگر اس کو یقینی اور قطعی مرتبہ سے نظر انداز کر دیا جائے تو دین و دنیا کا سلسلہ بگڑ جائے۔ اسی جہت سے اللہ جل شانہ نے اسے پہلے قیاس استقرائی کو پیش کیا ہے۔ اور فرمایا کہ حضرت مسیح بیشک نبی تھے۔ مگر وہ انسان ہے تم نظر اڑھا کر دیکھو۔ کہ جب یہ سلسلہ تبلیغ اور کلام الہی نازل ہونیکا شروع ہوا ہے تب سے انسان ہی رسول ہو کر آئے ہیں یا کہ نبی اللہ کا بیٹا بھی آیا ہے۔" اس میں کا دیالی نے جہالت اور کفر کو کوٹ کوٹ کر بہر دیا ہے۔ جہالت اس کا اس بات پر زور دینا ہے۔ کہ قیاس استقرائی قطعی و یقینی دلیل ہے۔ قیاس استقرائی سے جو کا دیالی کی مراد ہے اسکی تفصیل سننے پرچہ ۲۲ ص ۹۳ میں باہین الفاظ کی ہے۔ "بشر عبد اللہ تہم صاحب بچہ سے دریافت فرماتے ہیں کہ استقرار کیا چیز ہے اور استقرار کی کیا تعریف ہے۔ اسکے جواب میں واضح ہو کہ استقرار اسکو کہتے ہیں کہ جزئیات مشہورہ کا جہالت تک ممکن ہو متبع کر کے باقی جزئیات کا ان ہی پر قیاس کر دیا جائے۔ یعنی حقیقت جزئیات ہماری نظر کے سامنے ہوں۔ یا تاریخی سلسلہ میں ان کا ثبوت مل سکا ہو تو جو شان خاص اور ایک حالت قدرتی طور پر وہ کہتے ہیں اس پر تمام جزئیات کا اس وقت قیاس کر لینا۔"

اور پھر اسی مراد سے قیاس استقرائی کو قطعی و یقینی ہی کہا گیا ہے۔ یہ ایسی جہالت ہے جس پر ادنیٰ طالب علم جس نے منطق کے کوچہ میں چھوٹے سے پھی گزر کیا ہو۔ اور اسکے ابتدائی سلسلے ایسا عجیب و غریب کو درہمی سے دیکھا ہو جو جرت نہیں کر سکتا۔ ایسا استقرار جسکی

کا دیانی نے تفسیر کی ہے بانفاق عقلا ظنی ہے۔ اور چوٹی ٹبری کتابوں میں اسکے ظنی ہونے پر تصریح
موجود ہے۔ ہم کا دیانی اور اسکے ان اتباع کو جو کس قدر ماہل علم کہلاتے ہیں۔ اور پھر کا دیانی کی
ایسی جاہلانہ باتوں پر اسکے مان میں مان ملاتے ہیں۔ اور اسکو جاہل سمجھ کر اسکا ساتھ نہیں چھوڑتے۔
(جیسے حکیم نور الدین پیردی جونی۔ اور ششی (ریا) مولوی محمد احسن امر دہی ہوبالی) کو نامہ کرنے کے
لئے منطق کی ایک چوٹی سی کتاب تہذیب اسکی شرح کی عبارت مع ترجمہ و تشریح نقل کرتے ہیں۔
جو اس استقرار کو ظنی قرار دیتے ہیں۔ تہذیب میں کہا ہے۔ استقرار جزئیات کی تتبع و تلاش

الاستقرار تصفح الجزئیات لاثبات
حکم کلی۔ ہوا ما تام تصفح حال
الجزئیات باسرها و هو یرجع الی القیاس
المقسم کقولنا کل حیوان اما ناطق او
غیر ناطق و کل ناطق حساس و کل
غیر ناطق حساس نتیجہ کل حیوان حساس
و هذا القسم یفید الیقین و اما ناقص یکتفی فیہ
بتتبع اکثر الجزئیات کقولنا کل حیوان یجری
فکله الا سفل عند المضح لان الانسان
کذلک و القہر و البقر کذلک الی غیر ذلک
مما صا دفناہ من افراد الحیوان و هذا
القسم لا یفید الا الظن اذ من الجائز ان یلحق
من الحیوانات التي لم یصادفہ ما یجری
فکله الاعلی۔ عند المضح کما سمعہ فی
القح (شرح تہذیب المنطق اور اس سے تمام جزئیات کا حکم لگا کر اس حکم کو

رجس و حکم کلی ثابت کرنا نہ نظر ہو) کا نام ہے۔ اس کی
شرح میں کہا ہے استقرار دو قسم ہے۔ ایک کامل
دوسرا ناقص۔ کامل وہ ہے جس میں تمام جزئیات (یعنی
صرف اکثر) کا تتبع پایا جائے۔ یہ استقرار قیاس
مقسم کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (جو تفسیر مفصلہ اور حلیہ
سے مرکب ہوتا ہے) جیسا ہمارا یہ کہنا کہ جو حیوان ہے
وہ دو حال سے خالی نہیں۔ وہ ناطق ہوگا۔ (جیسا
انسان ہے) یا غیر ناطق (جیسے گھوڑا) اور جو ناطق
ہے۔ وہ دیکھنے والا چہرہ نہ سنے والا ہے۔ اور جو
غیر ناطق ہے۔ وہ یہی دیکھنے یا چہرہ نہ سنے والا
اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جو حیوان ہے وہ
دیکھنے چہرہ نہ سنے والا ہوتا ہے۔ یہ قسم استقرار
(قیاس مقسم) یقین کا سبب ہوتا ہے۔ ناقص وہ
ہے جس میں اکثر جزئیات کے حال کا تتبع کیا جاتا ہے
اور اس سے تمام جزئیات کا حکم لگا کر اس حکم کو

شے پر تصویر
 یانی کی
 میں پھر پڑا
 ہم کو سننے
 تے ہیں۔
 تیج و تلاش
 اس کی
 ایک کمال
 بیات (یعنی
 برقیاس
 مدار و جلیہ
 دان ہے
 جیسا
 در جو طین
 اور جو
 نے والا
 ہے وہ
 مستقرار
 اقصیٰ
 باجاتا جو
 حکم کو

کلی بنایا جاتا ہے۔ (اور اسی استقرار کی قطعیت کا کاروباری کو دعویٰ ہے) اور یہ قسم استقرار بخیر ظن
 کسی اس کے مثبت نہیں ہو سکتا۔ اسکی مثال ہمارا یہ قول و قیاس ہے کہ جو حیوان ہے وہ کسی چیز کو کہانی
 اور اسکو چبانے کے وقت اپنے منہ کا نیچے کا جیڑا ہلاتا ہے جو اس تیج و تلاش بعض جزئیات
 سے پیدا ہوا ہے کہ انسان کو دیکھا جاتا ہے تو وہ نیچے کا جیڑا ہلاتا ہے۔ گھوڑے۔ گائے ہمیں
 کو دیکھا جاتا ہے تو وہ نیچے کا جیڑا ہلاتے ہیں۔ ایسا ہی جس حیوان کو ہم نے پایا اسکے نیچے کا جیڑا
 ملتا دیکھا ہے اس سے ہم نے قیاس کیا اور حکم کلی لگا دیا کہ جو حیوان ہے وہ نیچے ہی کا جیڑا ہلاتا ہے
 مگر یہ قسم قیاس بخیر ظن کسی امر کا مثبت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس امر کا جواز و امکان ہے کہ جن حیوانات کو
 ہم نے نہیں دیکھا وہ نیچے کا نہیں بلکہ اوپر کا جیڑا ہلاتے ہوں۔ جیسا کہ سنسار (جسکو عربی میں تساح
 کہتے ہیں۔ اور فارسی میں ہنگ) کا ایسا ہی حال بنا گیا ہے

کا دیانی صاحب اس عبارت کو پڑھ کر ڈوب مرو۔ حکیم نور دین صاحب اور شی
 احسن صاحب کا دیانی شرم نکرے تو آپ ہی کچھ شرم سے کام لیں اور کچھ کہا کر مر جائیں یا آئندہ
 ایسے جاہل کا (جو استقرار قیاس غیر منقسم کو قطعی کہتا ہے) ساتھ چہرہ زردین یا سہا کو کسی چوٹی بڑی کتنا
 منطقی میں دکھلا دیں کہ ایسا قیاس جسکی کا دیانی نے تفسیر کی ہے۔ قطعی و یقینی ہوتا ہے۔ اولیٰ جو چاہیں انسانی
 اس قول میں جو کفر ہے وہ کا دیانی کا یہ کہنا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں
 قیاس استقراری سے کام لیا ہے۔ اور تیج جزئیات کے اس پر قیاس کیا۔ اور اس سے یہ عام اور کلی حکم
 نکال لیا ہے کہ جو نبی ہوا ہے وہ انسان ہوا ہے۔

اس میں کا دیانی کو کفر بکا ہے (۱) خدا تعالیٰ کے حکم کو جزئیات سے مستفاد ٹھہرایا ہے۔ (۲) اور اسکے لئے
 اشکال بالغیر تجویز کیا ہے۔ (۳) اور اسکے علم تابع و فرع حوادث بنا کر حادث ٹھہرایا ہے۔
 قرار داد اہل اسلام میں خدا تعالیٰ کا علم ذاتی و ازلی ہے خدا تعالیٰ کو حادث جزئیہ کو لنگے موجود ہونے
 سے پہلے جانتا تھا۔ ان جزئیات سے اس نے علم حاصل نہیں کیا۔ اس آیت میں اس نے اپنے علم
 ذاتی اور قدیم کا انہد کیا۔ اور اپنے ذاتی علم سے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی ایسے ہی انسان تھے۔

جیسے پہلے رسول انسان گزرے ہیں۔ یہ ہرگز نہیں ہوا۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم و حضرت ابراہیم و موسیٰ وغیرہ انبیاء کو انسان دیکھا کہ ان پر قیاس کیا ہو اور اس سے نکال لیا ہو۔ کہ آدم و رسول ہی ایسے ہی انسان ہونگے یہ قیاس تو انسان کا کام ہے جو حیثیات کی تہ سے علم حاصل کرتا ہے نہ خدا تعالیٰ و تقدس کا جسکی ذات اپنے غیر سے غنی۔ اسکا علم قدیم ساری صفات قدیم۔ مع کہ علش قدیم ست و ذراتش غنی۔

عیسائیوں کے اس سوال مقدر کے کہ بیبل میں مسیح کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے کہ جواب میں جو کا دیانی رابعا کہا ہے کہ اس صورت میں بیبلوں کی نیند اور بڑبڑائی کیونکہ بیبل میں اور ان کو ہی بیٹا کہا گیا ہے۔ بلکہ بعض کو پہلو ہٹا۔ یہم جواب و تحقیقت لا جواب ہے۔ اسین کا دیانی مسلمانوں کے ساتھ رہا۔ اور قدیم عیسائیوں کا مخالف اور مقابل بنا۔ عیسائیوں سے اس کے جواب میں کچھ ہی بن نہیں پڑا۔ چنانچہ ریویو جوابات عیسائیوں کے ذیل میں بیان کیا جاوے گا۔

آیت قدس من قبلہ الرسل سے جو کا دیانی نے دوسری دلیل نکالی ہے۔ اور خامسایہ بات کہی ہے۔ کہ اُمہ صدیقہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت مسیح اگر خدا کے حقیقی بیٹے ہوتے تو اور دن کی طرح اپنے تولد میں والدہ کے محتاج نہ ہوتے۔ یہاں تک تو کا دیانی کا کہنا درست و بجا ہے۔ بیشک مطلق احتیاج و ائقہ ارخواہ کسی چیز کی طرف ہوا الوہیت کی سنائی ہے۔ خدا تعالیٰ صمد ہے۔ وہ کسی امر میں کسی کا محتاج نہیں۔ اور ہر ایک کی حاجت وہ پوری کرتا ہے۔ اس کے بعد جو کا دیانی نے سادسا کہا ہے کہ مسیح کی والدہ انسان ہی تو ضرور ہے کہ حضرت مسیح ہی انسان ہوں۔ کیونکہ ہر ایک جاندار کی اولاد اس کی نوع کے موافق ہوتی ہے۔ اور قانون قدرت خداوندی اس طرح واقع ہے۔ اسپر۔ آیت مذکورہ بالا ایام قرآن میں کوئی حرف شاہد نہیں اور نہ قرار داد اہل اسلام میں اسکی تائید و تصدیق پائی جاتی ہے۔ نہ قانون قدرت خداوندی اسکا مصدق ہے۔ نہ عقل اسپر شاہد ہے۔ بلکہ اسکا ماخذ و اصل کا دیانی کا چھپا مذہب پنچری ہے۔ اور اسی مذہب پنچری سے اس نے یہ بات نکالی ہے کہ ایک حیوان سے اسکی نوع

سے مغاثر پیدا ہونا قانون قدرت کے برخلاف ہے۔ قانون قدرت سے اسکی مراد یہی نچر ہے جس کے نام لینے سے اسکو تفتیہ مانع ہے۔

قرآن کا تو یہ حکم ہے۔ **إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** یعنی خدا تعالیٰ ہر شے پر (جو صلاحیت وجود و امکان رکھتی ہے اور شئیت ایزدی اسکے متعلق ہو سکتی ہے) قادر ہے۔ وہ چاہے تو مٹی سے انسان پیدا کر دے۔ جیسا کہ اوس نے پہلے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ اور آخر حشر کے وقت یونہی زمین سے انسان کو کھڑا کر دیکھا۔ قرار داد اہل سلام یہ چلا آیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے حضرت صالح کی اونٹنی کو بہاڑ شق کر کے پیدا کیا۔ جس سے اس وقت تک کسی مسلمان نے انکار نہیں کیا۔ مان اس سے منکر ہیں تو آپ کا دیانی صاحب ہیں۔ یا آپ کے پیرو مشر و ہادی در ہر ستر جنہوں نے اپنی تفسیر میں اس سے انکار کیا ہے۔

قانون قدرت یا (کا دیانی کے سبھانے کو یون کہو کہ) نچر محسوس و مشاہد میں ایسا ہی دیکھا گیا ہے۔ کہ بعض حیوان اپنی نوع کے مخالف مادہ سے جنم ہوتے ہیں تو ان سے ایسے مولود پیدا ہوتے ہیں جو نہ تو نر کی نوع سے ہوتے ہیں نہ مادہ کی۔ بلکہ نیم نر اور یہی نوع کے ہوتے ہیں۔ از انجملہ ایک شجر ہے جو دگر ہے کی نوع سے ہے۔ نہ گہڑے کی نوع سے بکری کے پیٹ سے پھیر یا پیدا ہونا دیکھا نہیں پر ہے۔ اور اسکو اشاعت السنہ نمبر ۱۲ جلد ۲ میں بصفحہ ۳۵۶ بیان کیا گیا ہے۔ درختوں میں اسکی نظیر سنگترہ (یا رنگترہ) جو درونجا (بازا) کی نوع سے نہیں۔ بلکہ تیسرا نوع ہے۔ رنگترہ پر ہٹے کا بیوند کرنے سے پر رنگترہ کی نوع کے مخالف مٹھے لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔

عقل کے قنونی سے یہ امر کا ایک چیز سے اسکی نوع سے مغاثر چیز پیدا ہو جائے گا مکان میں داخل ہے۔ اور کوئی عقلی دلیل اس امر کے محال ہونے پر قائم نہیں ہے۔ از نظر مذکورہ بالا اس امکان کی فعلیت ظاہر کر رہی ہیں۔ اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ کا دیانی کی وہ بات قرآن اور قرار داد اہل سلام اور قانون قدرت اور عقل کے مخالف ہے۔

م حضرت

ہو۔ کہ آور

ل کر تا ہر

ع

جواب

ن اور

کے

کا

ت

وہ

ہی

ت

ناز

اسکو آیت مذکورہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ البطلان الوہیت مسیح کے لئے اس بات کہنے کی کچھ ضرورت ہے۔ اس البطلان کے لئے یہی بات کافی ہے۔ جو آیت مذکورہ سے سمجھو ہے۔ (اور کا دیانی نہیں ہے) کہ حضرت مسیح کی والدہ تھی۔ جس سے وہ پیدا ہوئے اور وہ اپنی پیدائش میں اسکے محتاج تھے وہیں۔

آیت مذکورہ سے جو کا دیانی نے تیسری دلیل نکالی۔ اور سابقہ بات کہ ہے کہ حضرت مسیح اور ابن کی والدہ کہا نا کہا یا کرتے۔ اور اسکے محتاج تھے۔ اور یہ احتیاج کہا نا کہ الوہیت کی منافی ہے۔ یہ ہی درست و بجا ہے۔ بیشک مطلق احتیاج کہانے کی طرف یا کسی اور چیز کی طرف الوہیت کے مخالف ہے۔ مگر جو اس کے ساتھ کا دیانی نے اپنے خانگی ذہن فلاسفے بگھارے۔ اور یہ بات کہی ہے کہ انسان کو کہانے کی احتیاج اس لئے ہوتی ہے کہ اسکا بدن تخلیق ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ چند سال میں پہلا بدن معدوم ہو کر دوسرا بدن پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کہا نا تخلیق شدہ بدن کا بدل بنتا ہے۔ یہ محض خوبی ہو رہی ہے۔ اسکا نہ آیت کے کسی لفظ یا اسکی تفسیر سے تعلق ہے۔ نہ البطلان الوہیت مسیح پر موقوف ہے۔

کا دیانی نے یہ اجنبی بات کہہ کر خروج از بحث کیا۔ اور اپنے خصوم کو اس کے متعلق فضول و نکتہ چینی کا موقع دیا۔ چنانچہ ملاحظہ اقوال آئندہ فریقین سے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ کا دیانی کی تقریر پرچہ اول کے مطابق اسلامی راہ ہے۔ اب فریق ثانی

کے پرچہ اول کے متعلق رائے ظاہر کی جاتی ہے۔ اس مقام میں گو صرف مضامین پرچہ اول فریق ثانی کا ریویو مدنظر ہے۔ مگر اس فریق کے جملہ متمسکات کا رجوع الوہیت مسیح کے متعلق اس فریق نے پیش کیے ہیں۔ اور وہ ادن کے دوسرے دن پرچہ میں مذکور ہیں۔ ریویو ہی اس مقام میں کیا جائیگا۔ تاکہ بار بار اس کے ریویو کی نوبت نہ آدے اور ضرورت نہ ہو۔

تقریر پرچہ اول فریق ثانی کے متعلق اسلامی راہ

پہلی آیت نے جو کا دیانی کی تیسری بات کے جواب میں اولاً کہا ہے۔ اسکا مضمون

جلد ۱۶
 سے بات کے
 سے سمجھی گئی
 اور وہ اپنی
 یہ بات کہی
 آج کہاؤ گی
 کے کی طرف
 خانگی دنیا
 ہے کہ اسکا
 بدن پیدا
 ہے۔ اسکو
 ہے
 من فضول
 نار اللہ تعالیٰ
 شی ثانی
 یہ اول
 متعلق
 ریلووی
 نہ ہو
 اور

مطلب درست ہو۔ اور اسکا جواب کا دیانی سے کچھ نہیں کہتا۔ مگر وہی آہم کا طرز بیان عمدہ و مطلب
 نیز نہیں۔ اور اس سے اسکا مطلب بخوبی اور نہیں ہوا۔ وہی آہم کی جو شجیرہ و تقریر سننے دیکھی وہ
 ایسی ہی پائی جبکہ اس سے بخوبی سمجھ میں نہ آیا۔ اور وہ مطلبش دریا بطن شاعر کا مضائقہ معلوم
 ہوا۔

اس مقام میں ہم اسکا مطلب اپنی عبارت میں اور کہتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ وہ
 مطلب درست ہو۔ اور جو جواب اس مطلب کا کا دیانی سننے دیا ہے وہ درست اور مطابق سوال نہیں
 ہے۔ وہی آہم کا مطلب یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کی قدرت و اتصال و اقوال کا امتحان ہی انسانی
 استقرار سے ضروری ہے۔ اور جو بات خدا کی انسانی استقرار کے موافق معلوم نہ ہو۔ وہ لائق
 تسلیم نہیں ہے تو چاہیے کہ خدا کی صفت تالیقیت کو ہی نہ مانیں کیونکہ انسانی استقرار تو صحیح و ٹھوس
 خلق کی ہی صورت نظر آتی ہے۔ کہ ایک مادہ (کڑی یا مٹی یا لہو) سے ایک چیز بنائی
 جاوے۔ اور اسکے بنانے کے لئے آلات اور اوزار تیشہ بہ تیشہ وغیرہ ہوں۔ جو چیزیں انسان بنا کر
 اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جو بغیر مادہ اور بغیر آلات کے بنائی جاسکتی ہو۔ اور خاص کر انسان کی
 خلق و پیدائش کی صورت انسانی استقرار و توجیح میں ہی نظر آتی ہے۔ کہ مرد و عورت جنعت
 ہوں۔ اور ان دونوں سے بچہ تولد ہو۔ مگر عام خلق خداوندی میں بقول اہل مذہب سامعی یہ
 صورت خلق جو استقرار میں آئی ہے۔ پائی نہیں جاتی۔ اور نہ خاص خلق آدم و مسیح میں
 یہ صورت استقراری خلق کی پائی گئی ہے۔ بلکہ اہل اسلام خصوصاً مسلمان عام صفت خلق
 کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے عالم کو بغیر مادہ کے بنایا۔ اور اس خلق میں وہ آلات

اور خلق و امر غیبی (یعنی بنیادہ آلات) اور
 ہم الخالقون (الطوس ۲۶)

و اور ان دونوں کا محتاج نہیں ہوا۔ اور خلق حضرت
 کی نسبت مسلمان و اہل کتاب یہ اعتقاد رکھتے ہیں
 کہ حضرت آدم کو خدا تعالیٰ نے بغیر کسی مرد و عورت کے صرف مٹی سے پیدا کیا۔ اور خلق حضرت
 مسیح کی نسبت مسلمان اور نصاریٰ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ انکو خدا تعالیٰ نے صرف مادہ سے پیدا کیا۔

اور اگر خدا کی قدرت و افعال میں انسانی استقرار واجب الحفظ ہے۔ اور جو چیز اسکے موافق معلوم ہو اس سے انکار لازم ہے تو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی تمام صفت خالقیت کا انکار کیا جائے اور حضرت آدم کا بلا مار و پدیر پیدا ہونا اور حضرت مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا تسلیم کیا جائے۔ حالانکہ اس سے کادیانی کو بھی انکار نہیں ہے۔ وہ بھی مانتا ہے کہ خدا نے عالم کو بغیر مادہ و آلات پیدا کیا۔ اور حضرت آدم کو بلا مار و پدیر اور حضرت مسیح کو بلا پدیر پیدا کیا ہے۔ اور جبکہ خدا کی صفت کی خالقیت۔ اور حضرت آدم و حضرت مسیح کی پیدائش برخلاف صورت استقرار انسانی تسلیم کی گئی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے افعال و اقوال میں اس انسانی استقرار کا کچھ لحاظ نہیں ہے۔ اور جس چیز کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرما دیا ہو۔ کہ ہم نے یہ کو ایسا کیا۔ یا وہ چیز باتفاق کل خدا کا فضل تسلیم کی جائے۔ اس میں انسانی استقرار کی موافقت کی شرط ایک دھکوسلہ ہے۔ اور محض الحاد۔

مشرک اہم کا اس قول سے یہی مطلب ہے تو مشرک اہم پر واجب ہے کہ اپنے تصور بیانی کے مسترف ہو کر آئندہ تفسیر و تخریر کا کبھی نام نہ لیں۔
تلم کو توڑ دیں۔ اور کاغذ کو پھاڑ ڈالیں۔ اور ہمارا شکریہ ادا کریں۔
کہ ہم نے ان کی مردہ تفسیر میں جان ڈال دی۔ اور اسکے جواب کا دیانی کی عاجزی ظاہر کر دی۔ اور اس صورت میں جو کچھ کادیانی نے اس مطلب کے جواب میں کہا ہے وہ بیچ و بچ ہے۔
چنانچہ ناظرین کو اسکے جواب کے ملاحظہ سے یقین ہوگا۔ مگر اس سے وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ جس مدعا کے واسطے اوہوں نے یہ تقریر کی تھی۔ بننے وہ مدعا مان لیا۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہنسنے اکی تقریر کو شاکت پیرایہ میں ادا کر کے صرف یہ ظاہر کر دیا ہے کہ خدا کی قدرت و افعال و اقوال کے لئے انسانی استقرار معیار و پیمانہ صحت نہیں ہو سکتا۔ اور کادیانی کا مجوزہ استقرار ایک ڈھکوسلہ ہے۔ اس سے زیادہ یہ نہیں مانا (اور نہ ڈھکی) اہم کی کلام میں اسکا ثبوت پایا ہے۔) کہ خدا تعالیٰ نے بجز انسان کی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ یا اپنی پاک کلام میں اسکا اظہار فرمایا ہے۔ کہ ہم نے اپنے حقیقی بیٹے یا اپنی جڑ اور تیسرے حصہ (وہ آت تہری اکل گا ڈن) کو رسول بنایا ہے۔ اسباب میں جو کچھ

ڈیٹی آہتم یا اسکے ثانی اثنین ڈاکٹر شری مارٹن کلارک یاروے زمین پر کسی عیسائی کے کہا ہے۔
 وہ صرف دعویٰ ہی ہے۔ جسکا کوئی ثبوت انہوں نے نہیں دیا۔ اور اسکا خلاف (حضرت مسیح کا خدا
 یا تیسرا حصہ خدا نہونا) ہمارے اس پرچہ میں اور دیگر تصانیف اہل اسلام اور توحیدی عیسائیوں
 میں ایسا ثابت ہے کہ اسمین تشلیقی عیسائیوں کو دم مارنے کی جگہ نہیں ہے۔
 ڈیٹی آہتم نے کادیانی کی ساتویں بات کے جواب میں جو ثانیاً و ثالثاً کہا ہے کہ ہم مسیح
 کے جسم کو (جو کہانے پینے کا محتاج ہے) اللہ نہیں جانتے بلکہ مظهر اللہ کہتے ہیں۔ جیسے وہ جھاری
 تھی جس سے انی مانا اللہ کی آواز آئی تھی۔ اور یہ امر کہ خداستون میں سے آواز دیکھ کے کہیں
 تمہارا خدا ہوں۔ ممکن ہے کہ تجربہ یعنی ہمارے مشاہدہ واستقرار کے مخالف ہے۔ ہنر ابن اللہ
 کو جسم نہیں مانا۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کو روح جانتے ہیں جسم نہیں۔ یہ ایسا قول ہے جسکے معنی اور نوا کوئی
 کیا سمجھے گا۔ ڈیٹی آہتم خود ہی نہیں سمجھے اور طرفہ یہ کہ کادیانی ہی اسکا مطلب کچھ نہیں سمجھا۔ اور
 اسکا جواب اس نے کئی دفعہ دیا ہے۔ جیسے کسی عقلمند نے اپنے مخاطب سے کہا تھا کہ میں تیرا سوال تو
 سمجھا نہیں مگر جواب اسکے دو دیتا ہوں۔ ہم اس قول کے قائل (ڈیٹی آہتم) اور اس قول کے
 مجیب (کادیانی) دونوں سے چند سوال کرتے ہیں۔ اور اس قول اور اسکے جواب کا مطلب
 ان سے پوچھتے ہیں۔

ڈیٹی صاحب کی مراد مظهر سے اگر مظهر ذات ہے۔ اور جسم مسیح کے مظهر
 خدا ہونے سے یہ مقصود ہے کہ خدا کی ذات نے جسم مسیح میں ظہور کیا۔ اور وہ بذات خود مجسم ہو کر
 اس جسم و شکل میں ظاہر ہوا جسکو مسیح کہا جاتا تھا لہذا سچا روحنا باب اول آیت ۱۷ کا یہ بیان
 کہ کلام خدا تھا۔ اور کلام مجسم ہوا مشعر ہے۔ اور ڈیٹی آہتم نے ہی اسکو پرچہ ۳ جون وغیرہ میں
 تسلیم کیا ہے۔ (تو اس صورت میں ڈیٹی آہتم سے یہ سوالات ہیں۔ (۱) اس
 حالت میں آہتم صاحب نے اپنے اس پرچہ میں اور پرچہ ۳۰ می ۱۹۵۶ میں جسم مسیح کو خدا ماننے سے
 کیوں انکار کیا ہے۔ (۲) اگر اب اس جسم کو خدا مان لو۔ اور اس معنی کے اسکو مظهر اللہ جانتے ہیں

۹ جلد ۱۶
 حق معلوم ہوا
 اور حضرت آدم
 سے کادیانی
 حضرت آدم
 اور حضرت
 سے معلوم ہوا
 کی نسبت
 جانے اس
 ہے کہ
 لین۔
 کریں۔
 جزئی ظاہر
 ہے۔
 لے واسطے
 عزیمت کو
 لئے اپنا
 سے اس
 ہے پھر اس
 تی بیٹے
 جو کچھ

تو جبکہ وہ جسم پیدا ہوتا ہے ہی سے کیوں اسکو مظہر اللہ نہیں مانتے۔ اور پروجہ ۳۱ می ۱۹۳۰
 میں کیوں لکھا کہ مسیح روح القدس کے نازل ہونے کے وقت سے مظہر اللہ ہوئے۔ اور پروجہ
 یکم جون میں کیوں کہا کہ جب تیس برس کے ہو کر وہ پتہ پا کر یرون سے نکلے تو مظہر اللہ اور مسیح
 (۳۱) اس صورت میں جہاڑی کی تشکیل ہمارے سے کب دست آویز ہو سکتی ہے۔ جہاڑی
 کی نسبت قرآن یا تورات میں کہاں دارو ہے کہ وہ جہاڑی صناعی جسم نہیں۔ (۳۲) اس صورت
 میں آپ کا ستون میں سے خدا کے آواز دینے کا امکان بیان کرنا کیا فائدہ دیتا ہے کیا اس
 اس ستون کو ہی آپ خدا کے جسم مان لیں گے۔ (۳۵) اس صورت میں ان اعتراضوں کا
 کیا جواب ہے جو خدا کے جسم ہونے پر اور جسم کے کہانے پینے کی طرف محتاج ہونے پر وارد ہوتے
 ہیں۔ اور ان کو آپ ہی اس پر جواب میں مان چکے ہیں۔ (۳۶) اس صورت میں ہندو جو
 اپنے اوتاروں کو صانع جسم مانتے ہیں۔ آپ کے نزدیک کیوں محل اعتراض ہیں سائیک مسیح کو
 صانع جسم ماننے اور ہندوؤں کے راہنہ رکو خدا کی جسم ماننے میں کیا فرق ہے۔

اور اس صورت میں کا دیانی سے یہ سوال ہے۔ کہ اپنے ڈپٹی آہتم سے
 مظہریت کے یہ معنی تسلیم کر کے اسکو انہی اعتراضات کا جو خدا کے جسم ہونے پر وارد ہوتے
 ہیں کیوں مورد نہ بنایا۔ اور اس سے اسکو کیوں ملاحجاب نہ کیا۔ اور مظہریت کے دوسرے معنی
 تجویز کر کے بحث کو ناسخ کیوں طویل دیا؟ اور اگر مظہریت مراد مظہر صفات خلق و قدرت
 خداوندی ہے۔ اور جسم مسیح کے مظہر خدا ہونے سے یہ مقصود ہے کہ وہ پاک جسم خدا کی قدرت
 کاملہ کا مظہر تھا۔ تو پھر اس صورت میں ڈپٹی آہتم سے یہ سوالات ہیں۔ (۱) اس مظہریت
 مسیح کا خدا یا ابن اللہ یعنی سوم حصہ یا جزو خدا (ڈن آف تہری ایگل گاڈز) ہونا کہاں ثابت
 ہوتا ہے۔ یہ مظہریت تو باعتراف آپ کے پروجہ دوم، ۱۹۳۰ء اور پروجہ دوم یکم جون ۱۹۳۳ء
 کے ہر شے میں پائی جاتی ہے۔ اس سے تو کوئی چیز بھی خالی نہیں ہے۔ پس جابئیے ہر چیز میں
 آسمان در دیوار کو ابن اللہ یا خدا کہیں۔ حالانکہ آپ اسکو قائل نہیں۔ بلکہ اس ابنیت یا الوہیت

یہاں سے ۱۹۳۱ء
 نئے۔ اور پرچہ
 ہر لکھ اور سیسہ
 کتب ہے۔ چھاپی
 (۴) اس صورت
 دیتا ہے کیا اس
 عمر رضوں کا
 نے پر وار دہوتے
 میں ہندو جو
 سب کے سب کو
 ڈپٹی آہتم نے
 پر وار دہوتے
 دوسری معنی
 قدرت
 خدا کی قدرت
 اس مظہریت سے
 کہاں ثابت
 ۱۹۳۱ء
 کے سرچیزوں
 یا الوہیت

کو مسیح سے مخصوص کرتے ہیں۔ (۲) اس معنی کے مظہریت تو مسیح کے جسم اور روح دونوں کو
 ہر وقت اور ہر آن حاصل تھی۔ چنانچہ آپ کا پرچہ دوم ۱۹۳۱ء کے مظہر ہے۔ پہر آپ نے اس
 پرچہ ۲۲ مئی ۱۹۳۱ء میں اس مظہریت سے جسم کو کیوں خاص کیا۔ اور پرچہ ۳۱ مئی ۱۹۳۱ء اور
 یکم جون ۱۹۳۱ء میں حضرت مسیح کی تیس برس کی عمر تک پہنچنے اور مسیح ہو جانے کے وقت کو اس مظہریت
 سے کیوں مخصوص کیا۔ (۳) وہ چھاپی جس سے انی انالسد کی آواز آئی تھی۔ اور سون برس
 آپ کے نزدیک خدا تعالیٰ آواز دیکر کہہ سکتا ہے۔ کہ میں خدا ہوں اسی معنی مظہریت سے انی
 انالسد کہتے تھے۔ اور آواز دے سکتے ہیں۔ اور اس قول و آواز سے اس چھاپی اور سون کا
 خدا سے مجسم ہونا آپ کی مراد نہیں تو ان دو مثالوں کا ذکر کس عرض سے ہے۔ اس معنی کو تو ہر
 چیز اور ہر ذرہ مظہر خدا ہو سکتا ہے۔ اور اس صورت میں کا دیانی سے یہ سوال ہے۔
 کہ اس مظہریت سے تو حضرت مسیح ابن الدیاض را یا سوم حصہ خدا ہونے کی صاف نفی ثابت ہو
 ہے۔ پہر تھے کیوں اس قسم کے الزامات سے ڈپٹی آہتم کا منہ بند نکلیا۔ اور ان فضول سوالوں
 سے کہ کیا مسیح میں دو دین تھیں۔ ہاں اور کیا وہ تیس برس کی عمر تک مظہریت سے خالی رہا
 اور کیا وہ خدا مجسم تھی جو پرچہ ۱۰۔ ۳۱ مئی ۱۹۳۱ء اور یکم دوم وغیرہ جون ۱۹۳۱ء میں
 وار دے گئے ہیں۔ کیوں بحث کو طول دیا۔

ڈپٹی آہتم نے کا دیانی کے ملحدانہ اصول کی تمثیل اور باپس قیاس استقرار لخصوص
 کتب الہامی میں تاویل کے جواب میں جو را ایا کہا ہے کہ بیشک تاویل طلب امر کو تاویل کرنا
 چاہئے۔ لیکن حقیقت کو چاہیے کہ تاویل نہ بگاڑے۔ اور اگر کوئی حقیقت برخلاف امر واقعی کے
 ہو تو بالمرہ حکم بطلان اسپر و نیل ہے نہ بطلان کو مراد کر حتی بنانا۔ یہ بھی ایسا قول ہے جس کا مطلب
 نہ ذائل (عبدالداہتم) نے سمجھا۔ نہ عجیب۔ (کا دیانی) نے۔ اور اسکا پہلا حصہ اخیر حصہ کے
 مخالف اور اس سے متناقض ہے۔ اسکے پہلے حصہ میں تاویل کو جائز کہا گیا ہے۔ اور آخری
 حصہ میں کہا گیا ہے۔ کہ تاویل ایسی ہو۔ جو حقیقت کو نہ بگاڑے۔ اور یہ غور نہیں کیا گیا۔ کہ تاویل

جو ہوتی ہے وہ ایسی ہوتی ہے کہ اس میں حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو مبرا قرار دیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک تاویل میں حقیقت کو توڑ کر غیر حقیقت یعنی مجاز کو اسکی جگہ نہیں لایا جاتا ہے تاویل ہوتی تو حقیقت کہاں رہی۔ ڈپٹی جج عبدالساہتہم نے تو پیرانہ سال کی سبب حقیقت و مجاز و تاویل کے بارے سے بے علمی و ناواقفگی کے سبب اپنی کلام کو نہ سمجھا تھا۔ اس لئے پہلی حسب موقع تاویل کو جابا تسلیم کر کے آخر اسکو رد کر دیا۔ مگر کادیانی کی سکوت سے اور اس کلام کو رد کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہی اس کلام کو نہیں سمجھا۔ سمجھنا تو ضرور اسکا یہ نقص و تناقض جو ہم نے بیان کیا ہے بیان کرتا۔

ڈپٹی آہتم نے جو خامس کہا ہے اسکے متعلق ہم اسکے قول ششم و ہفتم و ہشتم کے متعلق رائے ظاہر کرنے کے بعد اظہار رائے کریں گے۔ کیونکہ وہ قول بہت بسیط و طویل بحث کا خواہن ہے۔ لہذا اسکا علیحدہ کرنا مناسب ہے۔

ڈپٹی آہتم نے کادیانی کے استدلال آیت قرآن کے جواب میں جو سادہ سا کہا ہے کہ میں قرآن کے الہامی ہونے کا قائل نہیں ہوں۔ یعنی پھر پھر سے قرآن کو کیوں پیش کیا گیا ہے اس سے ڈپٹی آہتم نے یہ جتایا ہے کہ انکے فہم و شعور میں پیرانہ سال کے سبب نقصان واقع ہو گیا ہے۔ اور اس قول کے بعد کادیانی کو (اگر وہ کچھ فہم و شعور رکھتا ہے) ہرگز مناسب نہ تھا۔ کہ ان سے پھر وہ کلام بحث کرتا اور ان کو اپنا مخاطب بنا کر کادیانی ہی ان ہی کی مانند بے شعور و نا فہم ہے۔ وہ ایسی باتیں سن کر بھی انکے بحث و خطاب سے دست بردار ہوتا اور اس مصرعہ کا مصداق بنا رہا ہے۔ ع۔ خوب گذریگی جو مل بیٹھیں گے دیوانہ دو۔

ڈپٹی آہتم اتنا نہ سمجھ سکے کہ کادیانی کا آیت قرآن سے استدلال اسکے اس سلیانہ اصول کی بنا پر ہے کہ جو شخص اپنی الہامی کتاب کی نسبت کوئی دعویٰ کرے وہ پہلے اس دعویٰ کو اس کتاب سے نقل کرے۔ پھر اسکا عقلی یا تاریخی ثبوت اس کتاب سے نکال کر پیش کرے۔ نہ اس نظر سے کہ ڈپٹی آہتم قرآن کو الہامی مانتے ہیں، نہ لہذا وہ اس آیت کو رد الزام ہو سکتے ہیں

اور ہر ایک
 س ہوئی تو پھر
 ییل کے معنی
 تاویل کو جاننے
 سے معلوم
 ہئے بیان
 ہتم و شتم
 بیط و
 دسا کہا
 ت کو کیوں
 مالی کے
 رکشا۔
 فی ہی
 در دار ہوا
 و و
 نہ معلوم
 دعویٰ کو
 نہ اہل
 تے ہیں

ڈپٹی آہتم نے جو سالیجا و شامتا کہا ہے۔ اسکا خلاصہ صرف یہ ہے کہ بیبل
 میں جہاں غیر مسیح کے حقیقین بیٹا بیٹی کا لفظ آیا ہے۔ وہاں تاویل واجبک ان اقوال میں
 ڈپٹی آہتم نے کا دیانی کے اس اصول تاویل کو تسلیم کر لیا ہے جس سے قول چہارم میں انکا
 کیا ہوا۔ اور اس سے یہ بتایا ہے کہ وہ اپنی کلام کا مطلب خود نہیں سمجھتے۔ پھر چہ اول
 ڈپٹی آہتم کے جملہ مطالب ریویو ہو چکا ہے۔ اب صرف قول خامس کا ریویو باقی ہے جو ذیل میں کیا جاتا ہے۔
 ڈپٹی آہتم نے کا دیانی کے جواب سوال مقدمہ کہ بیبل
 میں اور صالحین کو بپٹا کہا گیا ہے کے جواب میں جو خامسا کہا ہے کہ بیٹے کا لفظ بیبل میں
 دو معنی میں مستعمل ہوا۔ یعنی یکتن و بچنے پاک میں۔ اور مسیح کے حق میں اسکا استعمال یعنی
 یکتن ہوا ہے۔ چنانچہ بیبل کے فلاں فلان مقامات شاید و مصدق ہیں۔ یہ محض دعویٰ ہی
 دعویٰ ہے۔ اور ان مقامات بیبل میں ایک مقام ہی ایسا نہیں جس سے مسیح کا خدا تعالیٰ سے
 ہم تن ہونا ثابت ہو۔ اس تمام سباحہ میں صرف ایک ہی مضمون اس لائق تھا کہ ڈپٹی آہتم اسکو مدلل
 کرتے اور کا دیانی اسکا جواب مدلل و منصفل دیتا۔ مگر فسوس نہ ڈپٹی آہتم نے اسکا کافی ثبوت
 ہم پہنچایا۔ اور نہ کا دیانی سے اسکا جواب مدلل و منصفل ہو سکا۔ ہم اس مقام میں اس مضمون
 پر ایسی تفصیلی بحث کرتے ہیں جس سے ڈپٹی عبد اللہ آہتم اور کا دیانی دو نو قائل و منفعیل ہوں
 ڈپٹی آہتم اسلئے کہ اس تفصیل سے انکو معلوم ہوگا کہ ان کے پیش کردہ مقامات بیبل سے مسیح کی الوہیت
 ثابت نہیں ہوتی۔ کا دیانی اسلئے کہ اس تفصیل کے ملاحظہ سے اسکو واضح ہوگا کہ ان مقامات بیبل
 کا جواب مسکت (خصم کو ساکت کر نیوالا) یہ ہے جو اس مقام میں دیا گیا ہے۔ نہ وہ جو کا دیانی نے
 دیا ہے۔

اس قول (پنجم) میں جو مقامات عہد عتیق کے نقل کئے گئے ہیں۔ انکی نسبت
 ہم اجمالی رائے محقق عیسائیوں کی نقل کرتے ہیں جس سے صاف ثابت ہے کہ عہد عتیق میں
 حضرت مسیح کی الوہیت یا تثلیث پر کوئی تصریح نہیں ہے جو ہمیں از عم عیسائیوں کے اشارات

ہین جن سے عیسائی لوگ عہد جدید کی مدد سے الوہیت مسیح یا تثلیث استنباط کرتے ہیں۔ پھر ہر ایک مقام پر تفصیلی بحث کر کے ثابت کریں گے کہ ان مقامات سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت

نہیں ہوتی +

اجمالی رائے کے نقل

بشپ ہیو برن کہتے ہیں۔ اگر چہ پڑانے عہد نامہ میں تثلیث کا اشارہ اکثر آیا ہے۔ تاہم پھر
نئے عہد نامہ کے اسکو درست طور پر سمجھنا ایک امر دشوار ہے۔ چنانچہ باوجودیکہ یہودیوں کے درمیان
توریت میں ہزار برس سے اور انبیاء و پیغمبروں سے ہین۔ تو یہی آج کے دن تک وہ اسکو
یعنی تثلیث کو اپنے ایمان کا رکن ہرگز نہ بنا سکے۔ بلکہ مثل مجذوبوں کے اب تک مقرر ہیں۔ کہ خدا انوم
میں اور ذات میں واحد مطلق ہے۔ پادری فٹنر صاحب مفتاح الاسرار میں کہتے
ہیں۔ تثلیث کی تعلیم توریت میں صرف اشارہ کے طور پر ذکر ہوئی ہے۔ انجیل میں واضح
بیان ہوئی ہے۔ اسی سبب جب تک کوئی انجیل کے مضمون کو نہ سمجھا ہو تو توریت کے اکثر مطلبوں
کو جیسا کہ چاہیے نہ سمجھیں گے۔

بشپ بریمہٹ شرح عقاید دینی میں کہتے ہیں۔ عہد عتیق کو بشپ عہد جدید تو یہ قرار
کرنا چاہیے کہ اس سے ثابت کرنا کوئی آسان کار نہیں ہے۔ ان اقوال ثلثہ کو مستطاب
مسیح نویدی عیسائی نے رسالہ تحقیق الوہیت مسیح میں اپنے اس دعویٰ کی تائید میں نقل کیا ہے
کہ پڑانے عہد نامہ میں خالص وحدت کی تعلیم ہئی ہے۔ احکام عشرہ کا پہلا حکم یہ ہے۔ تیرے
آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہو۔ سن سے سہ ماہیل خداوند تبار خدا اکینا خداوند ہے۔ ہستنا
۱۵۔ اس وحدت میں کثرت کی تعلیم مطلق نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کا عقیدہ ہی اسپر شاہد ہے
کسی یہودی نے کبھی خدا کی وحدت میں کثرت کا خیال نہیں کیا۔ اور بعد نقل اقوال ثلثہ مذکورہ
کہا ہے۔ پھر جبکہ صرف انجیل ہی کی روشنی میں پڑانے عہد نامہ سے کثرت فی وحدت کی تعلیم اخذ
ہو سکتی تو صاف ظاہر ہے کہ اگر انجیل میں کثرت فی وحدت کی روشنی میں اس کے تو پڑانا عہد نامہ

ہر ایک
بت

کثرت کی تعلیم کی نسبت بالکل تاریک رہیگا۔ اس لئے ہم اس سالہ (متقیح الوہیت مسیح) میں (البطال الوہیت مسیح کے لئے) پڑاؤ عہد نامہ پر مطلق بحث نہ کریں گے۔ صرف انجیل پر غور کر کے دیکھیں گے کہ آیا یہ تعلیم اس میں ہے یا نہیں۔ اگر انجیل میں کثرت فی الوحدت کی تعلیم نہ ملی تو پھر اس کے ڈھونڈنے کیلئے پڑانے عہد نامہ کی طرف رجوع کرنا بالکل عبث ہوگا۔

تاہم
درمیان
کو
خدا
میں
کتنے
مشہ
طلب

اس کے بعد مسٹر اکبر مسیح نے انجیل میں حضرت مسیح اور ان کے رسولان کی تعلیم سے خالص توحید بتائلیت کو ثابت کیا۔ پھر اسی انجیل سے حضرت مسیح کی الوہیت کا ابطال کیا ہے۔ اور اس میں لیاقت کا ثبوت تحقیق روح پسندی کا کافی ثبوت دیدیا ہے۔ یہ ہمارا اس سالہ پر اجمالی ریویو ہے جس کی نظر دامید پر مولفہ رسالہ نے وہ رسالہ ہمارے پاس بھیجا ہے۔ تفصیلی ریویو پھر کریں گے۔ جب ہم تیلیٹی عیسائون کی خدمت سے فارغ ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ
مقام

یہ محقق عیسائون کی اجمالی رائے ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن مقامات عہد عتیق کو ڈیٹی عبداللہ آتم نے الوہیت مسیح کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ ان سے مسیح کی الوہیت عیسائون کے نزدیک ہی ثابت نہیں ہوتی۔ اب ان مقامات کی نسبت تفصیلی بحث کر کے یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ ان سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت نہیں ہو سکتی۔

تفصیلی بحث

مجملہ ان مقامات عہد عتیق کے جنکو ڈیٹی آتم نے قول خیم میں پیش کیا ہے۔ ایک مقام ذکر کیا گیا ہے جس میں یہ بیان ہے کہ اسی تلواریں تو میرے چرواہے ہر اس انسان پر جو میرا ہوتا ہے بیدار ہو۔ رب الافواج فرماتا ہے اس چرواہے کو مار کہ گلہ پراگندہ ہو جائے۔ ڈیٹی آتم اور اسکے دوسرے بھائی غیر محقق و نا انصاف عیسائی خیال کرتے ہیں کہ اس مقام میں حضرت مسیح کے مارے جانے کی پیشگوئی کی گئی ہے جس میں اس کو خدا کا ہوتا کہا گیا ہے مگر انصاف و تحقیق کی آنکھ سے اصل عبری کتاب ذکر کیا گیا کو دیکھنے والے بخوبی جانتے اور یقین رکھتے ہیں۔ کہ اس میں نہ حضرت عیسیٰ یا کسی اور شخص کو خدا کا ہوتا کہا گیا ہے۔ نہ حضرت عیسیٰ کے قتل ہو جانے کی

یہ
سے
شنا
ہے
لورہ
اخذ
زمانہ

امرا اول کا ثبوت

خبر ہے۔

اس پیشگوئی میں جس لفظ کے معنی ہمتا کئے گئے ہیں لفظ عبرانی **בד** اور **ב** عجمی ثنی ہے جس کے معنی ہمتا ہیں یا ہم صحبت کے ہیں (بخشنا ہے کتاب لغات عبرانی ولیم ہوپر صاحب کے ۲۹۱ صفحہ سے معلوم ہوتا ہے) اور وہ ثنی میں پائے جاتے ہیں۔ اور اس وجہ سے جس شخص کی اس مقام میں پیشگوئی ہے۔ وہ صرف خدا کا ثنی ہو سکتا ہے۔ نہ خدا اور اس سے اسکی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ نہ خدائی۔ اس لفظ عجمی ثنی کے معنی ہمتا خدا کے نہیں ہیں۔ اور واقعہ میں یہی کوئی انسان یا کوئی اور مخلوق خدا کا ہمتا نہیں ہو سکتا۔ عہد عتیق و عہد جدید کے متعدد مقامات میں اس امر پر تصریح موجود ہے کہ خدا کا کوئی ہمتا نہیں۔ اور اسکے سوا کوئی خدا نہیں

عہد عتیق کی شہادت

کتاب استثنائے کے باب ۱۔ آیت ۵۳ میں ہے۔ یہ سب تجھے کو دکھا گیا۔ تاکہ تو جانے خداوند تو خدا ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اور اس باب کی آیت ۳۹ میں ہے۔ پس آج کے دن جان اور اپنے دلین غور کر کہ خداوند ہی خدا ہے جو ابر آسمان میں اور نیچے زمین میں ہے اور کہ اسکے سوا کوئی نہیں ہے۔ اور اس کتاب کے باب ۶ کی آیت ۴ میں ہے۔ سن لے اے اسرائیل خداوند تمہارا خداوند کیا خدا ہے۔ اور اس کتاب کے باب ۳۲ آیت ۳۹ میں ہے۔ اب دیکھو کہ میں ہاؤن میں ہی وہ ہوں۔ اور کوئی مجھو میرے ساتھ نہیں۔ میں ہی مارتا ہوں۔ اور میں ہی جلاتا ہوں۔ میں ہی زخمی کرتا ہوں۔ اور میں ہی جنگا کرتا ہوں۔ اور ایسا کوئی نہیں جو میرے ہاتھ سے چھوڑا ہے۔ اور کتاب دوم سمویل کے باب ۷ آیت ۲۲ میں ہے۔ سو تو اے خداوند خا بزرگ سے اس لئے کہ کوئی تیری مانند نہیں ہے۔ اور تیرے سوا جہاں تک کہ پہنچے اپنے کانوں سے سن لے کوئی خدا نہیں ہے۔ اور کتاب اول سلطین باب ۸ آیت ۲۴ میں ہے

۱۲۔ اسکی اصل عبارت عبرانی یہ ہے۔ **שׁוֹמֵר יְהוָה אֱלֹהֵינוּ יְהוָה אֱלֹהֵינוּ אֵין אֲחָדָּ ۱۲**

اور کہا اسے خداوند اسرائیل کے خدا تھا سو کوئی خدا نہ اور آسمان میں ہے۔ نہ نیچے زمین میں۔ اور زبور باب ۱۸ آیت ۳۱ میں ہے۔ خداوند کے سوا خدا کون ہے۔ اور ہمارے خدا کو چھوڑ کر چنان کون ہے۔ اور زبور باب ۷۷ آیت ۱۷ میں ہے۔ اسے خدا تیری راہ مقدس ہے۔ کون معبود خدا کی مانند بڑا ہے۔“

اور کتاب یسعیاہ کے باب ۴۷ آیت ۶ و ۷ و ۸ میں ہے۔ خداوند اسرائیل کا بادشاہ اور اسکا نجات دینے والا اب الالواح یون فرماتا ہے۔ کہ میں اول ہوں اور آخر ہوں۔ اور میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ (۷) اور کون میری مانند بولاتا۔ (۸) کیا میرے سوا کوئی خدا ہے اور اس کتاب کے باب ۵۴ میں ہے۔ میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ میں تیری کربانڈھی۔ اگرچہ تو نے مجھے نہ پہچانا۔ (۶) تاکہ لوگ سوچ نکلنے کے اطراف سے غروب کی اطراف تک جاؤں کہ یہ میرے سوا کوئی نہیں۔ (۷) لیکن ہی روشنی بتاتا ہوں اور تاریکی پیدا کرتا ہوں۔ میں ہی سلامتی کو بتاتا ہوں۔ اور ہلاکت پیدا کرتا ہوں۔ میں ہی خداوند ان سب کو نکالنے والا ہوں۔

یہ دس مقام عہد عتیق کے ہیں۔ جنہیں خدا تعالیٰ کے واحد بے مثل و بے ہمتا ہونے پر تفسیح ہے۔ اب عہد جدید کی شہادت سنو۔

انجیل متی کے باب ۱۹ آیت ۱۶ و ۱۷ میں ہے۔ اور دیکھو ایک نے آگے اسے دھنرت مسیح کی کہا۔ اے نیک استاد میں کون نیک کام کروں۔ کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ (۱۷) اس نے اسے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے۔ نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ پر اگر تو زندگی میں داخل ہوا چاہے۔ تو حکموں پر عمل کر۔ اور انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹ میں ہے۔ یسوع نے اسے جواب میں کہا کہ سب حکموں سے اول یہ ہے کہ اسے اسرائیل سن وہ خداوند جو چاہا خدا ہے۔ ایک ہی خداوند ہے۔ اور تو خداوند کو جو تیرا خدا ہے۔ اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر اول حکم یہی ہے۔ اور

۶۵۰ عیسیٰ مسیح کی شخص کی اس نبوت ثابت نہ میں ہی کوئی خدا مقامات

تاکہ تو جانز پس آج میں آگے اے اب اور میں ہے ناخبر سے خداوند سے

انجیل یوحنا کے باب ۱۷ آیت ۱۳ میں حضرت مسیح سے نقل کیا گیا کہ انہوں نے آسمان کی طرف اپنی آنکھیں اٹھا کر کہا اور ہمیشگی زندگی یہ ہے۔ کہ وہی تجھ کو اکیلا چھوڑا۔ اور یسوع مسیح کو جسے تو نے پہچانے مائین۔ اور پولوس کے پہلے خط بنام قرنتیان کے باب ۸ آیت ۶ و ۵ میں ہے۔ کیونکہ ہر چند افلاک وزمین میں بہت ہیں جو خدا کہلاتے ہیں۔ (چنانچہ بہتر سے خدا۔ اور بہتر سے خداوند ہیں)۔ ۶۔ لیکن ہمارا ایک خدا ہے۔ جو باپ ہی جس سے ساری چیزیں ہوئیں۔ اور ہم اسی کے لئے ہیں۔ اور ایک خداوند ہے جو یسوع مسیح ہے۔ جسکے سب سے ساری چیزیں ہوئیں۔ اور ہم اسی کے وسیلہ سے ہیں۔“

ان چار مقامات عہد جدید۔ اور دس مقامات مذکورہ باعہد عتیق کو چشم بینا سے دیکھو ولسے یقین رکھتے ہیں کہ لفظ عجمی ثنی کتاب زکریا کے معنی ہمتا کے نہیں ہیں۔ اور خدا کا ہمتا کوئی نہیں ہے۔ اس بات کو کوئی بے انصاف نہ مانے اور اسکے معنی ہمتا کے کرے تو پھر اس آیت زکریاہ اور ان آیات توحید و بہتائی خدا تعالیٰ میں تعارض و تناقض واقع ہو گا۔ اور اس سے ایک جانب کا کذب یا غلط ہونا لازم آئیگا۔ جسکو کوئی عیسائی بھی پسند نہ کرے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ عجمی ثنی کا ترجمہ ہمتا غلطی سے کیا گیا ہے۔ اور حقیقت میں اسکا ترجمہ ہمتا نہیں یا ہم صحبت ہے جس سے بجز نبوت اس شخص کے جسکے حتمین پیشگوئی کی گئی ہے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔

امردوم کا ثبوت

اس آیت کے جو معنی (صیحہ یا غلط) کروا انکو حضرت مسیح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور یہ آیت اپنے حتمین پیشگوئی نہیں۔ کیونکہ اس میں ایسے شخص کی نسبت پیشگوئی کی گئی ہے۔ جو تلوار سے مقتول ہوا ہے۔ یہ شخص یوحنا بپتسما دینے والا ہے جسکے سر کاٹنے کی خبر انجیل متی کے ۱۴ باب میں ہے۔ یا کوئی آذربئی جو تلوار سے شہید ہوا ہے اور حضرت مسیح تو بالفاق عیسایوں کے تلوار سے مقتول نہیں ہوئی۔ لہذا وہ اس کے مصداق ہرگز نہیں ہو سکتے۔

اب مہتر عبدالمداہم اور اسکے ہم خیال دعاویوں کو نہایت کڑا اس پیشگوئی کو انفعال و نہایت

تصرف اپنی
 ہے۔ کیونکہ
 سے خداوند
 در ہم اس کے
 اور ہم اس کے
 سے دیکھو
 ہوتا کوئی
 آیت
 سے
 بت ہوا
 محبت
 ہے۔
 ہے۔ جو
 متی
 یون
 آیت

کے ساتھ واپس لین۔ اور اس سے حضرت مسیح کی الوہیت ثابت ہو سیکے خیال ماننے سے نکالیں یا ہمارے
 دلائل کا جواب میں۔ اور انجیل دوسرے مقام کتاب پر سیاہ کا باب ۲۲ آیت ۵ و ۶ ہے جس میں یہ
 بیان ہے۔ دیکھو وہ دن آتے ہیں۔ خداوند کہتا ہے کہ میں داؤد کے لئے صداقت کی ایک شاخ
 نکالوں گا۔ اور ایک بادشاہ بادشاہی کریگا۔ اور اقبال مند ہوگا۔ اور عدالت صداقت زمین پر کریگا۔ یہ اس کے
 دنوں میں یہود اور شیخاؤں اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کریگا۔ اور اس کا نام یہ رکھا جاوے گا
 خداوند ہماری صداقت عبدالساقم اور اسکے دو بے انصاف عیسائی خیال کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی
 ہی حضرت عیسیٰ کے حق میں ہے۔ اور اس میں حضرت عیسیٰ کے حق میں کہا گیا ہے۔ خداوند ہماری صداقت
 جسکا عبرانی لفظ یہوداہ صدقیتو ہے۔ مگر انصاف و تحقیق کی آنکھ رکھنے والے بخوبی جانتے
 ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو اس پیشگوئی سے ہی کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس میں ایک بادشاہ کی نسبت پیشگوئی
 ہے کہ وہ تخت داؤدی پر بیٹھ کر بادشاہی کریگا۔ اور اقبال مند ہوگا۔ اور عدالت کریگا۔ اور حضرت
 مسیح کو دنیا میں بادشاہی نصیب نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی عمر فقیری اور بینوائی میں گزری ہے
 چنانچہ وہ خود اپنے حق میں فرماتے ہیں کہ لوڑ لوڑ کو مانندین۔ اور ہوا کے پرندوں کے واسطے
 بسیرے ہیں۔ پر ان آدم کو سر ٹکانیکو جگہ نہیں۔ (متی باب آیت ۲۰) اور یہ ہی آپسے فرمایا
 ہے کہ میری بادشاہی میں چاہی اور دنیا کی بادشاہی نہیں ہے۔ لہذا وہ اس پیشگوئی کے مصداق ہرگز
 نہیں ہو سکتے۔ بلکہ آپ کے جدا مجد کیونیاہ بن یہو لقیم (جسکا چہرہ مسیح ہونا نسبت نامہ باب اول
 متی سے ظاہر ہوتا ہے۔) کی اولاد میں سے کوئی شخص ہی اس پیشگوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا
 کیونکہ اسکی اولاد کی نسبت پر سیاہ باب ۲۲ آیت ۲۲ و غیرہ میں صاف آچکا ہے۔ مجھ اپنی حیات

انجیل متی میں کیونیاہ تک سلسلہ نسب حضرت مسیح یون بیان ہوا ہے۔ ہوسیاہ سے
 یہو لقیم اور یہو لقیم سے کیونیاہ اور کیونیاہ سے سلط ایل اور سلط ایل سے زہو ڈیاہل
 اور زہو ڈیاہل سے اسیوڈ اور اسیوڈ سے الیا قیم اور الیا قیم سے عازرہ اور عازرہ سے
 صدوق اور صدوق سے اقیم اور اقیم سے الیوڈ۔ اور الیوڈ سے العرز اور العرز سے مہان
 اور مہان سے یعقوب اور یعقوب سے یوسف جو نوہر ہریم کا جس سے یسوع مسیح پیدا ہوا۔ (انجیل
 متی مطبوعہ مطبعہ مرزا قاسم)

کی قسم خدا فرماتا ہے کہ اگر چہ یہود داہ کے بادشاہ یہو تعقیم کا بیٹا کو نیاہ میر سے داہنے ہاتھ کی انگلی ٹپتی ہوتی تھی۔ تدبیری اس دن سے کال پہنکتا۔ ۲۸ کیا یہ شخص کو نیا نفرت انگیز ٹوٹا ہوا برتن ۹ یارد کا باسن ہے۔ جو منظور نہیں ہوتا۔ دے کس واسطے نکالے جاتے ہیں۔ وہ اور اسکی اولاد اور ایسی زمین میں ڈالے جاتے ہیں۔ جسے وہ نہیں جانتے۔ اسے زمین زمین زمین خداوند کا کلام سن۔ خداوند یوں فرماتا ہے۔ اس آدمی کو بے اولاد لکھو۔ ایسا آدمی جو اپنے دنوں میں اقبال مندی کا منہ نہ دیکھو گا۔ کیونکہ کوئی اسکی اولاد میں سے ہی اقبال مند نہ ہوگا کہ کہی داؤد کے تخت پر بیٹھے اور یہوداہ پر سلطنت کریں۔

اس پیشگوئی پر میاہ باب ۲۴ کو چشم خود دیکھ کر عیسائوں کا حضرت عیسیٰ کو تخت داؤدی پر بادشاہی کرنیوالا کہتا۔ اور اس پیشگوئی پر میاہ باب ۳۴ کا مصداق پھر نابری شرمناک غلطی ہے اور اپنے آپ کو روز روشن شب کو رہنا ہے۔ انصاف و شرم کو کام میں لاکر عیسائی خیال کر کے بتا دیں کہ تاریخی شہادت اور بیبل کی گواہی سے حضرت عیسیٰ کی زندگی نیا ہی میں وہ وقت کہا گیا اور کس نے دیکھا یا سنا جس میں یہوداہ نے نجات پائی۔ اور اسرائیل نے سلامتی سے سکونت کی حضرت مسیح کے وقت میں تو یہوداہ اعدا اسرائیل رومی بت پرست بادشاہ غسطس کے زیر نگیں تھے۔ جسکا نائب بیت المقدس یہودیس تھا۔ اور اسکا کوتوال پلاطوس تھا۔ جسکے حکم سے حضرت عیسیٰ زعم نصاریٰ سولی پر چڑھائے گئے۔

اسے حضرت پوادر اگتیب تواریخ اور بیبل میں نظر کرنے سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ پر میاہ باب ۲۴ میں تو ہر اشباہ ایران کی نسبت (جو بقول مصنف ناسخ التواریخ حضرت دانیال اور حضرت عزیز پر ایمان لایا چکا تھا) یا اسکے والیسر کوروش داماد اور پورش اول کی نسبت (جسکا نام بیبل میں خورش بیان ہوا ہے) یا دار پورش ثانی کی نسبت (جسکو بیبل میں دارا بادشاہ کہا گیا۔ اور وہ کوروش اور اسکے جانشین احشوروش کے بعد لہر اسب شاہ ایران کی طرف سے بابل کا والیسر ہوا تھا)۔ پیشگوئی ہوئی ہے۔ جنکی عہد حکومت میں

یہوداہ اور اسرائیل بابل سے نکلے اور بخت نصر اور اسکے بیٹے اول مرادخ کی قیدگاہی پاکر یروسلم
میں آباد ہوئے۔ اور ان بادشاہوں کے حکم و اجازت اور جلی بنی (جسکو بیبل میں حجی کہا گیا ہے)
کی ترغیب سے زرد بابل اور لیشوع وغیرہ اعیان بنی اسرائیل نے ہیکل بیت المقدس کو جو بخت نصر
نے ڈھائی تھی از سر نو بنایا۔ اور یہوداہ اور اسرائیل کو شانان مذکور کی طرف سے آزادی ملنے
کے سبب نجات و امن حاصل ہوا۔ اس وقت یہوداہ اور اسرائیل کے ہر ایک شخص کی زبان
پر یہ کلمہ جاری تھا۔ یہو۔ اہ صدقینو یعنی خداوند ہمارا سچا ہے۔ جس نے ہمکو تیرہ برس کی قید بخت
نصر سے چھوڑا کر یروسلم میں آباد کیا۔ جس کلمہ کو عیسائی اب زبردستی اور سٹ دہری سے حضرت
مسیح پر لگاتے ہیں۔ اس مقام میں ہم بیبل سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی ان بادشاہوں
میں سے کسی بادشاہ کی نسبت تھی۔ اور وہ حضرت مسیح سے پانچ سو برس پہلے پوری ہو چکی
حضرت مسیح اسکا تعلق انہماک سے بیبل خدا مکان سے خارج ہے۔

پس اولاً ہم اس پیشگوئی کے معنی مذکورہ بالا اسی بیبل کی شہادت سے بیان کرتے
ہیں۔ پھر اسی بیبل کی شہادت سے یہ ثابت کر دکھائینگے کہ اس معنی کو یہ پیشگوئی حضرت
مسیح سے پانچ سو برس پہلے پوری ہو چکی ہے۔

واضح ہو کہ کتاب یرمیاہ کے باب ۲۳ میں جو شاخ نکالنے اور عدالت و صداقت
سے ایک بادشاہ کو بادشاہی کرنی اور یہوداہ و اسرائیل کی نجات و سلامتی پانے کا اجمالی ذکر
ہوا ہے۔ اسکی تفصیل میں اس کتاب یرمیاہ کے باب (۱۰۳) میں یون فرمایا ہے۔

وہ کلام جو خداوند کی طرف سے یرمیاہ کو پہنچا۔ اور اس نے کہا کہ خداوند اسرائیل
کا خدا یون فرماتا ہے۔ ساری باتیں جو میں تجھے کہیں تو کتاب میں لکھ کہ وہ دن
آتے ہیں خداوند کہتا ہے۔ کہ میں اپنی قوم اسرائیل اور یہوداہ کی اسیری کو موقوف کروں گا
اور میں ایسا کروں گا کہ وہ اس زمین میں جسے میں نے ان کے باپ دادون کو دیا تھا۔
پھر آدین اور نالک ہوں۔ (۱۰) اسلئے دیکھ میرے بندے یعقوب مت ڈر۔ خداوند کہتا ہے

بنا انگوٹھی

۹ یارڈ

اولاد

خداوند کا

اپنے

شد تہو کا

داؤدی

نکھلی

ار کے

سب آبا

سکونت

ہے زبرد

سے

ہوٹا ہے

سج

اول

و بیبل

ب

میں

اور اسے اسرائیل ت کہہ کر کہ دیکھ میں تجھے دور سے اور تیری اولاد کو اسیری کی منزلیں سے چھوڑ دینگا اور یعقوب پہرے لگا۔ اور وہ چین کرے گا۔ اور آسودہ ہوگا۔ ۱۸۔ خداوند یون فرماتا ہے کہ دیکھ میں یعقوب کے خیموں کو جو اسیری میں ہیں پیر لائے گا۔ اور اس کے مسکنوں پر رحمت کرے گا۔ اور شہر اپنے ٹیلے پر بنایا جائیگا۔ اور قصر اپنے ہی مقام پر آباد ہو جائیگا۔ اور اس کے باپ اسمین کہہ رہا ہے۔ سو خداوند قدیم سے مجھ پر ظاہر ہوا اور کہا کہ میں نے بڑے ابری عشق سے تجھے پیار کیا۔ اسلئے میں نے اپنی شفقت تجھ پر بڑھائی میں تجھے پھر بنا کر دینگا۔ اور تو نیا کی جائیگی۔ ان آیات میں اس اجمال پر مباحہ ہو جائیگی کہ یہود اور نجات پائیگا۔ اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا۔ یہ تفصیل ہوئی ہے کہ یہود اور اسرائیل قید بخت نصر سے (جو ستر سال تک رہی) رمانی پائیں گے۔ اور یہیکل بیت المقدس جو بخت نصر نے ڈھائی تھی از سر نو بنائیگی۔ ایسی ہی اس اجمال کی تفصیل کتاب ذکر یاد میں ہوئی ہے۔ اسکے باب اول آیت امین ہے دارا (داریوش) کے دوسرے برس کے آٹھویں مہینے خداوند کا کلام ذکر یاد بن گیا بن عدو کو پہنچا۔ اور اس نے کہا خداوند تمہارے باپ دادوں سے بے نہایت ناراض ہوا۔ اسلئے تو ان سے کہہ کر رب الافواج فرماتا ہے کہ تم میری طرف پھرو۔ رب الافواج فرماتا ہے تو میں تمہاری طرف پھرونگا۔ ۲۱۔ پھر خداوند کے فرشتے نے جواب دیکر فرمایا کہ اے رب الافواج تو یہ وسلم پر اور یہوداہ کے شہر وین جن پر تو شہر برس سے غضب نازل کرتا ہے کب تک رحم نہ کرے گا۔ (۱۳) اور خداوند نے اس فرشتے کے جواب میں جو چہ کہتے گئے کرتا تھا ملائم اور دلپذیر باتیں کہیں۔ ۱۶۔ اس لئے خداوند یون فرماتا ہے کہ میں رحمت کر کے یہ وسلم میں پھیر آیا ہوں۔ اس میں میرا گہر بنا یا جائے گا۔ ۱۷۔ میرا شہر اقبالندی سے بھر نہ ہونگے۔ اور اسکے باب ۳ کے آیت ۷ میں ہے۔ ۱۷۔ افواج یون فرماتا ہے کہ اگر تو میرے راہوں پر چلے گا۔ اور میری شریعت کو حفظ کرے گا۔ تو تو میرے گہر پر حکومت کرے گا۔ اور میرے مھنوں کی نگہبانی کرے گا۔ اور میں تجھے انہیں سے جو یہاں باپس کھڑے ہیں ایسے لوگوں دینگا۔

جو کہ تیری رہنمائی کریں۔ (۸) ایسا سے لیتو سہرا کاہن سن تو اور تیرے رفیق جو تیرے کراگے بیٹھے ہیں۔ کیونکہ یہ اشخاص بطور نشانی کے ہیں۔ دیکھ میں اپنے بندے شاخ نامی کو پیش لاؤں گا۔ اور اسکے باب ۶ کے آیت ۱۲ میں ہے۔ دیکھ اور اس سے یون کہہ کر اللہ یون فرماتا ہے کہ دیکھ وہ شخص جس کا نام شاخ ہے۔ اور وہ اپنی جگہ سے اگیگا اور وہ خداوند کے میکیل کو بناویگا۔ اور وہ صاحب شوکت ہوگا۔ اور وہ اپنے تخت پر بیٹھ کر حکومت کریگا۔ اور وہ اپنے تخت پر جلوس کر کے کاہن ہی ہوگا۔ اور سلامتی کی مشورت دونوں کے درمیان ہوگی۔ اور دوسے تاج حیلیم اور طوبیاء درید عیاء اور حین بن صفیناہ کی طرف سے ہونگے تاکہ وہ خداوند کی میکیل میں ایک یادگار ہووین۔ اور دوسے جو دور دور کے ہیں سو آویں گے۔ اور خداوند کی میکیل تعمیر کریں گے۔

اور اس کے باب آیت ۱۴ میں کہا تب رب الافواج کا کلام مجھے پہنچا کہ مملکت کے سارے لوگوں اور کاہنوں سے کہہ کہ جب تم لوگوں نے پانچویں اور ساتویں مہینے میں ان ستر برس تک روزہ رکھا اور ماتم کیا تو کیا کہی میسے لئے روزہ رکھا تھا۔ رب الافواج یون فرماتا ہے کہ تم سچی عدالت کرو۔ اور میری کوئی اپنے بھائی پر کرم اور رحم کیا کرے۔ اور اسکے باب آیت ۱۴ میں کہا ہے۔ خداوند یون فرماتا ہے کہ میں صیون میں ہر آیا۔ اور یروسلم کے درمیان سکونت کرونگا۔ اور یروسلم کا کام سچائی کی بستی ہوگا۔ اور رب الافواج کا پہلا تقدس کہا گیا۔ ہم رب الافواج یون فرماتا ہے کہ پھر توڑ ہے مرد اور بوڑھی عورتیں یروسلم کے کوچوں میں بیٹھی ہوئی ہونگی۔ اور شہر کے کوچے لڑکے لڑکیوں سے معمور ہونگے جو کوچوں میں کھیلتے ہوں گے۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ دیکھ کہ میں اپنے لوگوں کو سرج کے بنکنے کو ملک اور اسکے غروب ہونیکے ملک سے چھوڑاؤں گا۔ اور میں انہیں لاؤں گا۔ اور دوسے یروسلم کے درمیان سکونت کریں گے۔ اور دوسے جسے لوگ ہوں گے اور میں سچائی و صداقت سے ان کا خدا ہونگا۔ ان آیات میں شاخ کی تفصیل ہوئی

سے چھوڑاؤں گا
کہ دیکھ
شہر اپنے
۲ میں
سے چھ
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو مکمل تعمیر کرے گا۔ اور نجات و سلامتی و عدل کی یہ تفصیل
 ہوئی ہے کہ لوگ کھنگے و بے روک ٹوک پر و مسلمین رہیں گے۔ اور عدل و رحمت سے
 باہمی سلوک کریں گے۔ اور کلمہ ہو۔ اے صدیقینو کی یہ تفصیل ہوئی کہ یہ کلمہ خدا تعالیٰ کی
 کہا جائیگا۔ اور خدا تعالیٰ ہی خداوند صداقت کہلائیگا۔ اور جبکہ اس پیشگوئی کے معنی سے
 کی شہادت سے صاف طور پر وہ ثابت ہوئے۔ جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ تو اب ہم
 یہیل کی شہادت سے ثابت بیان کرتے ہیں کہ اس معنی کے اس پیشگوئی کا وقوع
 حضرت مسیح سے پانچ سو برس پیشتر ہو چکا ہے۔ عزرا (حضرت عزیر علیہ السلام) نبی کی کتاب
 کے پہلے باب میں لکھا ہے۔ (جبکہ اس حاشیہ میں پانچ سو چھتیس برس سے پیشتر بیان
 کیا ہے۔) اور شاہ فارس خورس کی سلطنت کی پہلے برس میں اس خاطر کہ خداوند کا کلام
 جو یرمیاہ کے منہ سے نکلا تھا پورا ہووے (حضرت یوادم) اپنی کتاب مقدس کے لفظ
 یوردہ بن ہوئے کو چشم انصاف سے دیکھو اور شرم کو کام میں لا کر کہو کہ یہ لفظ پیشگوئی یرمیاہ
 کا وقوع پانچ سو برس قبل از مسیح ظاہر کر رہا ہے۔ یا اس پیشگوئی کو وقت ظہور مسیح تک معلق
 کر رہا ہے۔) خداوند نے شاہ فارس خورس کے دل کو اڑھا رکھا کہ اس نے اپنی تمام مملکت
 میں منادی کروائی۔ اور اسے قلمبند ہی کر کے یون فرمایا۔ (شاہ فارس خورس یون فرمایا
 کہ خداوند آسمان کے خدا نے زمین کی ساری مملکتیں مجھے بخشیں۔ اور مجھے حکم کیا کہ یروسلیم
 کے بیچ جو یہوداہ میں ہے۔ اسکے لئے ایک مسکن بناؤں۔ (۳) پس اسکی ساری قوم میں
 تمہارے دریاں کون کون ہے۔ یا اسکا خدا اسکے ساتھ ہووے اور وہ یروسلم کو جو ہنر
 یہوداہ سے جاوے۔ اور خداوند اسرائیل کے خدا کا گہر بناوے (کہ وہی خدا ہے) جو
 یروسلیم میں ہے۔ (۴) اور ہر ایک جو باقی رہا ہوا ان سب مقاموں سے جہاں کہیں وہ پڑ
 ہوا ہو۔ سو اسی مقام کے لوگ سونا چاندی سے اور مال مویشی اسکی مدد کریں اور اس کے
 سواہ خدا کے گہر کے لئے جو یروسلیم میں ہے اپنے جی کی خواہش سے ہدیئے گذرائیں۔

تاریخ تفسیر
ت سے
نسبت
مالی کی
منجیہ
سبب
وقوع
کی کتاب
تربیان
کا کلام
کے لفظ
بریاہ
معلق
الکت
فرمانا
یوم
امین
جو پڑھی
کے
ن

(۵) تب یہوداہ اور بنیامین ایلوئے رئیس اور کاہن اور لاوی ان سبہوں کے ساتھ جن کے
 دلوں کو خدا نے اپنا را اٹھے کہ جا کے یہود مسلمین کا خدا گہ بنا دیں۔ (۶) اور ان سب کے جو
 لکھے پڑوس میں تھے چاندی کے برتن اور سونے اور سبب اور مویشی اور قیمتی چیزوں
 سے ان کی دستگیری کی۔ اسکے سوا اپنی خوشی سے ہدیے دیئے۔ (۷) اور خورس بادشاہ
 نے بھی خداوند کے گہر کے ان برتنوں کو جنہیں بنوکر نصر (نصرت نصر) یہود مسلمین سے لے لیا گیا۔
 اور اپنے دیوتوں کے گہر میں رکھا تھا۔ کمال لایا۔ ۸۔ اور شاہ فارس خورس نے اپنے خزانچی
 مترات کے ہاتھ سے نکلوا یا اور اسے انہیں یہوداہ کے امیر شیش نصر کو گنوا دیا۔ (پہرا کی
 تعداد بیان کی) اور اسکے باب ۲ میں ان لوگوں کی تفصیلی فہرست کہی جسکو شاہ با بل تخت
 نصر قید کر کے لے گیا تھا۔ اور وہ اس بادشاہ فارس کے وقت میں یہود مسلم کو واپس آئے۔ اور
 اخیر میں اسکی میزان بتالیس ہزار تین سو ساٹھ بتائی۔ پہر باب ۳۔ آیت ۸ میں بیان کیا
 ہے کہ پھر خدا کے گہر کو یہود مسلم میں آ پہنچنے کے بعد دوسرے پینے میں ۸ زرو باہل میں ساٹھ
 اور شیش بن یو صدق اور اس کے باقی بھائی کاہنوں اور لاویوں نے اور سب کے جو اسیری سے
 رہائی پا کے یہود مسلم کو آئے تھے۔ شروع کیا۔ ۱۱۔ لیکن بہت لوگ ان کاہنوں اور لاویوں
 اور ابوی رئیسوں میں سے جو بڑے تھے جنہوں نے اس گہر کو دیکھا تھا۔ جب اس گہر کی
 بنیاد ان کے دیکھنے میں ڈالی گئی تو وہ بڑی آداز سی چلا کے رونے لگے لیکن بہتری خوشی سے
 لکھا رہے۔ پہر باب ۱۴ میں بیان کیا ہے کہ جب یہوداہ اور بنیامین کے دشمنوں نے شہنا
 کو سے جو اسیر ہوئے تھے۔ خداوند اسرائیل کے خدا کی ہیکل کو بناتے ہیں۔ تو وہ زرو باہل
 اور ابوی رئیسوں کے پاس آئے اور انہیں کہا کہ ہمیں ہی اپنے ساتھ تعمیر کرنے دو۔ انہوں
 نے انکار کیا۔ تو ان دشمنوں نے بادشاہ ارتخشٹا کے پاس اس مضمون کی عرضی بھیجی کہ نبی
 بنو۔ نسخہ انہیں کہا ہے کہ سبیل میں اسی کو رش یا خویش کو ارتخشٹا کہا گیا ہے
 مگر ذرا کی کتاب کے باب ۱۴ آیت ۱۴ سے معلوم ہوتا ہے ارتخشٹا کوئی اور ہے +

یہ دو واہ اس شہر اور گہر کو بنائیں گے۔ تو یہ سکر کے باغی ہو جائیں گے۔ اور مالگنداری بندیں گے۔ تب بادشاہ ڈر گیا۔ اور اس گہر کا کام دار کی سلطنت کے دوسرے برس تک موقوف رہا۔ پھر باب ۵ میں کہا ہے کہ حجی بنی اور زکریا بن عیسیٰ کی نبوت (یعنی ہدایت) سے روزگار اور یسوع اُٹھے۔ اور خدا کے گہر کو یروسلم میں بنانے لگے اور دارا بادشاہ کے سخت اور تائیدی حکم سے وہ گہر بنا اور اس بادشاہ کی سلطنت کے چھٹویں سال تیار ہوا۔ پھر باب ۶ میں بیان کیا کہ ارنجشتا بادشاہ کی سلطنت کے ساتویں برس حضرت عزرا (عزیر) یروسلم میں آئے۔ اور بادشاہ کا فرمان اس مضمون کا انکو عطا ہوا۔ (۲۵) سے عزرا کہ تو اپنے خدا کی اس دانش کے مطابق جو تجھے عنایت ہوئی ہے حاکم کن اور قاضیوں کو مقرر کر کہ ہنر کے پابند لوگوں کا جو شر سے خدا کی شریعت کو جانتے ہیں انصاف کریں اور تم انکو جو نہ جانتے ہوں سکھاؤ۔ (۱۶) اور جو کوئی تیرے خدا کی شریعت پر اور بادشاہ کے فرمان پر عمل نہ کرے گا۔ اسپر فی الفور سزا کا حکم کیا جاوے گا۔ خواہ وہ قتل کا پادیس سے نکلنے کا یا مال کی ضبطی کا قید ہوں آیات میں صاف و تصریح کے ساتھ بیان ہوا۔ کہ پیشگوئی یرسباہ کی حضرت مسیح سے پیشتر خورس بادشاہ کے عہد میں پوری ہو گئی۔ اور یہ وہاں کو نجات اور اسرائیل کو سلامتی حاصل ہوئی۔ اور ان میں صداقت عدالت حضرت عزیر کے یروسلم میں آنے کے بعد قائم ہو گئی ہے اور اسی وقت میں یہ وہاں صدقینو کا کلمہ کہا گیا تھا۔ جو خدا تعالیٰ عزوجل کی نسبت اور اس کے حقین صادق آتا تھا۔ عیسائی بے انصافی کرتے ہیں کہ اس کلمہ کو حضرت مسیح کے حقین قرار دیتے ہیں۔ اور جو اس کلمے کے ساتھ حالات وقت بیان ہوئی ہے انکا حضرت مسیح میں پایا نہ جانا خیال میں نہیں لاتے۔ اور انصاف کا خون کر رہے ہیں۔

انرا اچھا تفسیر مقام کتاب یسعیاہ کا باب ۹۔ آیت ۶ و ۷ ہے جس میں یہ بیان ہے کہ وہ جو بیٹا ہو گشتا ہے اور فرزند تولد ہوتا ہے وہ ان خطابوں سے فرین ہے۔ خدا نے قادر آتے ایدیت شاہ سلامت مشیر عیوب تخت داؤدی پر آنے والا جسکی سلطنت کا

خبر جلد ۱۶
 ۲۸۱
 عیسیٰ نبویؑ یا عیسیٰ بن مریمؑ کے تہاں رسالہ
 میں گئے۔
 ارف را۔
 سے زور دیا
 خت اور
 پہر پاب
 یرو سلم
 یسے خدا
 بہنے کے
 نہ جانتے
 نہ کر گیا
 کا قید
 سے پیشتر
 حاصل
 ہوتی ہے
 کے
 اور
 چین
 ان کے
 لئے
 کا

زوال گہری نہوگا۔ یہ پرچہ اول آتم کہ نقلہ الفاطین من کتاب اردو سنیہاہ باب میں الفاطین میں ایک سلسلے کے تہاں رسالہ کی کچھ
 نہا ہوگی۔ اس پیشگوئی کو پہی حضرت عیساؑی زبردستی حضرت مسیح پر جہا تے ہیں۔ اور اس پیشگوئی
 کے اس مضمون کو کہ وہ لڑکا تخت داؤدی پر گئے والا ہے خیال میں نہیں لاتے۔ اور یہ نہیں
 سوچتے کہ حضرت مسیح تو اپنی تمام عمر میں فقیر و بینو ا رہے بلکہ آپ کے جدا مجد لیا گیا وہ میں ہونے
 کی اولاد سے کوئی صاحب بھی تخت داؤدی پر نہیں بیٹھے۔ یہ حضرت مسیح اسکے مصداق کو بونکر
 ہو سکتے ہیں۔ اور درحقیقت یہ پیشگوئی خرقیاءہ بن آختر بادشاہ کے حق میں ہے۔ جو
 حضرت یسعیاہ کے وقت میں پوری ہو چکی ہے۔ عیساؑیوں نے اس پیشگوئی میں ان میں
 اپنی قدیم سنت شحریف سے کام لیا ہے۔ اور اس پیشگوئی کے مصداق میں ایسی صفات
 والفاظ کو از خود ملا دیا ہے کہ ایک انسان بادشاہ پر صادق نہ آسکیں وہ یہ چار الفاظ جو عیساؑی
 ہیں اول خدا تاورد و صاب ابدیت سو من جکی سلطنت کا کبھی زوال نہو گا یا وہ تکراریگی
 چھارم لا نہتا۔ مگر اسے حضرت ناظرین یہ الفاظ عیساؑیوں کی شحریف کا نتیجہ ہے اور اصل
 پیشگوئی میں یہ الفاظ نہیں کہے گئے۔ ہم مقام اصل عبارت عبرانی اس پیشگوئی کی نقل کرتے
 ہیں۔ پر ثابت کر دکھاتے ہیں کہ یہ الفاظ اوصاف شحریف سے ملائے گئے ہیں۔ اور جو الفاظ
 اصل پیشگوئی میں ہیں وہ خرقیاءہ بادشاہ میں پائے جاتے ہیں اور اس نظر سے وہ پیشگوئی
 ان کے حق میں صادق ہو چکی ہے۔ اصل عبارت۔ عبرانی بخط عبرانی یہ ہے
 כִּי יֵלֵךְ יִלְדָּא לְאֻרְיִין נַחֲנָן לֹא תִקְוִי וְתִהְיֶה הִמְסְרָאָה עַל שִׁמְכוֹ וְתִתֵּן
 אֶת־הוֹלְסָהּ עֲרִיבָה בְּמַשְׁחָם זֶבֶד בְּרִיכָה כְּעֹתָהּ וְעַד חֵלְם קִנְיָתָ
 עֲרִיבָה יִלְדָּא לְאֻרְיִין נַחֲנָן לֹא תִקְוִי וְתִהְיֶה הִמְסְרָאָה עַל שִׁמְכוֹ וְתִתֵּן
 אֶת־הוֹלְסָהּ עֲרִיבָה בְּמַשְׁחָם זֶבֶד בְּרִיכָה כְּעֹתָהּ וְעַד חֵלְם קִנְיָתָ

عربی حروف میں ان کے الفاظ

کئی یلید یلد لا اوریین نائن لائق وتھی هتسراة علی شیمکو و تین

شَمُو فِی یَوْعِیْضِ اَیْلِی کَیْقَدِ اَیْنِی عَدَّ نَمْرَ شَالُوْهُ لَیْسَ بِهِنَّ هَیْسَلُوْهُ وَلِشَالُوْهُ اَیْنِی
 قِیْضَ عَلَی کِیْتَا دَاوُدَ وَعَلَنَ مَلَکِیْنُوْهُ هَلَاکِیْنِ اَنَاةً وَّلِسَعَادَاةٍ مِیْشِیْبَاطٍ وَ
 بَیْسَلَا قَاةً مِیْتَبَاةً وَعَدَّ حُوْلَامَ یَقْرَ اَسْت

اس کا ترجمہ

ہمارے لئے ایک لڑکاپہ اہوا۔ اور ہیکو ایک بیٹا بننا گیا۔ اور سلطنت اوس کے کانہ ہے
 پر ہوگی۔ اور وہ اس نام سے کہلائے گا۔ عجیب شیر پہلوان یا زور آور سردار اور اپنے وقت کے لوگوں کا مربی
 اور سلامتی کا شہزادہ اس کا اقبال حکومت اور سلامتی طاق طور یا مقصد ہوگی۔ داؤ کے تحت اور سبکی
 مملکت پر وہ درستی سے سنبھالے گا عدالت اور صداقت سے آج سے مدت دراز تک قاضی ہوگا
 اس عبارت میں جو اس لڑکے کو عجیب اور سلامتی کا شہزادہ کہا گیا ہے۔ یہ حضرت خرقیہ
 پر اچھے طور پر صادق آچکا ہے چنانچہ اس واقعہ کے بیان سے جو آپ کے وقت میں وقوع میں آیا ہے
 اور وہ اسی کتاب یسعیاہ اور کتاب سلاطین و تواریخ میں نقل کیا جائیگا۔ یہ امر بخوبی ثابت ہے۔
 ایسا ہی پہلوان یا زور آور ہونا اور اپنی قوم کا مربی ہونا۔ اور اس کی سلطنت کا ایک عظیم الشان واقعہ
 سنا بھی یہ صادق آچکا ہے کہ قوم تواریخ اور روم سلاطین اسپر شاہ ہے۔ عیسائیوں کو جو بجاویں
 الفاظ و صفات کے وہ چار لفظ اس پیشگوئی میں درج کر رہے ہیں انہوں نے تحریف سے کام لیا ہو۔

انکا پہلا لفظ نتیجہ تحریف لفظ خد لئے قادر ہے جس کو انہوں نے عبرانی لفظ
 ܚܕܝܘܢ ܕܥܝܠ ۶۶ ایل گبور کا ترجمہ قرار دیا ہے۔ اور ہمیں تحریف منہوی سے کام لیا ہے۔ یہاں
 ایل گبور کا صحیح ترجمہ پہلوان یا زور آور یا سردار ہے عبرانی زبان میں لفظ ܥܝܠ ۶۶ ایل چار معنی میں استعمال
 ہوا ہے ۱، زور آور (۲) زور آور (۳) ایل (۴) اللہ دیکھو لغات عبرانی پادری ولیم ہوپر پرنسپل
 ڈونٹنی کالج لاہور مطبوعہ آلہ آباد سن پریس صفحہ ۱۲۲ سطر ۱۱ اور لفظ ܥܝܠ ۶۶ گبور تین معنی
 میں متعلق ہوا ہے۔ ۱، زور آور (۲) پہلوان (۳) سردار۔ دیکھو لغات عبرانی مذکور صفحہ ۵۹
 سطر ۲۵ اور چونکہ اس پیشگوئی میں یہ الفاظ ایک لڑکے کے حق میں جو انسان سے تولد ہو سکیا
 تھا استعمال کئے گئے ہیں۔ لہذا ان الفاظ کے وہی معنی مناسب در مقام متعین ہیں جو انسان میں

پائے جلتے میں یعنی پہلو ان یا زور آور یا سردار نہ وہ معنی جو خالق سے مخصوص ہیں یعنی اللہ یا اللہ
یا خدا ایسے معنی مخصوص بجز اقبال کے ہر مقام میں مراد قرار دینا محض غلطی اور تحریف معنوی ہے۔
ان کا دوسرا تحریفی لفظ اب ابدیت ہے جسکو انہوں نے لفظ صلابۃ ۲۷۶ ابی عد کا
ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تحریف معنوی سے کام لیا ہے۔ اور درحقیقت ابی عد کا ترجمہ مناسب
مقام وقت کا باپ ہے یعنی اپنے وقت کے لوگوں کا مربی۔

آب و حیات کے معنی عربی میں باپ کے ہیں جیسا کہ عربی میں درجالت منانت صلابۃ ۲۷۶ یا سوراب لاجا کا
اور عد ۲۷۶) تن معنوں میں مستعمل ہو چکا ہے (۱) وقت (۲) ابد (۳) کوٹ (۴) دیکھو لغات عبرانی
مذکورہ صفحہ ۴۸ سطر اول (۱) وازا نکا کہ بجز لفظ ایک انسان بادشاہ کے حتمین مستعمل ہوا ہے لہذا اس کے معنی
وہی اول مناسب مقام اور متعین ہیں۔ اور دوسرے معنی جو خدا سے مخصوص ہیں مراد قرار دینا جائز
و تحریف معنوی ہے۔

انکا تیسرا لفظ تیسرے تحریف لفظ اتمنا ہونے کا ہے جسکو انہوں نے ابن قیس صلابۃ ۲۷۶
کا ترجمہ قرار دیا ہے اور اس میں تحریف سے کام لیا ہے۔ ہر مقام میں ابن قیس ۲۷۶ کے معنی طاقتور کے ہیں
صفحہ ۳۵ لغات عبرانی ولیم ہور اور قیس صلابۃ کا ترجمہ بقصد دیکھو لغات عبرانی مذکور صفحہ ۳۵ سطر ۹
انکا چوتھا لفظ تحریف بسلطنت کے لازوال ابی ہونی کا ہے جسکو انہوں نے صلابۃ ۲۷۶
عد و لام کا ترجمہ قرار دیا ہے۔ اور اس میں تحریف معنوی سے کام لیا۔ اور درحقیقت اسکا ترجمہ مدت طویل ہے۔ عد
(۲۷۶) (۱) کسی بھی بیان اور عوام صلابۃ کے منجسے مدت کے اس مقام کے مناسب ہیں دیکھو
لغات عبرانی مذکور صفحہ ۲۹۰)۔

یہ ابن پیشگوئی کا اتمامی تحقیق ہے جس سے یہ پیشگوئی شاہ حزقیاہ کے حتمین واقعتی ہے۔ اب ایسی کتاب
یہ سچا اور سلاطین اور تواریخ کے ہے۔ پیشگوئی کا شاہ حزقیاہ پر صادق آنا ثابت کیا جاتا ہے۔
پس اولاً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جس باب نمبر کتاب یہ آیا ہے یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ اس سے
پہلے اس میں باب آیت میں شاہ اسور کے پڑائی کرنے اور لوگوں کے تنگی و تاریکی میں پڑ جانے کی

ویشالہم این
شیطان و
کا ترجمہ
کے کا نام ہے
لوگوں کا مربی
تحت اور رنگی
تقاضی ہوا
حضرت فرقیہ
و میں آتے
بت ہے۔
بطور بیان
سچ جو سچا ہوا
ایا ہے۔
عبرانی لفظ
اسے بیان
معنی میں استعمال
پر پہلے
پور میں معنی
مذکور صفحہ ۵۹
اولد ہونیوالا
نسان میں

پیشگوئی کی گئی ہے۔ پہلا باب ہم میں اس تنگی و تاریکی کے دور ہو جانے کی بشارت کے ضمن میں اس
اس لڑکے کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ لڑکا وہی ہے۔ جس کے وقت
اور عہد حکومت و سلطنت میں وہ تاریکی دور ہو جائیگی جو شاہ اسور کی چڑائی سے پیدا ہوگی۔

اب یہ وہ دیکھنا چاہیے کہ بیل کی شہادت سے وہ کون لڑکا ہے۔ جس کے وقت اور عہد
سلطنت میں وہ تنگی و تاریکی دور ہوئی ہے۔ سو شاہ خرقیہ ہے۔ جو اس پیشگوئی کے بعد تخت داروں
پر تخت نشین ہوا۔ اور اس کی سلطنت کے چودہویں برس کے چار سو سال بعد اس میں تخریب کہا گیا
ہے۔ نے یہود اور ان کے شہر زن پر چڑائی کی جس سے تمام یہود اور تنگی و تاریکی چھا گئی تب خرقیہ
کی دعا سے لشکر تخریب پر بہ آفت آئی کہ خدا کے فرشتے نے ان کے بڑے بڑے بہادروں
اور سرداروں اور رئیسوں کو فنا کیا۔ ایک شب میں ایک لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کو واصل
جہنم کیا۔ یہ تخریب و غریب فتح و سلامتی ہوئی۔ جس کے سبب خرقیہ نے سلامتی اور عجب کہا یا
اب ہم اپنے بیان کی تصدیق کے لئے بیل کی عبارات نقل کرتے ہیں۔

یسیا ہ باب آیت ۷ میں کہا ہے۔ اب دیکھ خداوند دریا کے سخت شدید سیلاب
کو لینے شاہ اسور اور اس کی ساری شوکت کو انہیں چڑھا لایا گیا۔ اور وہ سے خراب حال اور
ہو کے ہر کے سر زمین میں گذر گیا۔ اور ایسا ہو گا کہ جب وہ ہوں کے ہوں۔ تو وہ اپنی جان سے
بہتر ہوں گے۔ اور اپنے بادشاہ اور خدا پر لخت کریں گے۔ اور وہ اور پرتا کینگے۔ ۷۲۔ پیر زمین
کی طرف گھورینگے۔ اور کیا دیکھتے ہیں۔ تنگی اور تاریکی کو کہ وہ سیاستچی سے تاریک ہو جائیگی
اور تاریکی میں کہدیڑی جائیگی۔ پھر اسکے باب میں کہا ہے۔ لیکن تیرگی و مان نہ رہے گی۔ ۲۔
وہ لوگ جو تاریکی میں چلتے تھے۔ بڑی روشنی دیکھتے۔ اور انہیں جو موت کے سایہ کے ملک
میں رہتے تھے۔ نور چکنا۔ اسکے بعد آیت ۶ میں اس لڑکے کی وہ پیشگوئی ہے۔ جس کا عیالی بھیج
کے حق میں لگائے ہیں۔

پھر اسکے باب آیت ۱۲ میں شاہ اسور کی گستاخی پر سزایابی کی پیشگوئی ہے۔

ضمین میں اس
 جب کے وقت
 ہوگی۔
 وقت اور عہد
 جدت و داد کی
 سرب کہا گیا
 تب خرقیہ
 بہادریوں
 خون کو دل
 سب کہا یا
 ریلاب
 حال اور
 جان سے
 ہر زمین
 جاہلیگی
 -۲-
 ملک
 کی

پہر اسکے باب ۲۔ آیت ۴۴ میں مہر یون کے شاہ اسور کے قید میں آنے کا ذکر ہے۔
 پہر اسکے باب ۲۔ آیت ۸ میں اسوری کے گرجا نیکی پیشگوئی ہے۔ پہر اسکے باب ۳۶
 میں کہا ہے اور خرقیہ بادشاہ کی سلطنت کے چودہ دین سال یون ہوا۔ کشاہ اسور تخریب
 ہوداہ کے سب عین شہر یون پر چڑھا۔ اور انہیں لے لیا۔ اور شاہ اسور نے رب ساقی
 کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ لکس سے خرقیہ کے پاس پر و سلم کو بھیجا۔ (۳۶) تب الیا قیم
 بن خلقیہ جو گہر کا تختہ تھا۔ اور شبہ تصدی اور محاسب یواخ بن آسف کو لے کر اس پاس لے
 (۴) اور رب ساقی نے انہیں کہا تم تو خرقیہ سے یہ کہو بادشاہ عظیم اسور کا بادشاہ یون
 فرماتا ہے۔ وہ کون سی امید ہے جسے تو ایسا کہے کہتا ہے۔ (۵) مجھ میں لیکن فقط مہندہ کی
 بات ہے مصالحت اور جنگ کی قوت موہو رہے سو اب لوگس پر اعتماد کرنا ہے۔ جو
 تونے مہندہ سے سرکشی کی۔ (۶) دیکھتے تھے اس ٹوٹی ہوئی چٹری پر مصر کے نل پر بہر و ساہو
 (۱۸) خرقیہ تہین فریب دینے نہ پاوے جو کہتا ہے کہ خداوند تمکو چوڑا دیگا۔ ہلا کیا گرو یون
 کے معبودوں میں سے کسی نے ہی اپنی سز میں کو اسور کے بادشاہ کے ہاتھ سے
 بچا ہے۔ ۱۹۔ حمایت رورار ناد کے معبود کہاں ہیں۔ سفر و ایم کے معبود کہاں ہیں۔
 کیا انہن نے مہرون کا ملک میرے ہاتھ سے بچا لیا۔ ان سارے ملکوں کے معبودوں
 کے درمیان وہ کون ہے۔ جنہو اپنا ملک میرے ہاتھ سے بچا یا۔ جو خداوند ہی پر و سلم کو
 میرے ہاتھ سے بچا دیگا۔ ۲۲۔ الیا تم اور شبہ اور یواخ خرقیہ کے پاس آئے۔ اور اپنے
 کپڑے چاک کئے ہوئے رب ساقی کی باتیں اس سے بیان کیں پہر بائیں میں کہا اور
 ایسا ہوا کہ خرقیہ بادشاہ نے یہ سن کے اپنے کپڑے پارے۔ اور ٹاٹ اور ٹاٹ اور خداوند کے
 گھر میں گیا۔ ۲۔ اور اس نے الیا تم اور شبہ اور کاہنون کے بزرگوں کو ٹاٹ اور ٹاٹ کے لے لیا
 بن اموص کے پاس بھیجا۔ ۳۔ اور انہن نے اس سے کہا کہ خرقیہ یون کہتا کہ آج کا دن دیکھ
 اور مامت اور تہمت کا دن ہے۔ (۴) شاید کہ خداوند تیرا خدا رب ساقی کی سب باتیں سنیں گا

جسے اوس کے صاحبزادہ اسور نے پہچا ہے کہ خدا سے جی کی تختی کرین۔ اور ان باتوں سے سبب جو خداوند میرے خدا نے سنی ہیں۔ تنبیہ دیگا۔ پس تو ان باقیوں کے واسطے خدا دعا مانگ۔ (۵) پس شاہ خرقیہ کے ملازم یسعیاہ کے پاس آئے تب یسعیاہ نے انہیں فرمایا تم اپنے آقا سے کہو خداوند یون فرماتا ہے کہ تو ان باتوں سے جنہیں شاہ اسور کے جواہروں نے کہہ کر میری تکفیر کی ہے اسان مت ہو۔ دیکھ بن اسین روح ڈانڈو لگا۔ وہ ایک افواہ سننے کی اپنی مملکت کو پہچانے لگا۔ اور میں اسے اس ہی کی زمین میں تلوار سے مردا تو لون لگا۔ پھر اس باب کے آیت ۱۱ وغیرہ میں بیان کیا ہے کہ شاہ اسور نے پھر خرقیہ کو دھمکایا۔ اور ڈرایا۔ پھر آیت ۱۲ میں بیان کیا ہے کہ خرقیہ نے خدا سے دعا مانگی کہ اسے خداوند کو ہور کے ہاتھ سے چلے۔ پھر آیت ۱۳ میں کہا ہے کہ حضرت یسعیاہ نے خرقیہ کو کہا ہبچا کہ خدا تعالیٰ نے تیری شن لی۔ ۱۴ سو خداوند شاہ اسور کے حتمین یون فرمایا کہ وہ اس شہر میں نہ آئیگا۔ نہ اس کے اندر تیر چلاویگا۔ بلکہ جس راہ سے آیا ہے۔ اسی راہ سے پھر جائیگا۔ ۱۵ پس خداوند کے ایک فرشتے نے جا کے اسور یون کے لشکر گاہ میں ایک سلاخ چھپائی ہزار آدمی جان سے مارے اور جب لوگ صبح سویرے اٹھے تو دیکھو کہ وہ سب مرے پڑے تھے۔ ۱۶ تب خیرب شاہ اسور نے کوچ کیا اور چلا گیا۔ اور پھر گیا۔ اور نینواہ میں آ رہا۔ ۱۷ اور ایسا ہوا کہ جس وقت وہ اپنے معبود شنوک کے گہر میں پوجا کرتا تھا۔ آدم ہکا لہ ساہ اسکے بیٹوں نے اسے تلوار سے قتل کیا۔ اور وہی بہاگ کر اراط کی سرزمین کو گئے۔ اور اسکا بیٹا اور جردن اسکی جگہ بادشاہ ہوا۔

ایسا ہی دوم تواریخ کے باب ۳۷ و ۳۸ میں۔ اور دوم سلاطین کے باب ۱۸ و ۱۹ میں بیان ہوا ہے۔ ان کتابوں کے ان بیانات سے صاف اور یقینی طور سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لڑاکا جسکی پیشینگوئی یسعیاہ باب ۱۴ میں ہوئی ہے۔ وہی شاہ خرقیہ ہے جسکی دعا سے اس کتاب اردو مترن یون ہے۔ مگر یہ کتاب کی غلطی معلوم ہوتی ہے اور صحیح لفظ تختی ہے جو آیت ۱۱ میں گذرا ہے۔

خدا تعالیٰ کے شاہ اسور کے لشکر میں ایک لاکھ چاس ہزار کی جان ایک رات میں لے لی اور اس سے ساہ اسور کو ہزیمت اور شاہ خرقیہ کو عجیب و غریب نصیب ہوئی۔ اور وہ پیشگوئی اس وقت پوری ہو گئی۔ حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ عیسائی ظالم و نا انصافی کہتے ہیں کہ اس پیشگوئی کو نہ حق دیا اور جب حضرت عیسیٰ پر حملے ہیں۔

واضح آنکھ کو چھتا مقام یسعیاہ باب آیت ۱۱ اور باب ۸ آیت ۱۰ میں ہے

جبکہ عہد نامہ آتم نے پرچہ ۲۵ ص ۱۱۰ یعنی ایک فہرست پیش کی ہے جس کا مضمون یہ ہے

آتم نے بیان کیا ہے۔ ”دیکھو کنواری حاملہ ہوگی۔ اور بیٹا جنمے گی۔ اور اس کا نام ایما نوائیل کہیں گے تم منسوب باندہ پروردہ باطل ہوگا۔ حکم ستاد پروردہ نہیں ہوگا۔ کہ خداوند ہمارے ساتھ ہے۔ اس بچہ کا نعت ایما نوائیل ہے۔ اس پیشگوئی حضرت یسعیاہ کو ہی عیسائی زبردستی اور دہنگا دہنگی سے حضرت عیسیٰ پر لگاتے ہیں۔ اور اس پیشگوئی کے مضمون اور تعلقات سے آنکہ بند کر کے اپنے آپ کو سبب انصاف بنا رہیں۔ اور درحقیقت یہ پیشگوئی حضرت یسعیاہ کی خود اپنی کے وقت میں پوری ہو گئی۔ شاہ احاس بن بوتام (جس کو بیل میں اترتے ہیں) کا کیا گیا ہے کہ دشمنوں شاہ آرام رضین وغیرہ نے اس پر چڑائی کی تو اس سے احاس ڈر گیا۔ تب حضرت یسعیاہ نے اس کو نارت دی۔ اور یہ پیشگوئی کی کہ ایک جوان عورت لڑکا جنمے گی۔ جس کا نام وہ خود عا نوائیل رکھیں گی۔ وہ ہنوز سن تمیز کو نہ پہنچے گا کہ وہ زمین ان بادشاہوں سے جو اس پر چڑائی کرتے ہیں۔ چھوڑائی جائیگی۔ اور ایسا ہی واقعہ میں آگیا وہ لڑکا شاہ احاس کے وقت میں پیدا ہوا۔ اور اسی وقت شاہ احاس کے مخالفان کو اس پاکیزگی سے بہرہات اسی کتاب یسعیاہ کے باب ۷ وغیرہ اور کتاب سدا طین دوم کے باب ۱۱ وغیرہ میں بتھنیل مذکور ہے۔ مگر حضرت عیسائی اس تھنیل سے آنکہ بند کر کے اس پیشگوئی کو حضرت عیسیٰ پر لگاتے ہیں۔ اور اس میں اپنی سنت قدیم تخریف سے ہی کام لے چکے ہیں کہ جوان عورت کی جگہ کنواری عورت بنا دیا۔ اور جاسے اس فقرہ کے اس کے لڑکے کی والدہ

ن کے
خدا سے
فرمایا
عزراؤن
گنا۔ اور
سے
خرقیہ
اسے
ماہ کو
فرمایا
سے
لاکھ
پوشی
مرا
اور
میں
کے
سے
را

اسکا نام عمانوئیل رکھیگی۔ یہ بہ فقرہ گہر لیا۔ کہ لوگ اسکا نام عمانوئیل رکھینگے۔ ہم اس مقام میں پہلے یسعیاہ باب ۷ کی عبرانی عبارت نقل کرتے ہیں۔ جس سے ان حضرات کی تحریف ثابت ہو۔ پھر وہ تفصیل نقل کریں گے۔ جس سے ثابت ہو کہ یہ پیشگوئی حضرت یسعیاہ اور شاہ اس کے وقت میں پوری ہو گئی تھی۔
 اصل عبرانی عبارت بخط عبرانی یہ ہے۔

לְמָה אֵלֶיךָ יְהוָה הֲוָה לְךָ סֵאֵוֹת הַטָּהָר הַפְּלִאָה הַזֶּה הַלְלוּהוּ
 בְּיָמֵי קְדָמָתָא בְּיָמֵי שְׁמֹנֶה עָרָב

حروف عربی میں۔ لکین کیتین اددونانی صوا لکم اوت
 هنه ها علماه هاسراه وویلث بین وقارث شمو
 عمانوئیل

اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے ہا جو اس کے خدا کو آپ نشان دیکھا۔ دیکھو لکھو
 علماء یعنی جو ان عورت حاملہ ہوگی (یا ہے) کیونکہ لفظ ۷۶ ۷۷ نارہ جو علماء کا فعل ہے
 حال و استقبال دونوں کے لئے آتا ہے اور وہ بیٹا جنے گی اور وہ اسکا نام عمانوئیل
 رکھیگی۔ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ وقارث شمو کے یہی معنی ہیں۔ اور حرف ث بجائے تاء
 ثابت ہے حضرت عیسا میں نے اس عبارت کے ترجمہ میں دو سخریفیں کہی ہیں۔ ایک یہ
 کہ علماء کا ترجمہ کنواری کیا۔ اور حالانکہ اسکا صحیح ترجمہ جوان عورت ہے۔ کنواری کو عبرانی
 میں 76 77 78 79 بتولا کہتے ہیں۔ اور علماء جو ان عورت کو کہتے ہیں۔ خواہ کنواری ہو۔ خواہ
 سیاہی۔ کتاب مقدس میں جہاں لفظ کنواری کا موقع ہے۔ وہاں بھی لفظ بتولا بولا گیا ہے دیکھو
 کتاب تروج باب ۲۲ آیت ۱۶۔ اور استیشنا باب ۲۲۔ آیت ۲۳ ۲۴۔ اور لغات عبرانی بھی اس پر
 شاعر ہے۔ دیکھو صفحہ ۵۵ سطر اولقات عبرانی ولیم ہو پر۔ دوسری تحریریت یہ کہ وقارث شمو کا ترجمہ
 بچہ کیا۔ کہ اسکا نام عمانوئیل رکھیں گے۔ یعنی لوگ حالانکہ وقارث شمو کا ضمیمہ ہے جبکی

شمیراس کی والدہ کی طرف راجح ہے۔ عیسائیوں نے جب دیکھا کہ حضرت مسیح کا نام عمانوئیل
 نہ انکی ماں نے رکھا ہے۔ اور نہ باپ نے بلکہ فرشتے نے اسکا نام یسوع بتایا اور وہی نام انکی
 والدہ اور باپ نے اُسکا رکھا۔ دو لیکوئیل متی باب آیت ۱۲ و ۱۳، تو انہوں نے اس فقہ یسعیاہ
 باب کی اقتباس میں تحریف و تصرف کر کے اُسکیوں بنالیا۔ کہ اُسکا نام عمانوئیل رکھیں گے۔
 (یعنی لوگ) اور اُسکو نخیل متی باب ۱۔ آیت ۲۳ میں درج کیا۔ یہ اُن حضرات کی تحریف و تصرف
 کا بیان ہے۔ اب اس پیشگوئی کی تفصیل اسی کتاب یسعیاہ وغیرہ سے کیجاتی ہے۔ جس سے
 ثابت ہو کہ وہ پیشگوئی حضرت یسعیاہ کے وقت میں پوری ہو چکی ہے۔

یسعیاہ کے باب ۷ کے شروع میں ہے۔ اور شاہ یسوع و آہ اخنوز بن یوتام بن
 عزریاہ کے عصر میں ایسا ہوا۔ کہ شاہ آرام رضین شاہ اسرائیل فتح بن رلیاہ
 کے ساتھ بروسلم پڑنے پڑا۔ پر وہ فتحیاب نہ ہوا اور ۲۱ سوقت داؤد کے گرانے کو
 بھیخردی گئی کہ آرام۔ افرایم کو ساتھ لے کے فوج بڑا تھا ہے۔ سو اس کے دل
 اور ایسے لوگوں کے دلوں نے جنبش کھائی۔ جس طرح بن کے درخت اندھی سے جنبش کھاتے
 ہیں (۳) تب خداوند نے یسعیاہ کو حکم کیا۔ کہ تو اپنے بیٹے شیار یا شوب کو لے کے تالاب
 فراز کے دیواری نہر کے سرے پر جو ر فوگر دوں کے میدان کے راہ میں ہے۔ اتر سے جا مل
 (۴) اور اسے کھتر دار ہو۔ اور بے قرار مت ہو۔ ارامی رضین اور ملیت ناہ کے بیٹے
 کے غصہ بھر کئے سے مت ڈر۔ اور تیرا دل نہ گھبراوے (۵) ازبکہ ارام اور افرایم اور رلیاہ کا
 بیٹا تیرے برخلاف مشورہ کر کے کہتے ہیں۔ (۶) کہ اؤ ہم یہودا پر چڑھیں اور اسے اٹھا دیں۔ اور پڑ
 لے اُسے توڑنا کریں۔ اور طایل کے بیٹے کو اسکے درمیان تخت نشین کریں (۷) اسلئے خداوند
 یہوداہ یوں کہتا ہے۔ کہ اس منصوبہ کو پائے داری نہیں۔ بلکہ ایسا نہ ہوگا (۸) کیونکہ ارام کا دار
 و شق ہی ہوگا اور دمشق کا سردار رضین پستھ ۶۵ برس کے اندر افرایم ایسا کٹ جائیگا کہ قائم نہ رہیگا
 (۹) افرایم کا بھی دار السلطنت سمر دن ہی ہوگا۔ اور سمر دن کا سردار رلیاہ کا بیٹا۔ اگر تم ایمان نہ

ہم اس مقام
 تحریف
 یسعیاہ
 چہا
 آوٹ
 شوق
 اولاد
 ہے
 اسل
 تا۔
 باب
 عبرانی
 خواہ
 دیکھو
 اب
 ترجمہ
 چکی

صلی عیسائیوں کے اٹھ میں جو اور ترجمہ اسل سے ہیں اور یہ برعایت غیر مومنٹ رکھنے کی کیا گیا ہے ۱۲+

لاؤ گے تو یقیناً قائم نہ ہو گے۔ (۱۰) پھر خداوند نے انہوں سے خطاب کر کے کہا۔ (۱۱) خداوند اپنے خدا سے کوئی نشان مانگ۔ خواہ نیچے زمین خواہ اوپر بلندی میں۔ (۱۲) پھر انہوں نے کہا میں نہیں مانگنے کا۔ اور میں خداوند کو نہیں آزمانے کا۔ (۱۳) تب نبی نے کہا۔ اے داؤد کے خاندان اب تم سنوانان کو تم کا نام ہمارے آگے نہایت چھوٹی بات ہے۔ سو کیا تم میرے خدا کو بھی تم کاؤ گے؟ (۱۴) باوجود اسکے خداوند آپ تم کو نشان دیا۔ دے لے انصاف عیسائیو دیکھو اس نشان دکھانے کا کس کو وعدہ دیا گیا۔؟ کیا اسی باوشاہ خاندان داؤد می شاہ انہوں کا اس کو جو حضرت یسعیہ کے وقت میں تھا۔ پھر وعدہ نہیں دیا گیا۔

دیکھو کنواری دیکھو عیسائیوں کی من گھڑت اور تحریف سے اصل میں جو ان عورت کہا گیا کہ چنانچہ ثابت ہو چکا ہے) حاملہ ہو گی۔ اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام امانوئیل رکھے گی۔ عیسائیوں! اس لفظ کو بھی دیکھو اور خیال کرو کہ تم نے اس کو کیا بنایا۔ اور سچے اسکے انجیل میں یہ داخل کر دیا کہ لوگ اس کا نام امانوئیل رکھیں گے۔ (۱۵) وہ وہی و شہد کھائے گا جس وقت وہ بڑا ترک کرنے کا اور بھلا پسند کرنے کا امتیاز پاوے (۱۶) پھر اس سے آگے کہ یہ لڑکا بد ترک کرنے کا اور نیک پسند کرنے کا امتیاز پاوے۔ یہ زمین جسے تو برباد کرتا ہے اپنے دونوں بادشاہوں سے چھوڑی جائے گی ان آیات میں صاف تصریح ہے۔ کہ پھر پیشگوئی حضرت یسعیہ نے شاہ احماس کی تسلی کے لئے کی تھی اور اس کو بطور نشان نامی پھر بشارت ہی تھی کہ ایک جوان عورت سے لڑکا پیدا ہو گا اور اسکے زمانہ ہوش سنبھالنے سے پہلے تیری مخالفت بادشاہوں کی بربادی ہو جائے گی۔ لہذا پر ضرور تھا۔ کہ وہ لڑکا اس کے وقت میں پیدا ہوتا۔ اور اس کے پیدا ہونے کے بعد اپنے مخالفوں کے بربادی کا مشاہدہ کر لیتا۔ اب یہ سب سوال وہ لڑکا کونسا تھا۔ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہودیوں نے کہتے ہیں وہ لڑکا حضرت یسعیہ کے گھر میں نہیں کی جو ان عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اور اس پر وہ کتاب یسعیہ کے باب ۸ آیت ایک وغیرہ سے دست آویز کرتے ہیں

پھر خداوند نے مجھے کہا کہ ایک بڑی تختی لے اور آدمی کی قلم سے اوپر لکھ مہیر شلال
 حاش بز کے لئے (۲) اور کہ میں دیانت دار گواہوں یعنی عوریاہ کاہن اور ذکر یابین پیر پر کیا ہ کو
 مقرر کروں۔ (۳) اور میں نبینہ کے پاس گیا وہ پیٹ سے ہوئی اور ایک بیٹا جسے تب خداوند
 نے مجھے کہا کہ تو اس کا نام مہیر شلال حاش بز رکھ۔ (۴) کہ اس سے پیشتر کہ یہ لڑکا۔ اسے
 میرے باپ اسے میری مابول کے دشت کا مال اور سمن کی لوٹ کو اٹھا کے شاہ اسور
 کے حضور میں لیجا وینکے۔ (۵) اسے تو موم دھوم مچاؤ پر تم لکڑے لکڑے کٹے جاؤ گے۔ اور
 اسے تم سب جو زمین کے دور اطراف میں ہو اُسے سناؤ اپنی مکریں باندھو ہر تمہارے لکڑے لکڑے
 کٹے جائیں گے۔ اپنی مکریں کو ہر تمہارے پرزے پرزے کٹے جائیں گے۔ تم مضموبہ باندھو۔ پر وہ
 باطل ہوگا۔ حکم سناؤ پر وہ نہ پیرے گا۔ کہ خداوند تمہارے ساتھ ہے۔

یہاں چیر کا حکم اس لڑکے کے دوسرے نام عمانوئیل کی طرف مشعر ہے۔ جیسا کہ
 اس کا پہلا نام مہیر شلال حاش بز ہے۔ اور دوم تو ایسیج کے باب ۲۸- اور دوم
 سلطین کے باب ۶ میں بیان ہوا ہے کہ شاہ احاس نے ارامی رضین اور شاہ اسرئیل
 سے تنگ ہو کر شاہ اسور کی طرف التجا کی اور اس سے مدد مانگی چاہی تو ایسیج ۲۴- تب شاہ
 اسور نے اس کی بات مانی اور اُسے دشت پر لشکر کشی کر کے لے لیا۔ اور چیر وہاں کے لوگوں کو
 اسیر کر کے قید میں لایا۔ اور رضین کو قتل کیا۔ تب آخر بادشاہ شاہ اسور نکلت پلاسری کی ملاقات
 کو چلا۔ دسلاطین ۱۰- وغیرہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ پیشگوئی حضرت یسعیاہ
 شاہ احاس کے وقت میں پوری ہو گئی۔ اور وہ لڑکا وہی ہے۔ جو حضرت یسعیاہ کے گھر میں پیدا
 ہوا تھا۔ عیسائی موعود لڑکا حضرت یسعیاہ کے لڑکے کو نہ مانیں تو وہ کوئی اور لڑکا تجویز کر لیں
 مگر وہ لڑکا ایسا ہونا چاہیے جو حضرت یسعیاہ کے وقت اور شاہ احاس کے دشمنوں سے نجات
 پانے سے پہلے پیدا ہو چکا ہو۔ کیونکہ حضرت یسعیاہ کے وقت اس پیشگوئی کے پورا ہوجانے
 میں او نکو دوم مارنے اور انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا اس لڑکے کا بھی اس وقت میں پیدا

۱۲- خداوند
 ہر آخرتے کہا
 ما۔ اسے داؤد
 سو کیا تم میرے
 انصاف عیسائیوں
 آدمی شاہ اسور
 عورت کہا گیا کہ
 رکھے گی۔
 اسے اسکے خلیل
 ہر دیکھا سے گا
 اس سے آگے
 بر باد کرتا ہے
 کہ چھ پیشگوئی
 یہ بشارت ہی
 سے پہلے تیری
 کے وقت
 شاہدہ کر لیتا۔
 کہ کہتے ہیں وہ
 ہوا تھا۔ اور
 آریز کر تھیں

ہو جانا ضروری ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ پیشگوئی نجات شاہ احساس تو سب سے پوری ہو چکا اور وہ لڑکا جسکی پیدائش کو اس نجات کی علامت قرار دیا گیا تھا۔ حضرت مسیح تو جو سات سو سال ^{۴۴۲} برس کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ عیسائیوں کی فہم و انصاف کو معلوم نہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی موٹی بات کو نہیں سمجھتے۔ اور زبردستی اس پیشگوئی کا مصداق حضرت مسیح کو بناتے ہیں۔

وازا نچلہ پانچواں مقام یسایہ باب ۴۰۔ آیت ۳ ہے جسکو ڈپٹی آتم نے اس پرچہ ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء پیش کیا ہے۔ جسکا مضمون ایچ ہے۔ یسایہ میں ایک منادی کرنے والے کی آواز۔ تم خداوند کی راہ درست کرو۔ اور اُسکے رستوں کو سیدھا بناؤ۔ اس پیشگوئی کو بھی حضرت عیسیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ پیشگوئی نبیوت انجیل متی یوحنا بپتسما دینے والے مسیح کے تھمتر ہے۔ **متی باب ۳** میں آیت اسی ۳ تک کہا ہے ان دنوں یوحنا بپتسما دینے والا یہودی کے بیابان میں ظاہر ہو کے منادی کرنے اور یہ کہنے لگا تو بے کر و کیونکہ آسمانی کی بادشاہت نزدیک ہے۔ (۳) کہ یہ وہی ہے جسکا ذکر یسایہ ہی نے یہ کہے کیا۔ کہ جنگل میں ایک پکارنے والے کی آواز ہے کہ خداوند کی راہ کو درست کرو۔ اور اُسکے رستوں کو سیدھا بناؤ۔ ایسا ہی باقی انجیلوں میں فرس لوقا۔ یوحنا میں ہے۔ افسوس عیسائی انجیلوں کو بھی توجہ سے نہیں دیکھتے۔ اور اُسکے برخلاف عمدہ عقیدت کی پیشگوئیوں کے بیجا تاویلین کر کے انکو حضرت مسیح پر جاتے ہیں۔ اور اتنا بھی نہیں سوچتے اور سمجھتے۔ کہ ایسی پیشگوئیاں مسیح کے حق میں تسلیم بھی کر لیا ویں تو بھی اُن سے اُن کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ بہرہم دعویٰ الوہیت مسیح کی تائید و ثبوت میں اون کو کیوں پیش کرتے ہیں۔

ازا نچلہ پانچواں مقام ملاکی باب ۳۔ آیت ۱ ہے۔ جسکو ڈپٹی عبداللہ نے اسی پرچہ ۲۵ مئی کی فرست میں پیش کیا ہے۔ جسکا مضمون یہ ہے۔ ”دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا۔“ اس پیشگوئی کو بھی حضرت مسیح کی الوہیت یا انبیت جسکے ثبوت میں اسکو پیش کیا گیا ہے۔ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر اس میں مسیح کی بابت کچھ کہا گیا ہے تو اس سے مسیح کی صرف رسالت ثابت ہوتی ہے۔ نہ الوہیت۔ متی باب ۱۱۔ آیت ۱۰۔ میں

اور مرقس باب ۱- آیت ۲۲ میں اور لوقا باب ۷- آیت ۲۶ وغیرہ میں ہے کہ مسیح نے اس پیشگوئی کو اپنے آپ پر اور یوحنا ہتھمادینے والے بر لکھا یا ہے اور یہ کہا ہے کہ پہنچ گیا دیکھتے کو گئے۔ کیا ایک نبی مان میں تم سے کتا ہوں کہ بنی سے بڑا۔ (۲۸) پھر وہی ہے جسکی بابت لکھا ہے۔ کہ دیکھ میں اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہوں۔ جو تیری راہ کو درست کرے لگا۔ (۲۸) کیونکہ میں تم سے کتا ہوں۔ کہ ان میں سے جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ یوحنا۔ ہتھمادینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا۔ پھر قول مسیح اگر عیسائیوں کی من گھڑت نہیں تو اس سے بجز اسکے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت عیسیٰ نے یوحنا کو اپنے پہلے آنے والا رسول اور ان کی راہ درست کرنے والا کہا ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی انکے بعد آنے والے رسول ہیں۔ اور اگر عیسائی اسکے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ یوحنا حضرت عیسیٰ کا رسول ہے۔ اور حضرت عیسیٰ اسکے بھیجنے والے خدا ہیں۔ تو یہی انکی غلط فہمی یا بے الصافی ہے۔ حضرت عیسیٰ نے تو اپنی یوحنا سے بقول عیسائیوں کی ہتھمادیا اور انکے شاگرد و مرید ہوئے۔ اگر وہ خود خدا اور یوحنا کے بھیجنے والے ہوتے تو انکے مرید و شاگرد کیوں بنتے۔

از انجیل چھٹا مقام کتاب پیدائش کا باب اول آیت ۲۶۔ اور باب ۳ آیت ۲۲ ہے جسکو عبداللہ آتم نے ۲۴ مئی کے پرچہ میں نقل کیا ہے۔ اور اس میں یہ بیان ہے کہ خداوند نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں (۱۱-۲۶) اور خداوند نے کہا ہے کہ دیکھو کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا۔ (۳-۲۲)

ڈیپٹی آتم نے پہلی آیت کی عبرانی عبارت اُردو حروف میں نقل کر کے اس کا ترجمہ ان الفاظ سے کیا ہے: "کہا الوہیم خدا سے ہم بناویں آدم کو اور صورتوں انہیوں کے اور اوپر شکلوں انہیوں کے" اور یہ خیال کیا کہ اس آیت میں لفظ الوہیم جمع کا لفظ ہے

عاشق
وہی
باب
لے
حضرت
عقبر
کے
یک
اور
س
مد
جیتے
ت
ہ
ن
کا
ت
کی
ن

جو خدا تعالیٰ کے حق میں بولا گیا ہے۔ اور یہ خیال کیا کہ جن الفاظ کے معنی صورتوں اور
شکلوں کے لئے ہیں لفظ **۲** **۳** **۴** **۵** **۶** اور لفظ **۷** **۸** **۹** **۱۰** **۱۱** **۱۲** **۱۳** **۱۴** **۱۵** **۱۶** **۱۷** **۱۸** **۱۹** **۲۰**
وہ یہی جمع کے ہیں۔ ان تینوں الفاظ کا اطلاق خدائے واحد پر ہوا ہے تو اس سے ثابت
ہوتا ہے کہ خدا کی ذات میں باوجود وحدت کثرت بھی پائی جاتی ہے۔

پہر اپنے جمعیت لفظ الوہیم کی نسبت سرسید کا جواب نقل کیا ہے کہ لفظ الوہیم
میں جمع تعظیمی ہے۔ یعنی نہ تعدادی۔ پھر اسکا یہ جواب دیا ہے کہ الوہیم خاص خدا تعالیٰ
کا نام ہے۔ اور اسماء خاص یا ناموں میں تعظیم کی نظر سے جمع نہیں بنائی جاتی۔ سید احمد رضا
کو سید احمد ان نہیں کہا جاتا۔

اور دوسری آیت کا صرف ایک لفظ عبرانی (کا حد ممنو) عربی حروف میں نقل
کر کے اسکا ترجمہ کیا ہے۔ ”ہم میں سے ایک کی مانند“ یعنی آدم نیک و بد کی پہچان میں
ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا۔ اور یہ خیال کیا ہے کہ (ممنو) صیغہ تکلم مع الغیر ہے۔ یہ
لفظ خدا تعالیٰ نے اپنے حق میں استعمال کیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا کی ذات
واحد میں کثرت بھی پائی جاتی ہے۔

پہر اپنے اس خیال کے مخالفین ہودیوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس لفظ تکلم مع الغیر
میں خدا تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے ساتھ لیا اور انکی نظر سے ”ہم میں سے“ کا لفظ
بولا ہے۔ پہر اسکا جواب میں کہا ہے کہ فرشتوں کا ذکر تن کتابیں آگے بھیجے کہیں نہیں ہو
پہر اس ضمیر تکلم مع الغیر کا رجوع فرشتوں کی طرف کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اگر ذکر ہو تو بھی
فرشتوں کا علم خدا کے علم کی مانند ذاتی نہیں ہے۔ بلکہ کسی ہے۔ جو انکو ناپاک کر دیتا
لہذا فرشتے اس لائق نہیں ہیں کہ خدا ان کو اپنے ساتھ لے کر ان کی نظر سے لفظ
”ہم میں سے“ بولے۔

پہر اپنے سرسید سے نقل کیا ہے کہ لفظ ”ممنو“ تکلم مع الغیر کا صیغہ نہیں بلکہ

جس کا
توں و
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

جمع فایض ہے اور اس سے مراد آدم طبقہ آئے ماقبل آدم معروف ہے۔ اور اس پر
اعراض کیلئے کہ آدم طبقہ آئے ماقبل آدم معروف کا ذکر متن کتاب میں تو درکنار جبالو جی
بادورسائیس میں بھی نہیں ہے۔

ہم نے ڈیڑھی آتم کی اس بحث کے جواب میں ایک ایسی تحریر کی تھی جس میں اصل
عبرانی عبارت توریت اور عبرانی لغات و صرفت نحو سے یہ ثابت کیا تھا کہ لفظ الوہیم
ذات باری تعالیٰ کا خاص نام نہیں بلکہ یہ وضعی اسم ہے جس کے
معنی سردار یا زور آور کے ہیں۔ اور ان ہی معنی کے نظریے جیسا کہ اس لفظ کا اطلاق
خدا تعالیٰ پر ہوا ہے۔ ویسا ہی حضرت موسیٰ و مارون کی۔ حضرت عیسیٰ اور ایک فرار ایک بادشاہ
کافر بخت نصر پر ہوا ہے جن کی ذات میں کثرت کا خیال کسی کے دل میں نہیں گذرتا اور کس پر
آیات خروج ۶ و ۱۷ قاضی ۱۷ و زبور ۱۱۱ و غیرہ کا حوالہ دیا۔

اور یہ ثابت کیا گیا تھا کہ یسعیون اور کرمیون کے معنی جمع کے نہیں ہیں۔ بلکہ مفرد
ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ سبیل میں ان الفاظ کا ترجمہ اپنی صورت اپنی مانس کے الفاظ
سے کیا گیا ہے۔

اور یہ ثابت کیا گیا تھا کہ لفظ تمور ۷۷ ۷۸ ۷۹ توریت میں تکلم مع الغیر کے معنی میں
کسیں نہیں آیا۔ جہاں لفظ وارد ہے وہ ان واحد غائب کے معنی میں ہے۔

اگرچہ پیدائش ۱۲ ۱۳ ہے جن میں اس لفظ کا اطلاق اس درشت پر ہوا ہے
جسکے کھانے سے آدم کو منع کیا گیا تھا۔ ایسے اور بہت مقام ہیں جن کی تفصیل سے تپیل
ہوتی ہے۔

عبرانی گرامر میں بھی اس لفظ کو ضمیر واحد مذکر فاعل قرار دیا ہے۔ اور اس مقام میں جو
لفظ کا صیغہ ۶۶ ۶۷ کا اس لفظ سے الحاق ہوا ہے اس سے بھی اس کی جمعیت ثابت
نہیں ہوتی۔ اس لفظ کے معنی یکتا اور وحید کے گئے ہیں۔ اور اگر اس لفظ کو بقرہ لفظ کا

جمع تسلیم کر لیا جاوے تو یہی وہ لفظ جمع غائب کا صیغہ ہوگا نہ جمع متکلم کا و لہذا اس لفظ سے متکلم یعنی خدا تعالیٰ میں کثرت ثابت نہ ہوگی بلکہ اوں غائب اشخاص کی جنکی نظر سے یہ لفظ بولا گیا ہے۔

اور اگر اس لفظ کا توریث میں اور عبرانی زبان میں واحد و جمع غائب متکلم ہی معانی میں استعمال تسلیم کیا جاوے تو بھی مقام متنازع فیہ میں اس لفظ کے بمعنی متکلم مع الغیر ہونے اور اس سے ذات خدا میں کثرت ثابت ہونے کا بارثبوت عیسائیوں کے ذمہ پڑے گا کیوں جائز نہیں کہ وہ لفظ اسمقام میں بمعنی واحد غائب مراد ہو۔ اور بقرض جمعیت کیوں جائز نہیں کہ وہ بمعنی جمع غائب ہو۔ اور بقرض جمع متکلم کیوں جائز نہیں کہ اس میں خدا تعالیٰ پر تفریق و تفریق شامل کر لیا ہو جیسا کہ یہودی کہتے ہیں۔ اور فرشتوں کا ذکر بھی متن کتاب میں موجود ہے۔ ان سب احتمالات کے ساتھ عیسائیوں کا اس آیت سے استدلال حکیم اذا جار الاحتمال بالاحتمال باطل ہے۔

ہمارا اس تحریر کی ہنوز کاپی نہ لکھی گئی تھی کہ مسٹر ابرٹ نے توحیدی عیسائی کا رسالہ "الوہیم" چھپ کر ہمارے پاس پہنچ گیا۔ جس میں ہماری تحریر کی اکثر پہلوؤں پر کافی بحث ہے اور اسکا کہ وہ رسالہ عیسائیوں کی ایک عیسائی بیانی کی تالیف ہے۔ اور اس میں عیسائیوں کے مستند اقوال سے استشہاد کیا گیا ہے جسے عیسائیوں کا افہام یا افہام بخوبی منظور ہے۔ اور ہماری تحریر کی عبرانی بحث سے ہماری اکثر ناظرین کے عبرانی سونا وقف ہونے کی وجہ سے اسکے دلچسپی کی امید کم ہے۔ لہذا ہم نے اپنی تحریر کی اشاعت کو ملتومی کر کے بجائے اسکے اس رسالہ کے انتخاب کو مناسب سمجھا۔ عیسائی صاحبان اس رسالہ کے دلائل اقوال کا کافی جواب دیکر اس رسالہ کے بیان کا کافی ہونا ثابت کریں گے۔ اور ہمارے ناظرین بھی ہماری عبرانی بحث سے دلچسپی کا اظہار کریں گے تو ہم اس تحریر کو شائع کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

انتساب الہیہ الیہم مسرط اکبر مسیح

مترجمان سالہ کو صفحہ ۹۰ لکھتے ہیں (۳) الوہیم تثلیث کا نام ظہین مگر اس تثلیثی بحث کا صرف کوئی ایک پہلو مخدوش نہیں۔ بلکہ ہر پہلو ایسا ہی ضعیف ہے۔ پادری صاحب خدا کی اسماء جمع سے کثرت فی الوحدت نکالتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے ان ناموں میں وحدت فی التثلیث و تثلیث فی التوحید پائی جاتی ہے۔ 'صفحہ ۲۰۲' کلمہ 'یم' عبرانی میں صرف نشان جمع کا ہے نہ تعظیم کا بھی الوہیم میں بوجہ تثلیث فی التوحید کے یہ کلمہ آیا ہے۔ نکات اسلام احمدیہ ص ۵۶۔ اب اگر خدا کو یہ اسم جمع اسلئے دیا گیا کہ اسکی ذات واحد میں تین آقائیم یعنی تثلیث ہے۔ تو یہ جمع دراصل نہ جمع تعدادیہ سے نہ تعظیم بلکہ جمع تشلیثیہ ہے۔ پس اگر تین آقائیم یعنی تثلیث کو یہ نام زریب دیتا ہے تو ضرور کسی ایک اقنوم کو بونین اقنوم یعنی تثلیث نہیں بلکہ صرف اقنوم واحد ہے۔ یہ نام ہرگز زریب نہیں دیتا۔ مگر ہم دکھاتے ہیں کہ یہ نام مجرب و ایک اقنوم کو بھی جس میں کوئی اقنوم نہیں ہے دیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ الوہیم اسم جمع کا استعمال خدائے واحد کے لئے باعتبار کثرت آقائیم نہیں آیا۔ ورنہ صرف اقنوم واحد کو الوہیم نہ کہتے۔ زبور

اس لفظ سے یہ لفظ
 ہم بھی معانی
 اور
 یوں جائز
 نہیں کہ
 شتو کو شامل
 ہے۔ ان
 الاحتمال
 رسالہ
 ہے
 اسباب

۶۹۹۷

ہیں، تو اس آیت میں۔ اسی الوہیم تیرا تخت ابد تک ہے۔ اگر الوہیم بیٹے کو کہا اور بیٹا باعتماد ہمارے شخص واحد ہے نہ مجموعہ آقائیم ملکہ تو شخص واحد کے لئے الوہیم جمع کا استعمال ہونا دکھلا رہا ہے کہ وہ باعتبار کثرت آقائیم فی الوحدت نہیں استعمال ہوا۔ نہ
 ۱۱۰-۱۱۱ ذمیرہ التفتیح ص ۶۹-۷۰ لفظ بخت آیت آئینہ ہمیں تخت کا ذکر ہے۔

وال
 باظن
 ینگ

یہاں نزولاً۔ کیونکہ اگر الوہیم تکلیف کو کہتے ہیں۔ تو پھر الوہیم باپ یا بیٹے کو علیحدہ علیحدہ
 کیونکہ کہہ سکتے ہیں اسی طرح موسیٰ کو جو ایک ذات اور ایک شخص تھا۔ الوہیم کہا ہے۔ خرد
 ۱۶ و ۱۷ گوسالہ کو الوہیم کہا فرج ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ ایک فرشتے کو بھی کہا قاضی ۱۶
 (۱۷) الوہیم کیسے جمع ہے۔ اوپر بتلایا گیا کہ سطر عبداللہ آتم صاحب
 کہتے ہیں کہ "عبرانی میں کلمہ صرت نشان جمع کا ہے نہ کہ تعظیم کا بھی" تو اب یہ لنگے ذمہ رکھنا
 بتاویں کہ پھر کیوں شخص واحد موسیٰ کو الوہیم کہا کیوں فقط اقنوم واحد باب کو یا فقط بیٹم
 کو اگر وہ حوالہ درست ہو الوہیم کہا کیوں واحد فرشتہ کو الوہیم کہا حال میں سطر آتم
 صاحب نے سزا پادری عبداللہ صاحب یہ فرمایا ہے کہ "عبرانی میں کسی قسم کی اسم میں
 جمع تعظیم کسی نہیں آتی" بحث توحید یہ و تثنیہ صفحہ ۸ پر وہ بتاویں کہ آقا کو آقاؤں اور
 گھڑیاں کو گھڑیوں کیوں کہا جس کا ذکر ہم صفحہ ۹ میں کر آئے۔ اور سنئے ایوب کی کتاب باب
 ۲۰۔ آیت ۱۵۔ الخ میں ہیبت کا ذکر آیا۔ یہ ہیبت جمع ہے۔ اسکا مفرد بھیما یعنی جانو
 ہے۔ اگر کو بھی صفحہ جمع بلحاظ تعظیم کے بیان کیا۔ کیونکہ کوئی خاص نام اسکا عبرانی میں نہیں
 تھا اور پھر ایک لے واحد فعل و ضمیر کو لائے ایک جگہ نہیں کئی جگہ اور اور دیکھئے فرعون
 کو و فوطیہ اور کو اور یوسف کو بھی بصیغہ جمع خداوندوں کہا ہے شاہ مصر کا ساقی و نان پز
 اپنے خداوند خداوندوں (شاہ مصر کے مجرم ہوئے پیدا الیش تک فوطیہ اور کو جہاں بار بار
 آقا لکھا ہے دراصل وہاں اصل میں آقاؤں ہے باب ۲۹۔ ۲۔ ۳۔ وہ شخص جو اس
 لک کا مالک (مالکوں) ہے ہم سے سختی سے بولا باب ۲۲۔ آیت ۳۰ و ۳۱ پر
 بھی کہا جاتا ہے کہ "عبرانی میں کسی قسم کی اسم میں جمع تعظیم کبھی نہیں آئے" ضرور آئی ہے
 کتاب اشمال سلیمان باب اول آیت ۲۰۔ میں ہے۔ و انالی شرک پر ہو کر بلاتی ہے
 نقل و انالی ہے لے افعال وغیرہ بصیغہ واحد۔ آئے ہیں۔ اصل میں بصیغہ جمع و انالیوں
 ہے مچھو آٹھواں مرد و روشن اگر لڑی میں لفظ و انالی پر یہ عاشر دیا ہوا ہے "عبرانی

صفحہ ۱۹۰ میں لکھا ہے کہ اس میں جمع کا ذکر ہے

تجدد علیحدہ
 ہے۔ شروع
 قاضی ۱۲
 صاحب
 ڈسٹرکٹ
 یا فقط پٹر
 شراہتم
 اسم میں
 اور
 باب
 جسے جانو
 میں نہیں
 نزعون
 ان پر
 بار بار
 دس
 پر
 ہے
 ہے
 یوں
 ایرانی

دانا یوں ہے یعنی عمدہ دانائی دیکھئے اسم واحد کو تعظیماً ما یصغیر جمع لکھا مگر پر بھی کہا جاتا ہے کہ عبرانی میں کسی قسم کے اسم میں جمع تعظیم کہی نہیں آئی آگے ہم کسی بڑے عبرانی صرفی دستوی کو بھی پیش کر دینگے کہ عبرانی میں جمع تعظیم ضرور آتی ہے۔

پہر پٹر آزاد رسالہ الوہیم کے صفحہ ۱۳ میں لکھتے ہیں (۶) الوہیم جمع تعظیمہ پٹر اسم صاحب ادن لوگوں کا قول قبول نہیں کرتے جو الوہیم کو جمع تعظیم قرار دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ جو لوگ الوہیم کو بجائے جمع تعداد یہ کے جمع تعظیم قرار دیتے ہیں یہ بھول جاتے ہیں کہ اسمائے خاص میں تعظیم و تذلیل کہی اور کہیں مربوط نہیں ہوتی۔ ایل اسم واحد خاگر خدائے تعالیٰ کا ہے۔ اور اس کی جمع الوہیم ہے۔ بحث ما بین توحید یہ و تشکیث صفحہ۔ ایل کو اسم خاص بقدر کرنا خطا ہے۔ ایل اسم نکرہ ہے۔ اسکے معنی قوی مضبوط ہیں۔۔۔۔۔ عبرانی میں یہ اپنے عام یعنی قوی یا بہادر کے معنوں میں خدا کے لئے بھی آیا ہے۔ پروفیسر میکشنز صلد مسیح عمانوئیل ط ۲۶ و ۲۷ میں ایل معرفہ نہیں یہ اس سے بھی ثابت ہے کہ اسکی جمع کر لیا جاتی ہے۔ اسم نکرہ کی جمع ہوتی ہے۔ معرفہ کی نہیں۔ چنانچہ اس لفظ کا استعمال عام ہے خاص خدا کے لئے مخصوص نہیں دیکھو رسالہ تحقیق ص ۱۱۔ پس اسم عام میں تعظیم و تذلیل ضرور مربوط ہے۔ لہذا الوہیم کہی تو جمع تعداد یہ ہوتا ہے۔ اور کہی جمع تعظیمہ پروفیسر میکشنز صلد فرماتے ہیں کہ چاہیے اون الوہیم کے نام جنکو ابراہیم کے خاندان کے بیشمار جہرے پوجتے تھے کچھ ہی کیوں نہ ہوں ابراہیم نے یہ دیکھا کہ اون تمام الوہیم سے مقصود خدا تھا۔ اور اس طرح یہ الوہیم جس ایک نام میں ہر شے جو کبھی الہی کسی گئی یا کہی جاسکتی ہے۔ ایک خاص نام بن گیا جس سے عبادگی کے ساتھ

لکھنے
 عبدالرزاق
 زبیدی کی کتاب
 لکھتے ہیں

اسے قرآن نے وحدت الہی کی موسوی تعلیم کو پوری طرح اختیار کر کے جا بجا جمع تعظیمہ استعمال بھی کیا ہے۔ واقع میں کسی مقام پر اسم نکرہ کی جمع تعظیمی کی لفظی رعایت آتی ہے جیسے *ان من الخلق القون* ہم ہیں پیدا کرنا جو کہ مفہوم اس سے زیادہ نہیں کہ میں ہوں پیدا کرنے والا گو ہم بھی جمع ہے اور پیدا کرنے والا بھی۔ ۱۲

توحیدی زمانہ شروع کیا گیا۔ یہ تو جمع کا تھا۔ مگر مفہوم واحد تھا۔ یہ وہاں تمام الوہیم ہو اسلئے کوئی دوسرا خدا نہ رہا۔

پچھتر اڑیس سالہ کا صفحہ ۵۵ میں لکھتے ہیں۔ (۱) علماء تئیلٹ کی رائے موید توحیداً محققین تشریحی علماء پر بھی اس الوہیم والی بحث کا ضعف اور اسکی بے ثباتی ظاہر ہو گئی۔ کیونکہ دراصل یہ بحث محض بوجہ ضعف شہادت کتابی موید مسئلہ تئیلٹ کے ایجاد کرنا پڑے کسی عبرانی نے تو آج تک اس الوہیم سے تئیلٹ کا مسئلہ اخذ نہیں کیا۔ اب بعض نامور تشریحی علماء عبرانی کا فیصلہ اس بحث کی اہتمام پر نئے۔

کاؤنٹل کیجیے سن۔ معروت فقیر۔ روٹن کتوں لک اپنی تفسیر میں اقرار کرتے ہیں کہ یہ جو کسی اسرار شخص الہی کے بلکہ اسوجہ سے موسیٰ اس اسم فعل پیدا کیا بصیغہ واحد ہے یعنی کرنا ہے کہ الوہیم کا مفہوم واحد ہے۔

شہرہ آفاق کارٹونیل بلبر مائن کہتا ہے کہ ”یہ ثبوت مسئلہ تئیلٹ بہت لوگ یہ کہتے ہیں کہ نوشتہ میں اسم خدا بصیغہ جمع کو فعل واحد سے ملا یا ہے۔ جیسے بار الوہیم مگر میں اس دلیل کو مضبوط نہیں سمجھتا کیونکہ مجا درہ کتاب مشہور اشخاص کے لئے اسماء بصیغہ جمع آتے ہیں گو کہ فعل اونکے لئے واحد ہی رہتا ہے۔ اس محاورہ کی کچھ تقلید ہم اہل اظہار لیر بھی کرتے ہیں۔ جب معزز اشخاص کو ہم بجائے تو کے تم کہہ کر خطاب کرتے ہیں، گا کارٹونیل صاحب ۴۔ دلائیل سے اپنے قول کی تائید و قول مخالف کی تردید فرماتے ہیں۔

پروٹسٹنٹ مصلحین میں سے جان کالون جو توحیدیوں کا دشمن جانی اور ایک سرعہ عالم بیٹل فوشیئر سیرت مالکل سسر وٹیلس کا قائل تھا۔ اس دلیل کے ضعف کو یوں آشکار کرتا ہے کہ ”موسیٰ نے جو الوہیم اسم صیغہ جمع کو استعمال کیا اس سے ذات الہی میں آقا نیم ثلثہ کا اخذ کرنا عام ہے۔ لیکن یہ ثبوت ایسے اہم مسئلہ کا میری رائے

یہ تمام الوہیم
 تشریحی
 چونکہ دراصل
 کسی عبرانی
 حمار عبرانی
 قرار کرتا ہے
 اور واحد
 است لوگ
 اسم
 اسماء
 پر تعلیل
 رتے
 نالغ
 اور انکے
 میں کے
 سے
 سے

میں کسی طرح سے مضبوط نہیں اسلئے میں اس لفظ پر زور نہ دوں گا بلکہ بر خلاف اسکے اس قسم کی
 اینچ کھینچ کے تاویلات سے لپٹے ناظرین کو متنبہ کروں گا۔
 چارلس مرورز مائلر۔ اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ ”الوہیم جو جمع ہے اسم الوہ
 کی جب ایک سچے خدا کے حق میں آتا ہے اوسکو مصنفان حمد حقیقیٰ بمعنی واحد لیتے ہیں
 کیونکہ زبان عبرانی کی خصوصیت ہے کہ ہر واحد شے کے لئے خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث
 جب وہ عظیم اور نفیس ہو مینہ جمع کا لایا جاتا ہے۔“
 اسی طرح جمان ماسکیلس صاحب اپنی عبرانی لغت میں فرماتے ہیں
 کہ ”میں سمجھتا ہوں کہ اسم الوہیم جو عموماً افعال وصفات واحد کے ساتھ ملتی کیا جاتا
 جمع تعظیم ہے۔ اور میں اس سے منکر ہوں کہ یہ کسی طور سے بھی اسرا تلیث کی طرف اشارہ
 کرتا ہے اگرچہ لفظ پاک تلیث پر دلالت کرتا تو اس سے یہ مستنبط ہوگا کہ وہ سکہ بوجہ
 روزمرہ استعمال زبان کے نئے عهد نامہ کی نسبت پرانے عهد نامہ میں بہت ہی زیادہ
 آشکارا تھا۔“ پروفیسر ولسن اپنی گرامر میں فرماتے ہیں کہ ”وہ الفاظ جو دہ بد بشوکت
 و شمت ظاہر کرتے ہیں عموماً بصیغہ جمع لائے جاتے ہیں۔“ پروفیسر اسٹوارٹ
 کی گرامر میں یہ مرقوم ہے کہ ”بفرض تا کی عبرانی لوگ بہت سے الفاظ کو جو بمعنی خداوند
 و خدا وغیرہ تھے بصیغہ جمع لکھتے تھے واحد استعمال کرتے تھے۔ یہ جمع جمع تعظیم کہلاتی ہے“
 حال کے مشہور مفسر تلیثی ڈاکٹر مارکس ڈاڈنر۔ اپنی تفسیر پیدائش آیت اول
 میں لکھتے ہیں ”لفظ خدا الوہیم کو بصیغہ جمع ہے ہمراہ فعل واحد کے آیا ہے۔
 نہ تو اسلئے کہ وہ کثرت اقا نیم پر شامل ہے اور نہ اسلئے کہ یہ لفظی یادگار معلومہ پرستش
 کثرت اللہ کا رہ گیا ہے۔ یہ محض جمع تعظیم ہے (جیسے پادشاہوں کا ہم وغیرہ)
 یا شاید زیادہ صحت سے جمع مقدار یہ (جیسے آسمانوں و سمندروں) جو مظهر انتہا
 بزرگی خدا کا ہے۔“

یہ کہنا بیجا نہیں کہ عام تخلیقی قیاس اس آیت پر اس درجہ پایہ تحقیق سے گرا ہوا ہے
 اوس کا منطق ایسا ضعیف و بے بنیاد ہے کہ زمانہ حال کے علما تخلیقی نے اس کل بحث
 کو ریک سمجھ لیا ہے۔ اور اون کو اوس کے دلیل پیش کرنے سے خود شرم آتی ہے بلکہ یہ کہنا
 حق ہے کہ کسی عالم نے اس روشنی کے زمانہ میں سنجیدگی کے ساتھ اسپر استدلال کرنے
 کی جرات نہیں کی چنانچہ ڈاکٹر ولیہ اسلمتہ کی تاریخ عقیدت میں یوں رد
 ہوا ہے۔ ”الوہیم کا صیغہ صحیح بڑی بحثیں اٹھا چکا ہے وہ دوسری قیاس کہ وہ ذات الہی
 کے آقا نیم ملثہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اب تو علماء کے درمیان کوئی حامی پاتا نہیں
 یا تو وہ صیبا کہ نحو یوں کا قول ہے حجج تعظیمہ ہے۔ یا وہ الہی قدرت کی کمائیت یعنی اون
 قدرتوں کے مجموعہ کو ظاہر کرتا ہے جو خدا نے دکھلائیں۔ لفظ ”ایل“ کے معنی قدرت کے
 ہیں اور یہ مختصر لفظ بہا دریا زور آور شخص مثل بنوخذ نصر (مخزوم) کے لئے استعمال ہوا ہے
 اور یہ غنوم اسکا خود بخود قدرت کے معنی سے پیدا ہوتا ہے۔“ کتاب اول باب اول حاشی
 میں کیا بھی وقت نہیں آیا کہ ہمارے ہندی علماء یورپی علماء کی تقلید میں دس دسویں
 خیال کی حمایت کو ترک کر دیں۔ اور سڈ ٹیلیٹ کے لئے کوئی اور پاٹے چوبین
 ایجاد کریں۔ اسے ناظرین اپر غور کرو کہ یہ تمہارے علمائے تخلیقی کے اقوال ہیں۔ x x x
 پسر آرزو صفحہ ۹۱ میں لکھتے ہیں (۸) قطعی دلیل کتاب ہم آپ کو ایک مختصر
 سی دلیل اس بات کی دیتے دیتے ہیں کہ الوہیم آقا نیم ملثہ کی نسبت نہیں بلکہ اقنوم واحد ہی
 کی نسبت بولا گیا ہے۔ اس دلیل کے لئے نہ آپ لغت عبرانی دیکھنے جاویں۔ اور نہ تفکر
 کا مطالعہ کریں صرف تورات کہول کر استناد لیں۔ کو دیکھیں اوس میں لکھا ہے نس نے
 اسے اسرائیل بیواہ ہمارا الوہیم آکیلا بیواہ ہے۔ اکیلے یعنی واحد مطلق کو
 الوہیم کہا۔ اگر ٹیلیٹ کا لحاظ ہوتا تو یوں کہتے ”بیواہ ہمارا الوہیم تیک کیلا
 بیواہ ہے۔“

پہر ستر آزا و صحیح ۲۰۔ میں لکھتے ہیں۔ اسم جمع پر تو بحث ہو چکی اب ضمیر جمع پر بھی بحث ہونا چاہیے۔ اور ہم دیکھینگے آیا اوس سے کسی طرح مسند کثرت فی الوجدت کو مدونہ ہو سکتی ہے۔ مٹر عبدیہ آہم صاحب فرماتے ہیں "باب ۳۔ آیت ۲۲۔ کتاب پیدائش میں لکھا ہے کہ "یہوواہ الوہیم نے کہا کہ دیکھو انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کے مانند ہو گیا۔" اس میں کثرت فی الوجدت ایسی عیان ہے کہ مخالف اسکا بجز بطلان کے اور طرچہ حال ہے۔ "بحث توحید یہ و تثلیث ص ۱۱۱ ایسا ہی کیلیب صاحب فرماتے ہیں کہ "ہم کا لفظ احدیت میں کثرت پیدا کرتا ہے" ص ۱۲

(۱) تثلیث تاویل مہمل۔ پس تثلیثی بہائیوں کے خیال کے مطابق گویا تثلیث کی تینوں آقائیم باہم ایک دوسرے کو مخاطب کر کے یوں کہتے ہیں کہ "دیکھو انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک اقنوم کی مانند ہو گیا" اور یہ خیال خود انہیں کے دائرہ تثلیثی میں بالکل باطل اور مہمل ہے۔ اس پر ایک اعتراض تو یہ وارد ہوتا کہ جب لفظ الوہیم جمع ہے اور تم اسکو تین آقائیم کے لئے موضوع سمجھتے ہو تو گویا تین آقائیم جنکو یہوواہ الوہیم کہتے ہیں۔ مگر بولے "دیکھو" یعنی الوہیم نے کسی غیر الوہیم کو خطاب کیا جو ان تینوں آقائیم کے سوا ہے۔ پس لفظ ہم میں علاوہ تینوں آقائیم کے اور شفاہر بھی شریک ہو گئے جنکو الوہیم خطاب کرتا ہے اور یہ تمہارے دعوے کے خلاف ہے دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ جب تینوں آقائیم خدا سمجھے جاتے ہیں۔ آپس میں ہر طرح برابر تو آدم کسی ایک اقنوم کی مانند کیوں ہوا اگر ہوا تو تینوں آقائیم کے مانند ہوا۔ اور کئیوں چاہئے تھا کہ "آدم ہم تینوں کے مانند ہوا"۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے آدم نیک و بد کی پہچان میں یہوواہ الوہیم یا کسی کسی اقنوم مطروحنہ کی مانند ہرگز نہیں ہوا۔ آدم مخلوق تھا۔ یہوواہ الوہیم اور آدم کسی آقائیم خالق۔ خالق کے علم اور مخلوق کے علم میں کوئی تحقیقی مناسبت و مشابہت نہیں ہو سکتی۔ پھر

یہ ہوا ہے
اکل بحث
بلکہ یہ کتنا
لال کرنے
یوں ارد
ذات آہی
تا نہیں
بے اون
ت کے
یہ ہے
دل چینی
وسوا سی
وین
- x x x -
یہ مختصر
احدی
رہ تفکر
نے
کو
لا

آدم نے نیک و بد کی پہچان بدی کا ستر بہ اوٹھا کر کئی پہچان خدائے نامک سے سکی تھیں کی ضد ہو۔
 (۲) اگر اس آیت میں کثرت فی الوحدت کا اشارہ تسلیم ہی کر لیا جائے تو وہ تشکیک کو فائدہ نہیں پہنچاتا مطلق کثرت
 دو اور چار وغیرہ کو بھی شامل ہے خاص تشکیک کی مثبت نہیں ہے (۳) الوہیم کس کو خطاب
 کرتے ہیں آیت کے الفاظ پر نگاہ رکھو یہ وہ الوہیم ہے کہ کہا کہ دیکھو انسان نیک و بد
 کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا۔

یہ وہ الوہیم نے کہا۔ خود کو خود تو مخاطب نہیں کرتا۔ یہ وہ الوہیم نے کسی
 دوسرے سے کہا جو یہ وہ وہ سے غیر تھا۔ جسے کہا اول سے یہ خطاب ہوا۔ دیکھی
 پس خطاب کرنے والا یہ وہ الوہیم ہے۔ مگر جن سے خطاب کیا جاتا ہے وہ یہ وہ وہ
 نہیں۔ بلکہ یہ وہ وہ کے سوائے اس وقت تک عند عتیق نے ہم کو الوہیت کی آقاہم کے
 نام نہیں بتائے نہ ان کے شمار گناہے نہ یہ وہ وہ کے مخاطب کوئی دوسرے یہ وہ وہ بگا
 ہلکو صرف ایک ہی یہ وہ الوہیم کی خبر ہے جو کسی کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ ”دیکھو“
 (۴) فرشتے خدا کے ہمدردیت ہم کو خدا کی کلام سے معلوم ہو چکا ہے
 کہ ”جب خدا نے زمین کے کونے کا پتھر بیٹھایا یا سارے بنی اللہ خوشی سے لگارتے تھے“
 ایوب ۲۵ یہ بنی اللہ فرشتے ہیں جو خدا کے ساتھ شامل ہیں اور یہ خدا کا رحم و رحمت ہے
 کہ وہ اپنے مخلوق کو اپنی صحبت و معیت میں قبول کر کے آپکو ان کے ساتھ ملا کر لفظ ہم
 بولنے میں تامل نہیں کرتا یہ بنائیت ہی اوچھا خیال ہے کہ اس طرح کی صحبت و معیت کو
 خدا کی کسر شان ہوتی ہے بلکہ یہ تو عین اس کے شان کے شایاں ہے۔ کہ اس کی
 شان جو کسی طرح گھٹ نہیں سکتی اس کی مخلوق کی شان کو بڑا دے۔

پس ان کتابی خیالات کے مطابق آیت کا مفہوم یہ ہوتا ہے ”یہ وہ وہ الوہیم
 نے (فرشتوں سے) کہا دیکھو (تم اسے فرشتوں) انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں
 سے ایک کی مانند ہو گیا۔“

پہ فرشتوں میں اختصار کیا گیا۔

لیکن تخلیقی خیال کے مطابق آیت اس طرح پڑھی جاوے گی۔

”یہ وہ الہیم ہے اپنے اقانیم ملتے سے جو ہر ایک یہو واہ الہیم خود تھا، کسا کہ دیکھو اسے اقانیم الوہیت (انسان نیک و بد کی پہچان ہم (آقانیم الوہیت ہمیں سے ایک ایک انوم) کی مانند ہو گیا“

پہلی تفسیر وہ ہے جسکو تمام توریت وان مسیح کے زمانہ تک مانتے آئے ہیں دوسری وہ ہے جو صرف تخلیقی بہائیوں کے دماغ میں سمائی ہوئی ہے۔ کونسی تفسیر درست ہے اب پڑھنے والا خود غور کرے۔

د ۵، توحیدی تفسیر پر پہلا اعتراض آتم صاحب ہماری تفسیر پر اعتراض فرماتے ہیں جس کو انہوں نے اپنے خط مورخہ ۲۰ نومبر ۱۸۹۲ء میں مجھ پر یوں ظاہر فرمایا ہے ”بعض یہود نے جو اسکی شرح یوں کی کہ ام ضمیر ہم میں ساتھ خدا کے فرشتے بھی فرشتے شامل ہیں تا درست مطلق ہے اول اسلئے کہ متن کلام کہیں آگے بچھے اون فرشتوں کو نہیں دکھلاتا جو حج اس ضمیر کا ٹرائے جائیں اور بدون نشان وہی اپنی مرجوع کی ام ضمیر ضبط پیدا کرتا اور کلام کو ہم ٹھہراتا ہے“

جو اب اسکا یہ ہے کہ متن کلام آگے بچھے ان فرشتوں کو دکھلاتا ہے۔ جو مرجوع اس ضمیر کا ٹرائے جاوین اول تو آیت ہی میں خطاب کرنے والا الگ ہے۔ اور جسے خطاب کیا جاتا ہے وہ الگ خطاب کرنے والا یہو واہ الہیم ہے۔ جسے خطاب کیا جاتا ہے وہ سوائے یہو واہ الہیم کے کوئی نہیں جن کو ہم فرشتے کہتے ہیں۔ مگر بہر حال وہ یہو واہ الہیم خود نہیں ہو سکتے۔ اور خطاب بھی بہت ہی تاکید ہے۔ دیکھو جس میں خطاب کرنے والے میں اور جسے خطاب کیا جاتا ہے اونکے درمیان غیرت کی صراحت ہوتی ہے جس کی وجہ سے نہ تو مطلب میں ضبط پیدا ہوتا ہے نہ کلام ہم ٹھہراتا ہے۔ بلکہ ضبط پیدا

۱۵ دیکھو نمبر اول (یعنی رسالہ الہیم کا نمبر)

کی مندرجہ

یہوواہ مطلق کثرت

خطاب

ان نیک و بد

ہم نے کسی

ہوا۔ دیکھی

وہ یہو واہ

آقانیم کے

یہو واہ بچے

دیکھو

ہو چکا ہے

تے تھے

بت ہے

لفظ ہم

یت ہو

وس کی

الہیم

ہم میں

کرنے والی تخلیقی تفسیر ٹرتی ہے۔ دویم فرشتوں کا خدا کی صحبت و معیت میں ہونا ایک کتابی حقیقت ہے چنانچہ پیدائش $\frac{28}{1312}$ میں یعقوب کے رویہ کے بیان میں ایک سیڑھی کا ذکر ہے۔ خدا کے فرشتے اوپر سے پڑھتے اترتے ہیں اور خدا و ندا اسکے اوپر کھڑا ہے۔ اور ایوب $\frac{1}{8}$ میں لکھا ہے کہ بنی اللد یعنی فرشتگان آئے کہ خداوند کے حضور حاضر ہوں پس خدا کے ساتھ فرشتوں کی معیت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس آیت کا مفہوم اس کے بہتر کوئی نہیں کہ خدا نے اسے خطاب کیا اور اذن کو اپنے صحبت میں قبول کر کے اپنے اور اُنکے لئے لفظ ہم کا استعمال کیا۔ اور پیدائش $\frac{11}{1}$ ویشیما $\frac{7}{7}$ جنکا ذکر آگے آوے گا اسی کی نظریں ہیں۔

(۶) توحیدی تفسیر پر دوسرا اعتراض۔ دوسرا اعتراض ہماری تفسیر پر اہم صاحب کا یہ ہے۔

”دویم وہ فرشتے مفروضہ علم بدی کا ازلی رکھتے ہیں یا کسی۔ اگر کو ازلی رکھتے ہیں تو مخلوق کیونکر ٹھہرے اگر کسی تو صحبت اقدس الہی کے لائق کیونکر ٹھہر سکے۔“

جو اب۔ دراصل یہ اعتراض تخلیقی تفسیر پر بڑے زور کے ساتھ عاید ہوتا ہے آتم صاحب نے غور نہیں فرمایا۔ جس سے ثابت ہے کہ آدم نیک و بد کی پہچان میں قائم الہی کی مانند ہرگز نہیں بلکہ کسی اور ہستی کی مانند تھا کیونکہ آدم کو نیک و بد کی پہچان کا علم ازلی نہ تھا خدا کو ایسا علم ازلی ہے پس مشابہت کی وجہ زائیل ہو جاتی ہے۔ پھر آدم کو یہ علم کسی بھی ہوا۔ خدا کو یہ علم ممکن نہیں وہ قدوس ہے یہاں بھی وجہ مشابہت زائیل ہوتی ہے۔ مگر فرشتوں کے علم کی نسبت ایسا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا فرشتوں کا علم ازلی تو نہیں مگر اسوجہ سے ضرور نہیں کہ پر کسی ہی ہو۔ کیونکہ فرشتوں کا علم دامتتاً نافرمان فرشتوں کے، کسی بھی نہیں مگر ایسا بھی علم ہو سکتا ہے جو نہ کسی ہوا اور نہ ازلی وہ علم حادث ہو بلا ذاتی تجربہ کے اور ایسا ہی علم فرشتوں کو نیکی و بدی کی پہچان کا ہے

اور ایسا ہی آدم کو بھی قبل لغزش کے حاصل تھا۔ اور وہ بہت علم محدود و محدود تھا۔ اور یہ بہت مخلوق کو مخلوق کے ساتھ حاصل ہے۔ نہ مخلوق کو خالق کے ساتھ آدم بھی

مخلوق تھا فرشتے بھی۔ x x x x x x x x x x x x

۱۔ سید احمد علی احمد کی تاویل پر آتم صاحب فرماتے ہیں۔ کہ

”سید احمد علی بہادر جو جملہ ممنوعہ کے معنی بجائے ہم میں سے کے اون میں سے کرتے ہیں اور جو مرجع ادن کا آدم لٹے طبقہ ما قبل آدم معروف کو بتاتے ہیں سو متس تو برکنہ“ وہ کہیں جینالوجی کسی اور سائنس یا تواریخ میں بھی نہیں دکھلا سکتے۔“ میں ازبیل سرسید کا وکیل تو نہیں مگر ادن کی اس رائے کو آپ کے احوال سے مقابلہ کر کے قابل توجہ ضرور جانتا ہوں۔ آپ نے بحث توحید و تثلیث میں فرمایا ہے کہ ”جملہ کا حد ممنوعہ کے معنی ان میں سے ایک بھی ہو سکتے ہیں“ اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ کلمہ ممنوعہ کے معنی ہم میں سے اور ادن میں سے ہر دو ہو سکتے ہیں۔“ پس اگر آیت کے معنی یہ ہو جائیں جیسا کہ شاید سرسید قبول کرتے ہیں۔ اور آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ”انسان نیک و بد کی پہچان میں ادن میں سے ایک کے مانند ہو گیا۔“ تو گو سید صاحب نے ادن کا مرجع ڈھونڈنے میں غلطی کی ہو۔ میں آپ کو ادن کا مرجع ایسا بتا دوں گا کہ آپ کو وقت کوئی بھی باقی نہ رہے گی ادن کا مرجع دراصل ”آدم“ طبقہ ما قبل آدم معروف ہے۔ انہیں کیونکہ ایسے آدم اسے کی خبر ہم کو نہیں مگر ہاں نافرمان فرشتوں کا ایک گروہ موجود تھا جو تجربہ بدی کا کر کے مثل آدم کے نیک و بد پہچاننے والا ہو گیا تھا اور مثل آدم کے اپنی حالت معصومیت سے گر کے عاصی ہو چکا تھا۔ شیطان شروع سے قائل اور سچائی پر ثابت نہ رہا۔ یوحنا ہم خدا نے فرشتوں کو جب ادنوں نے گناہ کیا نہ چھوڑا۔ ۲۔ بطور ۲ فرشتوں کو جو اپنی اگلی حالت میں رہے بلکہ اپنی خاص مقام کو چھوڑ دیا اتنی

سنوادی۔ ہودا ۱۱ ص ۶

۱۔ دیکھو ان کی تفسیر بیبل۔

بیک کتابی
سیٹھی
ٹرا ہے۔
ماضی ہوں
دوم اس سے
اپنے اور
سے گا
پورا آتم
رکتے
ہے
ان قانیم
کا علم
م کو
ال
کا
مشائے

حقیقت میں کوئی وقت ان میں سے کام ہوجے ڈھونڈنے میں نہیں ہے۔ وقت ہے تو یہ ہے آیا دراصل کا حد لغوی کا ترجمہ ان میں سے ایک ہو سکتا ہے اگر ہو سکتا ہے تو تمام عقدے حل ہو جاتے ہیں۔ اگر نہیں تو ہم میں سے ایک کو قبول کرنے میں تامل نہیں ہو سکتا۔ مگر اسکے ہر معنی سے جو قابل قبول ہو سکیں اس معنی سے بہتر و معقول تر معلوم ہوتے ہیں جسکو تبلیغی علماء قبول کرینگے تیار ہیں۔

(۸) خلاصہ دلیل تو حیدر دلیل ہماری یہ ہے کہ توریت میں کسی جگہ ذات احدیت کے اقا نیم بتلائے نہیں گئے۔ پس ہم کسی طرح اقا نیم کے وجود کو قبول نہیں کر سکتے۔ پیراس آیت میں مخاطب یہوواہ الوہیم ہے۔ کوئی ایک جزو الوہیت کا یا کوئی اقنوم الہی ہو کر مخاطب نہیں اور چونکہ پورا خدا مخاطب ہے وہ کسی دوسرے سے خطاب کر رہے اور کلمہ خطاب دیکھو ہے جسے خطاب کر رہا ہے وہ ہرگز خود اپنی ذات نہیں بلکہ کوئی ذات ہے جو اس کی ذات سے غیر ہے اور یہوواہ الوہیم نہیں۔ اسکے بعد وہ کلمہ ہم کا استعمال کرتا ہے جس میں خطاب کرنے والا اور جس سے خطاب کیا گیا دونوں شامل ہیں کلام خدا ہم کو بتلاتا ہے کہ فرشتگان خدا کی صحبت میں ہیں اور اکثر اس طرح خدا نے اون کو مخاطب کیا ہے۔ مثلاً آؤ ہمراہ تیریں پیدایش نئے میں کس کو بھیجوں اور ہمارے طرف سے کون جائے گا۔ یسعیاء ۶۱ میں ہم کلمہ ہم سے کثرت اقا نیم آہستہ نہیں نکال سکتے کلام خدا مانع ہے اگر کثرت ہے تو اشخاص کی کثرت ہے جس میں خدا اور فرشتگان داخل ہیں۔

پہرے آؤ اس رسالہ کے صفحہ ۳۰ میں تین اور آیات امضمون کی جنہیں خدا تعالیٰ کی نسبت ضمیر جمع متکلم ہمراہ اور ہمارے بولا گیا ہے اور ان کے عیسائیوں نے کثرت نے الوحدت نکالی ہے۔ نقل کر کے اونکا جواب دیا ہے۔

اول تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں (پیدایش پہلی)

نہیں ہے۔ وقت
 ہو سکتا ہے اگر
 ایک کو قبول کرنے
 سے بہتر و مقبول تر
 ریت میں کسی جگہ ڈالت
 بول نہیں کر سکتے
 نایا کوئی اقنوم
 سے خطاب کر رہے
 ات نہیں بلکہ
 اسکے بعد وہ کلمہ
 اب کیا گیا دونوں
 اس طرح خدانے
 کو بہجوں اور
 نا اقامت آئینہ
 سے جس میں خدا
 میں خدا تعالیٰ
 ہے اور انہی
 ہے۔

دوم۔ آؤ ہم اتریں اور اگلی بونی میں اختلاف ڈالیں دپیدائش (۱۱)
 سوا۔ میں کس کو بہجوں اور ہماری طرف سے کون جائے گا۔ (یشیا ۶)
 پھر اسکے جواب میں کہا ہے کہ زوئے زمین کی کل زبانوں میں قاعدہ ہے کہ
 واحد اپنی نسبت میں جمع بھی بول سکتا ہے۔ پھر اسکو صفحہ ۵۲ تک مختلف زبانوں اور
 مختلف آسمانی کتابوں کی شہادت سے ثابت و مدلل کر دیا۔ اور مسلمانوں کو انکے جوابات
 سے مستغنی کر دیا۔

انتخاب رسالہ الوہیت ختم ہوا۔ امید ناظرین اسکو مقام ششم متمک جیسا یوں کا
 کافی جواب سمجھنے کے کچھ کسر رہ گئی تو ہم اسکو نکال دینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔

واز خجلہ ساتواں مقام مجبورہ و الحجات عہد عتیق ہے۔ جن کو ڈپٹی آتم نے
 فرست ۲۵ مئی ۱۸۹۳ء میں اور پرچہ ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء کی آٹھ سطروں میں گن سنایا ہے۔
 اور اسکا کوئی مطلب نہیں بتایا۔ ہم نے ان مقامات کو عہد عتیق میں کچھ خود دیکھا تو وہاں
 الوہیت مسیح کے ذکر بلکہ اشارہ تک نہ پایا۔ لہذا ہم بھی ان حوالجات کی نسبت اجمالی رائے
 ظاہر کرتے ہیں کہ ان مقامات کو دعویٰ الوہیت مسیح کے ثبوت پیش کرنا ڈپٹی آتم کے
 نقصان فہم کا اثر و نتیجہ جو اسوقت انکے پیرانہ سالی کا عرض لازم غیر مفارق ہو رہا ہے۔ انکو
 عبدالہ آتم کے دعویٰ الوہیت مسیح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عبدالہ آتم ان حوالجات
 کی تفصیل کرتے تو ہم بھی انکے متعلق تفصیلی رائے ظاہر کرتے۔ جیسے کہ اور حوالجات عہد
 عتیق کی نسبت تفصیلی رائے ظاہر کر چکے ہیں۔ یہ پرچہ اول ڈپٹی آتم اور اسکے دوسرے
 پرچوں (پرچہ ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء) کے مندرجہ مقامات عہد عتیق پر اسلامی رائے
 کا اظہار ہے۔ اب اس پرچہ اور اسکے دیگر پرچوں متمکات مقامات عہد جدید کی نسبت
 اسلامی رائے ظاہر کرتے ہیں۔

اؤ لایا یسن لینا چاہیے کہ عہد جدید سے جس قدر الفاظ و عبارات متعلق الوہیت

دپیدائش

مسیح شلیشی عیسائی نکال کر پیش کرتے ہیں۔ ان سب کے جوابات توجیہ می عیسائی
 مسٹر اکرینج نمٹا رہا نہ انی اپنے رسالہ الوہیت مسیح و شلیش کے تہقیق میں ایسے دیدیے ہیں۔
 جسے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ انجیل اور اسکے متعلقات نہر بعد بد میں مسیح کی الوہیت کا نام
 و نشان نہیں ہے۔ عیسائیوں کا ان الفاظ و عبارات سے مسیح کی الوہیت نکالنا محض غلطی
 ہے جو بعض مواقع پر غلطی الفاظ اور بعض جگہ غلطی ترجمہ اور غلطی فہم پر مبنی ہے۔ مسٹر
 اکرینج نے مسلمانوں کو ان الفاظ و عبارات کے جواب سے متفق کر دیا ہے۔ اور
 آیت کفے اللہ المؤمنین القتال کا صدق ظاہر کیا تاہم ان الفاظ و عبارات کے متعلق پہلی راظر کی تہیز
 اور تہیز ہی کو مسٹر اکرینج کے جوابات کا خلاصہ جس نقل کرنا سب سمجھتے ہیں۔ تاکہ اگر تہلیشی عیسائی سلامی
 رائے کے مقابل میں کچھ کہنا چاہیں تو پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔ اور مسٹر اکرینج کے جوابات
 کا جواب دیکر مسلمانوں کے جواب میں کچھ کہیں۔ پادری جلی لیل ٹھا کہ داس
 مشنری گوہرا نوالہ نے مسٹر اکرینج کے جواب میں ایک مضمون بمسئدان عمار نواہیل
 اخبار نواہیل کے متفرق پرچوں میں چھپوایا ہے۔ جسکو مسٹر اکرینج اٹھار کے بطور
 مستقل رسالہ چھاپ دیا ہے۔ مگر وہ جواب کان لم یکن ہے اور سوال از آسمان
 و جواب از آسمان کا مصداق ہے۔ مسٹر اکرینج نے اسکا جواب رسالہ قائید التنقیہ
 میں ایسا دیدیا ہے۔ کہ پر اسکے جواب میں پادری ٹھا کہ داس سے بھر سکوت کچھ میں
 نہیں بڑا۔ اور آئندہ یہی امید نہیں کہ کسی تہلیشی عیسائی سے اس کا کوئی جواب بجز
 سکوت بن آوے۔

اس مہتید کے بعد واضح ہو۔ کہ منجملہ مقامات عہد جدید ایک مقام
 مکاشفات یوحنا باب ۱- آیت ۸ ہے جس میں بھی بیان ہے کہ وہ خداوند یوں فرماتا کہ
 میں الفا و امپگا۔ اول آخر جو ہے اور تھا اور آنے والا ہے۔ اور قادر مطلق ہوں
 جسکو ڈیٹی انہم نے پرچہ ۲۲- می میں بلا حوالہ۔ اور پرچہ ۲۲- می منجملہ حوالہ سے۔ اور

یہی عیاشی
 بیٹے ہیں۔
 وہیت کا نام
 ان محض غلطی
 ہے۔ مسٹر
 ہے۔ اور
 رائے کرتے ہیں
 سانی ہمانی
 کے جواباً
 اس
 فوائیل
 بطور
 آسمان
 تنقیح
 کچھ بن
 سب
 نام
 اتار
 "ن"
 اور

۲۵ مئی ۱۹۳۲ء کی فہرست میں تفصیلاً نقل کیا ہے۔ اہل اسلام اس کتاب مکاشفات یوحنا کو عیاشیوں کے مسئلہ اور معتبرہ کتب سے نہیں مانتے۔ کیونکہ وہ عیاشیوں کے اقوال و عبارات ذیل میں اس کتاب سے انکار شادہ کر رہے ہیں۔ ہاسرٹن صاحب مغربہ اناجیل اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ الوصین فرقہ نے جو دوسری صدی میں ہوا ہے جسے تصانیف یوحنا سے انکار کیا۔ اور پرشٹنٹ نے جو بہت بڑا عالم عیاشی ہوا ہے، کہا ہے کہ سب تصانیف یوحنا۔ اسکی تصنیف نہیں۔ بلکہ کسی دوسرے نے دوسری صدی کے شروع میں تصنیف کر کے اس کی طرف منسوب کئے۔ لارڈز کی چوتھی جلد کے صفحہ ۷۷ میں ہے کہ سرن۔ نے کتاب مشاہدات یوحنا کو نہیں مانا۔ یوسی بلیس اپنی تاریخ کے باب ۲۵ میں لکھا ہے کہ "ڈیونیشن" کی کہا ہے۔ کہ بعض نے ہم سے پہلے تمام کتاب مشاہدات کو علیحدہ کر دیا ہے۔ اور اسکے رو میں کوشش کی ہے اور کہا کہ یہ سب بے معنی اور بے عقلی اور بڑا بھاری حجاب جہالت کا ہے۔ اور نسبت اس کی یوحنا کی طرف چھوٹا ہے اور اسکا مصنف نہ کوئی جواری ہے۔ نہ کوئی پاک آدمی نہ کوئی شخص مسیحی بلکہ اسکو سرن ٹنس محمد نے کہا ہے۔ اور یوحنا کا نام لگا دیا اور دی ٹنس ٹوڈ ورس پرڈٹنٹ و اعطرم بزرگ لکھا ہے۔ کہ مشاہدات یوحنا اور نامہ یعقوب کو ہم نے قصداً چھوڑ دیا۔ اور راجرس نے جو علماء کبار فرقہ پرڈٹنٹ تھا بہت بڑے علماء پرڈٹنٹ کا نام لکھا ہے۔ جنہوں نے ذیل کی کتابوں کو چھوٹا سمجھ کر نکال دیا ہے۔ (۱) نامہ عرابوں کا۔ (۲) نامہ یعقوب۔ (۳) نامہ دوم و سوم یوحنا۔ (۴) نامہ پہوا۔ (۵) مشاہدات یوحنا۔ ڈاکٹر مینسن صاحب پرڈٹنٹ لکھا ہے کہ یوسی بلیس کے وقت تک یہ کتابیں واجب التسلیم نہیں ہوئی تھیں۔ اور سربائی کلیسیوں نے نامہ دوم پطرس اور نامہ دوم و سوم یوحنا اور نامہ پہوا اور مشاہدات کو واجب التسلیم نہیں مانا۔ اور من و ز صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۱

میں لگا ہے۔ کہ بہت سے محقق پر دستوں نے مشاہدات کے واجب التسلیم ہونے میں جھگڑا کیا ہے۔

ان اقوال کی نظر سے اہل اسلام اس کتاب کے کسی بات کے جواب دینے کو ضروری نہیں جانتے۔ دوسرا وہ ایسے جواب ورد میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسکا مضمون انجیل یوحنا اور مرقس اور دیگر خطا عند جدید کی آیات ذیل مخالف ہے۔ تب شروع نے جواب دیا اور کہا کہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ بیٹا آپ سے کچھ نہیں کر سکتا (انجیل یوحنا ۵-۱۹) کیونکہ جس طرح باپ آپ میں زندگی رکھتا ہے۔ اسی طرح اُسے بیٹے کو بھی دیا ہے۔ کہ اپنے میں زندگی رکھے۔ (یوحنا ۱۴) میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ جیسا میں سُنتا ہوں۔ حکم کرتا ہوں۔ اور میری عدالت راست ہے کیونکہ اپنی مرضی کو نہیں پر باپ کی مرضی کو جس نے مجھے بھیجا ہے۔ چاہتا ہوں (یوحنا ۱۴) جس طرح کہ زندہ باپ نے مجھے بھیجا۔ اور میں باپ سے زندہ ہوں۔ اسی طرح وہ بھی جو مجھے کتا ہے۔ مجھے زندہ ہے (یوحنا ۱۴) پر یسوع نے انہیں کہا۔ میں آپ سے کچھ نہیں کرتا۔ مگر جو باپ نے مجھے سکھایا ہے وہ باتیں کتا ہوں (یوحنا ۱۴) مگر اس دن اور گڑھی کی بابت سوا باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں۔ اور نہ بیٹا۔ کوئی نہیں جان سکتا۔ (مرقس ۱۳) مسیح اگرچہ وہ کمزوری سے صلیب پر مارا گیا۔ لیکن خدا کی قدرت سے وہ جیتا ہے۔ اور ہم بھی ہمیں شامل ہو کے کمزور ہیں پر اسکے ساتھ خدا کی قدرت سے جو تمہارے حق میں ہے جینگے (۲۱ فرشتے) کیونکہ وہ جو مرا تو گناہ کی نسبت ایک بار مرا۔ پھر جو جیتا ہے خدا کی نسبت جیتا ہے اسی طرح تم بھی گناہ کی نسبت مردہ ہو۔ پھر خدا کی نسبت ہمارے خداوند یسوع مسیح کے وسیلے زندہ سمجھو۔ (رومی ۶) ان آیات میں مسیح اور اسکے رسولوں کے اقوال سے صاف بیان ہے کہ مسیح نہ اپنے آپ زندہ ہوا۔ نہ اپنے آپ کچھ کر سکتا ہے۔ نہ اپنے آپ علم رکھتا ہے۔ پھر بتا بلکہ ان آیات کے جو مکاشفات

کی آیات مذکورہ میں مسیح کو ازلی اور قادر مطلق کیا گیا ہے۔ وہ دروغ بے فروغ اور بناوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

مسٹر اکبر مسیح کا جواب بھی اسی کے قریب قریب ہے انہوں نے مکاشفات کو الہامی فرض کر کے بعض آیات والفاظ کو غلط اور بعض الفاظ کے معنی کو غلط قرار دیکر اسکے ایسے تاویلی معنی بیان کئے ہیں جن سے مسیح کی الوہیت کی نفی ہوتی ہے۔ وہ صفحہ ۹۰ رسالہ تنقیح میں کہتے ہیں۔

۴) مکاشفات کی کتاب سے بھی ایک آیت ثبوت الوہیت مسیح میں پیش کی جاتی ہے۔ گو کہ اس کتاب کو رسوولی تصنیف کہتے ہیں۔ ہم کو تامل ہے۔ مگر اگر بھی اپنے بھائیوں کی خاطر بحث کرتے ہیں۔ اسکا مصنف بھی ہمارے نزدیک توحیدی تھا۔

۱) خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ میں الفا اور امیگا اول ادا آخر جو ہے اور تھا اور اینوا لہے قادر مطلق ہوں (۱/۱)

۲) مسیح نے کہا میں الفا اور امیگا اول و آخر ہوں (۱/۱۱)

۳) مسیح نے کہا۔ میں اول اور آخر اور زندہ ہوں۔ اور میں مولا اور دیکھ میں ابد تک زندہ ہوں (۱/۱۸۱)

۴) مسیح کا کلام وہ جو اول اور آخر ہے۔ اور مولا تھا اور جیسا ہے یہ باتیں کتاب ہے۔ (۱/۱۶)

۵) کسی نے کہا میں الفا اور امیگا ابتداء اور انتہا اول و آخر ہوں (۱/۲۲)

ہم اس کتاب کے صفحہ ۴۳ میں لکھ چکے ہیں کہ محض ایک سے الفاظ استعمال کرنے کی وجہ سے دو مختلف اشخاص ہم مرتبہ نہیں ہو جاتے اور جو الفاظ خدا کے لئے

۱۵ ریو اینڈ ڈرشن کے مطابق۔ ۴۳ صفحہ ۴۳ کے اصل عبارت لصفحہ ۳۳ (۳) منقول ہو گی

۱۵ ریو اینڈ ڈرشن کے مطابق۔ ۴۳ صفحہ ۴۳ کے اصل عبارت لصفحہ ۳۳ (۳) منقول ہو گی

تے میں

کے کو ضروری

پوست

یا دیا

۱۹-

پہنے میں

کلم کرتا

بنے

زیریں

تے پر

باتیں

ہر

بب

ور

نرشی

ہے

وع

۱

۱

ت

غیر محدود ہیں انسان کے لئے بالکل محدود اور اود نے معنی ادا کرتے ہیں۔

ازلیت وابدیت خدا کی صفات مسلمہ میں ایسے الفاظ اور میگا اول و آخر سے خدا کی ازلیت وابدیت بغیر کسی تشریح زائید کے ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح باد جو ویکہ جملہ سب کچھ جانتا ہے فی نفسہ علم غیر محدود ویاہمدانی ثابت نہیں ہوتی۔ تاہم چونکہ کلام مقدس میں خدا سے صفات ہمہ دانی بہت واضح طور پر منسوب ہوتی ہیں۔ ایسے جہاں کہیں لکھا ہے خدا سب کچھ جانتا ہے۔ (ایوحنا ۱۶) بلاتامل اس سے مراد ہمہ دانی لیتے ہیں بر خلاف ایسے چونکہ کلام مقدس انسان کو نہایت وضاحت سے کم عقل و ناقص العلم بتلاتا ہے۔ لہذا جب ایسے لئے بعینہ وہی الفاظ تم سب کچھ جانتے ہو (۱۔ یوحنا ۱۶) شامل ہوتے ہیں تو اس کا مفہوم ہمیشہ محدود وادنی جانتے ہیں۔

(۱) اس آیت میں جہاں خدا تکلم ہے یوں مرقوم ہے۔ میں القا و امیگا اول و آخر جو ہے اور جو تھا اور جو انیو اکلھے قادر مطلق ہون یعنی جملہ اول مجرد نہیں بلکہ جملہ ثانی کے ساتھ ملکہ صفات ازلیت وابدیت کا اظہار کرتا ہے مسیح کو اگرچہ ایک معنی میں القا و امیگا اول و آخر کہا ہے مگر اوس کو جو ہے اور جو تھا اور جو آئے والا ہے قادر مطلق کبھی نہیں کہا اور صرف یہی اخیر جملہ الوہیت کو مجرداً فی انفسہ ثابت کرتا ہے اور یہی جملہ ایسے حق میں نڈل (دہی) ہے۔

(۲) یہ آیت غلط اور متن سے خارج ہے۔ مریو انیرڈ و مرشن نے اسکو متروک کر دیا ہے۔

(۳) و (۴) ان آیات میں جو لقب مسیح کو دیا گیا ہے وہ خدا کے حقیقی بالکل کفر ہے وہ اول و آخر ہے۔ اور موصو اتھا اور جیسا ہے خدا کی نسبت کہنا کہ وہ موصو اتھا اور جیسا ہے کفر ہے اور مسیح کے حق میں الفاظ القا و امیگا اول و آخر دوسرے الفاظ جو موصو اتھا اور جیسا ہے سے مل کر ضرور محدود و دہو جاتے ہیں کیونکہ

مسح کی ذات انجیل میں حادث بیان کی گئی ہے اُسے خود اپنے واجب الوجود ہونے کی نفی کی دیکھو باب دوم فصل اول دفعہ ۱۔ اُسے آپ کو پاپ سے کتر اور مس کو اپنا ندا بتلا یہ ہے۔ پس عقل نقل و نون ہماری موبدیں۔

(۵)۔ یہ آیت مشتبہ ہے کیونکہ ہمیں انتظام ہے کہ اسکا تکلم کون ہے آیا مسح یا وہ فرشتہ جو کتاب ہے میں تیرا اور نبیوں کا جو تیرے بھائی ہیں ہم خدمت ہوں (آیت) دو نورائیں درست ہو سکتی ہیں۔ اگر وہ فرشتہ جو اپنی عبودیت کا اقرار کرتا ہے تکلم ہے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ کلام کسی طرح الوہیت کی حد تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ ایک محدود و مجازی معنی رکھتا ہے۔ اور اگر مسح تکلم ہے تو بھی وہی نہیں درست و قرین عقل و نقل ہیں کیونکہ مصنف (مکاشفات کیم) مسح کو خدا بنا تا تھا۔ اور اگرچہ اُسے اُسکے نہایت ہی اعلیٰ رتبہ کا اظہار کیا ہے جس تک کائنات میں دوہری آہتی نہیں پہنچ سکتی تو بھی اسکو خدا سے کتر مانا ہے وہ مخلد میں (ذکر کسی اقنوم میں) اور مسح میں ہمیشہ امتیاز کرتا ہے۔

پھر اسکی تائید میں مکاشفات کے سات اقوال نقل کئے ہیں۔ جن میں خدا کو خدا قادر مطلق وغیرہ اور مسح کو خدا کی طرف سے مختار اور اسکا برہ اور اوس کی ہیکل کاستون و شہرہ کہا گیا ہے۔

پھر صفحہ ۱۲ میں کہا ہے کہ یہیں معلوم ہو گیا کہ اس کتاب (مکاشفات) کے بموجب بھی مسح خدا نہیں ہے اور ہم کو چاہیے کہ تمام انجیل کے موافق اس کلام کی کہ "میں الفنا و امیرکا اول و آخر ہوں" تفسیر کریں۔ اسقدر ثبوت ثابت ہو گیا کہ مسح کے حق میں اس کلام کے کوئی مجدد و معنی نہیں۔ وہ معنی کیا ہیں۔ اگر ممکن ہو۔ تو ہم دریافت کریں گے پھر ان معنی کو بیان کیا اور کہا کہ بیہدات باب ۳ آیت ۱۲۔ اس کتاب کے اور باب ۱۵ فلسفی کی اس سے مراد ہے کہ وہ سب مخلوقات سے پہلے مخلوق ہیں۔

یا وہ آخیر سے خدا
جو دیکھو جسد
م چونکہ کلام مقدر
جہاں کھیں
ہر دانی لیتے
ن ناقص العلم
یوحنا ۱۶

و امیرکا اول
یعنی جلا
نا ہے مسح
جو تھا اور
ت کو مجرد
سن نے

س بالکل
ساکہ وہ
آخر دوسرے
ہیں کیونکہ

مجھے بعض اہل اسلام اعتقاد رکھتے ہیں کہ سب سے پہلے خدا نے آنحضرتؐ کا نور پیدا کیا اور کل عالم اسی سے پیدا ہوا۔ دیکھو رسالہ مشہور نامہ اور مدارج النبوت شیخ عبدالحق دہلویؒ اور شہادت ۳۶/۱۱۹۹ اقروالہ انسبی و ۱۲/۳ عجمیج کلیا کا اول آخر ہے۔ پھر اس تاویل ثانی کی تائید میں تبلیغی علماء کی اقوال کو پیش کیا۔ اور کہا ہے تبلیغی علماء اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں۔ امریس (تفسیر یوحنا باب ۸- آیت ۲۵) لکھتا ہے یہ ظاہر ہے کہ کسا شفات میں مسیح کو پہلا اور کچھلا کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ آغاز اور انجام اور کلیا کا ہے جس کی نیوا دس کی پہلی آند پر پڑی اور جس کا انجام بخیر اوس کی دوسری آند پر ہو گا۔ ڈاکٹر جان اودنی (تفسیر خط عبرانیان ۸-۱۳) فرماتے ہیں مسیح ہمارے ایمان کا الفا و ایسا پہلا اور کچھلا آغاز کرنے والا اور انجام کرنے والا ہے انجیل کے معنی انجیل سے پوچھو۔ مگر مسیح کے اس خطاب کو خدا کے اس خطاب سے میں الفا و ایسا پہلا اول و آخر ہے اور جو تھا۔ اور جو آسنے والا قادر مطلق ہوں خلط ملط کر دینا۔ ایمان نو خلط ملط کر دینا ہے۔“

وازا کچھلہ و دوسرا مقام یوحنا ۸-۱۰ - ہے جس کا مضمون ہے کہ خدا کو کسی نسبت انجیمی نہ دیکھا۔ لکھو تائینا جو باب کی گور میں اس نے بتلایا جسکو ڈپٹی عبد اللہ انعم نے پرچہ ۲۲ء میں نقل کیا ہے۔ اور انگوٹہ کی تفسیر میں اپنی طرف سے لفظ خدا بنا دیا۔

اس آیت کو ابوستیج سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ بات خدا کی مخلوقات سے ایک ایک ذرہ اور درشتوں کے ایک ایک ستے کی نسبت کہی جا سکتی ہے کہ خدا کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اسکی مخلوقات سے ذرہ ذرہ اور تیرہ تیرہ نے خدا کی وجود اور ہستی کو ظاہر کیا۔ ایک اعرائی کتاب ہے۔ البصرۃ تبدل علی البعد و انشا القدم علی المسیر فالسما و ذات الابراج و الارض ذات انفجاج لا یکن

عبدالصمانغ الخبیر ترجمہ یعنی میگنی سے اونٹ پہچانا جاتا ہے۔ اور پاؤں کے نشان سے چلنے کا پتہ لگ جاتا ہے پس کیا آسمان بر جوں والا۔ اور زمین فراخ رستوں والی اپنے کارگیر کو جو خدا تعالیٰ کا پتہ نہیں دیتی۔

ایک اور شاعر کہتا ہے۔ برگ درختان سبز در نظر ہو شیار ہر ورق و قطر معرفت کر دگار۔ پس یوحنا نے اسی جہنہ کہ حضرت مسیح کو خدا کی ہستی بتانے والا قرار دیا ہے۔ تو ہمیں کوئی بحث و کلام نہیں ہے۔ اور اگر اس سے کلام یوحنا کا مقصود یہ ہے کہ خدا کی ہستی اور وجود کو مسیح کے پہلے کوئی نہ جانتا تھا۔ مسیح پیدا ہوا تب اس نے خدا کی ہستی کو ظاہر کیا۔ تو اس معنی کو یہ کلام ناپسند نہیں ہے۔ کیا حضرت مسیح کی پیدائش سے پہلے جب قدر انبیاء گذرے ہیں کسی نے خدا کی ہستی کو ظاہر نہیں کیا۔ اور حضرت مسیح کے پہلے سب انبیاء اور مومن خدا سے بے خبر رہے۔ کبریت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کن باظ اور اگر اس سے یوحنا کا یہ مقصود ہے کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کے جسم اور صورت میں ظہور یا حلول کیا۔ اور اوتار لیا۔ تب خدا لوگوں کو نظر آیا۔ تو اس معنی کو یہ کلام کفر ہے۔ اور مہذا خلاف واقع اور کذب نبی ہے۔ خدا تعالیٰ کا اجسام مخلوقات میں ظہور یا حلول کرنا اس کی الوہیت اور تقدیر کے برخلاف ہے۔ اور یہ ان لوگوں کا کفر عقیدہ ہے۔ جو رام چندر وغیرہ راجاؤں کو خدا کا اوتار کہتے ہیں۔ اسکے کذب ہونے پر یہ کلام خود دلیل ہے۔ کیونکہ اس میں اولاً کہا گیا ہے کہ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ پھر اگر مسیح کی جسم و صورت کو خدا کا جسم و صورت قرار دیا ہے۔ تو گویا اس کو سب کا دیکھا ہوا قرار دیا۔ پھر اسکی نسبت شریع میں یہ کہنا کہ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ کذب نہیں تو پھر اور کیا ہے۔

پھر اس کلام میں یہ کلمہ بھی خلاف واقعہ ہے۔ کہ مسیح خدا کا اکلوتا بیٹا نہیں بلکہ خدا کے بیٹے اور بیٹیاں اور بہت ہیں۔ پھر مسیح کو اکلوتا بیٹا کہنا خلاف واقع نہیں تو

کا نور پیدا کیا

عبدالحق

خر ہے۔

ہے تثلیثی

۲۵۰ لکھتا

اور انجام

دوسری

مارے

تیل کے

الفاویگا

بیجان نو

کہ خدا

الندیم

سے

سے

سے

سے

سے

سے

سے

سے

سے

تو اور کیا ہے x x x بالکل اس آیت کے جو معنی صحیح ہو سکتے ہیں۔ اور اس معنی کے
یہ آیت لائق تسلیم ہے۔ اس معنی کو الوہیت مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ اور جو معنی
عیسائی سمجھتے ہیں اس معنی کے یہ آیت خلاف واقعہ نظر تھی ہے۔ اور الہامی ماننے کے
لائق نہیں رہتی۔ مگر کبھی مسیح نے اس آیت کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ اسکو
الوہیت مسیح کی نفی کی دلیل بنا کر اس سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ رسالہ تنقیح کے صفحہ
۱۲۷ میں کیا ہے۔ اس ویبا جے کے آخر آیت ۱۸ میں گمان الوہیت مسیح کی قطعی طور پر
نفی ہو جاتی ہے تا آخر قول جو مقام سوم کے جواب کی تائید میں منقول ہوگا۔

ازرا بجلہ تفسیر امفام یوحنا باب ۱۔ آیت ۲ ہے جس میں بیان ہے
ابتداء میں کلام میں تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ اور یہی بتدوین خدا کے ساتھ
تھا۔ سب چیزیں اس سے ہوئیں۔ کوئی چیز موجود نہ تھی۔ جو بغیر اس کے ہوئی ہو۔ جسکو ڈیٹی آتم
نے پرچہ ۲۵ مئی ۱۹۲۲ء کی فہرست میں نقل کیا ہے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ
مسیح ازلی ہے۔ اہل اسلام اس کلام کو الہامی فرض کریں۔ تو اس کے معنی وہ بھی بیان
کر سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اول سے اپنی صفات کلام وغیرہ کے ساتھ موجود ہے۔ اسے
عالم کو بنا نا چاہا۔ تو اپنے حکم و کلام (کلمہ کن) سے بغیر کسی مادہ یا اسباب خارجی کے
عالم پیدا کیا۔ اور اسکے کلمہ کن نے عالم اجسام میں ظہور کیا۔ یعنی اسکا ان میں اثر ظاہر ہوا
یوحنا کے اس قول میں جو کلام کو خدا کہا گیا ہے تو اس سے اس کا یہ مقصود نہیں کہ کلام
خدا تعالیٰ سے جداگانہ کوئی ذات خاص یا اقنوم ہو کہ خدا کہلاتا تھا۔ بلکہ اسمیں اس نے
خدا کی ذاتی صفت کلام کو جسکا وجود خدا سے علیحدہ نہیں بطور وبالغہ خدا کہا ہے جیسے
عادل زید کو اسکی کمال عدالت کے سبب (زید عادل) یعنی زید سرا پا عدالت
ہے کہ دیتے ہیں۔ اور ایسا ہی یوحنا نے اپنے پہلے خط کے باب اول آیت ۵ میں
خدا کو نور کہا ہے۔ اور باب ۳ کے آیت ۸ و ۹ میں خدا کو محبت کہا ہے۔ باوجودیکہ

ان ہی آیات میں محبت کو بندوں کی صفت قرار دیا ہے۔
 مسٹر اکبر مسیح نے یوحنا کے اس قول کو اور اسکے ساتھ اسکے اوں
 اقوال کو جو اس کتاب کے ۱۴ آیت میں۔ اُسنے لکھے ہیں۔ کہ کلام مجسم ہوا۔ اور وہ
 فضل اور رستی سے بہرہ ور ہو کے ہمارے درمیان رہا۔ اور ہم نے اسکا جلال دیکھا
 جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال ہے۔ ۱۲ سالہ تنقح میں نقل کر کے اسکے جواب میں
 بضمین دفعہ اول کہا ہے۔ تمام گذشتہ بحث سے تو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ انجیل
 میں کوئی بھی ایسی آیت یا فقرہ نہیں جس سے کسی طرح بھی گمان الوہیت (یعنی
 مسیح) کی تائید ہو سکے۔ ہر جگہ نفی الوہیت ثابت ہے۔ پس ضرور ہے کہ یہ آیت بھی
 کل انجیل کے منشاء کے مطابق ہو۔ نہ کہ مخالف اور محکوم جائیے کہ اس آیت کی تفسیر
 کرتے وقت اپنی نظر تمام انجیل پر رکھیں۔

(۲) یہ دیکھنا چاہیے کہ مقدس یوحنا نے خود اپنی انجیل نویسی کے بارے میں
 کیا دعویٰ کرتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے انجیل کس منشاء کے لئے لکھی ہے
 اور کیا مقصود کیا تھا۔ اس انجیل کے اخیر میں ۱۴ وہ فرماتے ہیں یہ لکھی گئی تاکہ
 ایمان لاؤ۔ کہ یسوع وہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ اور تاکہ تم ایمان لاکے اسکے نام سے زندگی
 پاؤ۔ یوحنا انجام میں یہ تو نہیں فرماتے کہ واقعات انجیل لکھی گئی کہ تم ایمان لاؤ
 کہ یسوع مسیح خدا ہے۔ یا وہ تثلیث کا اقنوم ثانی الوہیت میں خدا کے برابر ہے۔ بلکہ
 یہ کہ وہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ پر وہ یوں کہتے کہ تم اسکی الوہیت پر ایمان لاکے زندگی
 پاؤ۔ بلکہ زندگی کا باعث اسکی اہمیت و مسیحیت پر ایمان لانا ٹھرایا۔ کیا یہ ہجرت کا
 مقام نہیں کہ اگر مقدس یوحنا اپنی کتاب کے آغاز ہی میں یسوع کو خدا کہتے تو کتاب
 کے انجام میں ایک ضعیف نتیجہ نکال لیتے۔ کہ وہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ پس ہم کو لازم
 ہوا۔ کہ ہم دیباچہ کی کوئی ایسی تفسیر کریں۔ جو کل منشاء انجیل اور مقدس رسول کی

معنی کر

جو معنی

نے کے

یا۔ بلکہ اسکو

ج کے صفحہ

جی طور پر

بیان ہے

یا اگر ساتھ

دو ہی آیت

ہے کہ

یہ بیان

ہے۔ اُسے

جی کے

رظا ہر ہوا

س کلام

س نے

سے جیسے

عدالت

ہے۔ میں

یا وجود

ابراہیمی اور انجام کتاب کے موافق ہو۔ نہ کہ اسکے صریح مخالف۔ بزرگ ٹرٹولین فرماتے ہیں کہ مقدس یوحنا کی شرح ایسی کرنی چاہئے جو موافق اس سب کے نہ مخالف اور سب کے ہو جو اُسے دوسری جگہوں میں لکھا ہے۔ یا جو میں مخالف معنی الفاظ کے ہو۔ کیا اس انجیل پہلے میں یہ نہیں لکھا۔ کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ کیا ممکن ہے کہ ہمارے مخاطب اپنے عقیدہ کے موافق اس آیت کی تفسیر کہے کر سکیں۔ یہ آیت قطعی ہے۔ اسکا مفہوم ظاہر سے زیادہ ظاہر ہے۔ جب تک اس انجیل کے دل میں یہ آیت باقی ہے۔ انجیل کے دیباچہ سے الوہیت مسیح ثابت نہ ہوگی۔

(۳) اگر مقدس سول کو منظور ہوتا کہ۔ وہ یسوع کو خدا کہیں تو وہ یوں صاف کیوں نہ کہہ دیتے۔ کیا ضرور تھا کہ وہ ایسے صاف مسئلہ کو جس کے اظہار پر اتنا ناسیدس درہوں اپنی انجیل میں بیان نہ کر کے کسی اور جہی ہنوی عبارت میں چھپاتے۔ اور ہر جگہ اس کو ابن آدم و بیٹا و خدا کا بیٹا اور مسیح کہے اسکے منہ کے یہ واضح الفاظ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے مرقوم کرتے اور انجام میں اپنی کتاب کا حاصل و لب لباب یہ بتلاتے کہ یہ سب کچھ لکھا گیا کہ۔ تم ایمان لاؤ۔ کہ یسوع وہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔

(۴) ہم نہیں سمجھتے کہ اس آیت سے کیونکر الوہیت مسیح اخذ کی جاسکتی۔ اس میں یہ تو نہیں لکھا کہ ابتدا میں مسیح تھا۔ اور مسیح خدا کے ساتھ تھا۔ بلکہ یہ لکھا ہے ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ اور کلام مجسم ہوا۔ اور فضل اور راستی سے بہرہ ور ہو کر ہمارے درمیان رہا۔ اور ہم نے اُسکا جلال دیکھا۔ جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال۔ پس مسیح خدا نہ تھا۔ خدا اس کلام کو کہا مسیح جبکا ظہور ہے۔ کلام نے جسم مسیح میں ظہور پکڑا۔ پھر دیکھنا چاہیے کہ اخیر فقرہ میں یہ کہا ہے۔ وہ ہمارے درمیان رہا۔ اور ہم نے اُسکا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا۔ یہ نہیں کہا جیسا خدا کا۔ اور یہی اقرار اس انجیل کے اختتام میں ہی آیا جو کل انجیل کا لب لباب ہے۔

(۲۱) پس نفی الوہیت مسیح اس نخیل کے آغاز و انجام کا مال ہوا۔
 (۵) اس دیباچہ کے آخر آیت میں گمان الوہیت مسیح کی قطعی طور پر نفی ہو جاتی ہے۔ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے۔ اوس نے بتا دیا۔ اب اگر دراصل مسیح خدا تھا تو مسیح کے دیکھنے والوں نے بالضرور خدا کو پوری طرح دیکھا۔ اور یہ غلط ہے۔ کہ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ مگر مسیح خدا نہ تھا۔ اسلئے خدا کو کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ سچ ہے۔

(۶) ایک اور بات بھی ہمارے بسائیوں کے غور کے قابل ہے۔ لکھا ہے ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ اگر بفرض محال تشلیشی معنی اس آیت کے درست ہوں یعنی مسیح کلام و خدا ہے اور الوہیت کا دوسرا اقنوم تو بھی کلیسیا کے عقیدہ تشلیٹ کی پوری تردید اس جملہ سے ہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ ہو جاتی ہے۔ اس سے ہر تیسرے اقنوم کی نفی ہوتی ہے اور خدا میں تشلیٹ نہیں بلکہ تشنیہ ماننا چاہیئے۔ کیونکہ لکھا ہے۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ اگر الوہیت میں کوئی تیسرا اقنوم ہے۔ تو پھر یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ نہ تھا بلکہ اور یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھی۔ پس اس آیت کے تشلیشی معنی سے انکار کرنے کے لئے ہمارے پاس کافی سے زیادہ وجوہ ہیں ہم نے ثابت کیا کہ وہ عقیدہ حضرت نخیل کے مشارکے خلاف ہے۔ بلکہ مقدس رسول کے ارادہ و بدعا اور لنگے ہر قول کے خلاف ہے چاہیئے کہ ہم جلد اس عقیدہ سے دست بردار ہوں۔

پھر دفعہ ۲۰ و ۲۱ میں اس آیت کے صحیح معنی بیان کئے ہیں۔ جب کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول یوحنا نے اس مقام میں لفظ لوگس جب کا ترجمہ کلام کہا گیا ہے استعمال کیا ہے۔ اور اس لفظ لوگس کا ترجمہ کلام بھی ہوا ہے عقل۔ علم۔ حکمت۔ و قدرت ہی ہوا ہے۔ بعض نے اس کا ترجمہ ظہور کیا ہے۔

میں فرماتے
 اوس سب کے
 ہو۔ کیا اس
 مارے مخاطب
 کا مفہوم
 ہے۔ اس نخیل

سات کیوں
 تھا درہوں
 جگہ اوس کو
 ہر باپ مجھے
 تے کہ یہ

ن۔ اسمیں
 ابتدا میں
 فضل اور
 باپ کے

کلام
 مارے
 نہیں کیا
 باپ کے

پھر یہ کہنا دشوار ہے کہ آیا اس آیت میں لوگس کسی شخص بہتی کو کہا ہے۔ یا محض بطور استعارہ یہ نام کسی صفت الہی کو دیا ہے۔ علما تئلیٹی کو بھی اس سے انکار نہیں ہے کہ۔ مجرد کلام سے غیر شخصی صفت الہی مراد ہو سکتی ہے۔ علاوہ بریں اخیر جملہ کے درست ترجمہ میں اختلاف ہے۔ اس جملہ کے دو ترجمہ ہو سکتے ہیں۔ (۱) یہی مرد جو ترجمہ کلام خدا تھا۔ (۲) خدا کلام تھا۔ چنانچہ لو تھسرا اور وکلف نے یہی ترجمہ کیا اور ڈاکٹر کمیل کہتے ہیں کہ۔ پرانی انگریزی ترجمہ میں جو ہنری شتم کے زمانہ میں رائج تھا۔ یہی ترجمہ تھا۔ ڈاکٹر ایڈم کلا رکت دو نو ترجمہ قبول کرتے ہیں۔ خدا کلام تھا اسکے ہم معنی آئیون کیل میں ہیں۔ مثلاً خدا نور ہے۔ خدا محبت ہے۔ (۱ یوحنا ۱/۱۱) اور پھر ہم نے خاص کر یہ ثابت کیا ہے کہ۔ کلیسیا کا عقیدہ اس آیت سے مطلق تائید حاصل نہیں کر سکتا۔ اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ جو بعض علما جو علما تئلیٹی کے دریا ستند اور نماز سمجھے جاتے ہیں۔ اس آیت کو الوہیت مسیح کے ثبوت میں بالکل غیر کافی سمجھتے ہیں۔ انکی رائے ہے کہ لوگس کلام کو مجازی طور سے خدا (ΘΣ) کہ یہ لوگ یونانی عبارت پر زور دیتے ہیں۔ ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا (ΘΣ) (۳۵۷ΘΣ) مع حرف تعریف کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا (ΘΣ) مع حرف تعریف تھا۔ یہی ابتدا میں خدا (ΘΣ) (۳۵۷ΘΣ) مع حرف تعریف کے ساتھ تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ترجموں میں اصل یونانی کی رعایت نہیں ہو سکتی۔ انکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ۔ جو لفظ خدا کے لئے آیا وہی کلام کے لئے آیا۔ حالانکہ دونوں جگہ ایک ہی لفظ نہیں کلام کو صرف (ΘΣ) کہا ہے (یعنی غیر حرف تعریف) اور خدا کو (ΘΣ) بحرف تعریف پہلا لفظ غیر حرف تعریف عام اور اسکے معنی ایک خدا کے نہیں ہیں۔ اس لفظ کا استعمال سوائے خدا کے دوسرے کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر فریڈرک شلیڈسٹر لغت عمد

سے۔ یا محض
انکار نہیں
آخر جملہ کے
یہی مروجہ
یہ ترجمہ کیا ہے
یہ میں رائج
خدا کلام تھا
۱/۴ سے مطلق
شی کے درجہ
بالکل غیر کافی
کا
م خدا
۱۴۵۵
ریت
کی رعایت
ی کلام کے
کا
لفظ بیخبر
ائے خدا
تت بعد

جدید میں تطبیق فرماتے ہیں۔ مجازاً لوگس (۱۴۵۵) خدا کے معنی ہیں۔ وہ جو با اختیار
و حکم خدا عمل کرتا ہے۔ وہ جو زمین پر خدا کا نائب ہے۔ اس طرح حاکموں اور قاضیوں
کو خدا کہا ہے۔ دیو حنا ۱۰-۲۴ و ۲۵-۲۶ اور زبور ۲۲-۲۸ و زبور ۹۴
۵۔ اور نیز فرشتوں اور بادشاہوں کو۔ ۱-۸ قر۔ ۵ و خرچ ۴-۱۱ برخلات اس کے
(۱۴۵۵) یعنی لوگس معنہ حرت تو بیت کے خاص ہے۔ اور سولے
بایک کے کبھی کسی دوسرے کے لئے مستقل نہیں ہوتا۔ (دیکھو صفحہ ۴۰ رسالہ تنفیج)
پہلی اور دوسری آیت میں دو نوجگہ بھی امر نگاہ رکھ کر لیا ہے۔ کلام جس کے ساتھ تھا اٹھو
دو نوجگہ (۱۴۵۵) حیرت تعریف سے کہا۔ مگر ان دونوں مقاموں
کے عین درمیان ہے۔ کلام کو حرت (۱۴۵۵) لوگس کہا بلا حرت تعریف محض
بلا وجہ اور بلا ارادہ ایسا بہاری اتیاز الفاظ مقدس رسول نہیں فرماتے۔
صفحہ ۱۳۱ و صفحہ ۱۳۲ میں اسکی تائید مستند علماء تشلیشی کے اقوال کو نقل کر کے
صفحہ ۱۳۲ میں کہا ہے۔ (۲) ہم کلام کوئی شخصی ہے یا نامنا ضروری نہیں سمجھتے مقاس یوحنا
نے صفات الہی مثل حکمت و قدرت کا جبکہ ظورفتت کائنات میں ہوا۔ بطور استعارہ
ذات سے علیحدہ تصور کر کے اس کو لوگس کہا۔ اس دیباچہ میں بہت سے اصطلاحات
مثل کلام۔ نور۔ تاریکی۔ فضل۔ اکلوتا۔ راستہ۔ زندگی۔ وہر پوری وغیرہ آئے
ہیں۔ یہ سب اصطلاحی الفاظ اس وقت کے افلاطونی فلسفہ کی طرف اشارہ کر کے۔ الکی
تردید کے لئے لکھے گئے ہیں۔ اگر انجیل میں مسیح کی ہوسیت کی تعلیم واضح طور پر ہوتی تو
اس دیباچہ کی تشلیشی شرح کرنے کے لئے کوئی آرمی۔ مگر جب تمام انجیل الوایت مسیح
کے خیال سے خالی ہے۔ اور اس میں عبودیت مسیح اور وحدت الہی کی تعلیم اس
کثرت سے ہے تو لازم ہو کہ اس کلام کی تفسیر بھی مطابق کل نتیجہ انجیل کے کی جائے۔
مقدس یوحنا نے کبھی مسیح کو خدا نہیں کہا۔ اگر وہ مسیح کو خدا مانتے تو اس کے

انہار کے لئے لٹکے پاس الفاظ کی کمی نہ تھی۔ پھر کہا ہے۔ لوگس کے معنی کلام و حکمت و قدرت سب مولوں ہو سکتے ہیں۔ یہ کوئی نیا خیال نہیں۔ پرانے عہد نامہ میں بھی اسکا تذکرہ ہے۔ ۱۔ مثال باب ۸ میں حکمت کو ازراہ استعارہ ایک شخص کر کے خطا کیا ہے۔ حکمت کہتی ہے جو وقت خدا نے زمین کی نیویں ڈالیں اوس وقت پروردہ کی مانند اوس کے ساتھ تھی (امثال ۸: ۲۹ و ۳۰) خداوند نے حکمت سے زمین کی بنیاد ڈالی اور عقلمندی سے آسمان کو رہتہ کیا۔ امثال ۳: ۱۹ اور دیکھو حکمت سلیمان ۱: ۱۱ و ۱: ۱۸ عیسٰی ۱۱ میں ہے عالم خدا کی کلام سے بن گئے ۲ بطرس ۱: ۲۱ میں ہے۔ خدا کی کلام سے آسمان مدت سے ہیں۔ جیسا یہاں الہی صفات کلام و حکمت و قدرت کو مجازاً بطور شخص کے بیان کیا۔ اوس دنیا جہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ چونکہ حکمت وغیرہ صفات ایسی ہیں مجازاً اذن کو خستہ کیا۔ پس یہ کہنا کہ کلام خدا سے جدا حقیقی شخص یا اقنوم ہے غلط ہے۔ کیونکہ جس طرح کہہ سکتے ہیں خدا محبت ہے۔ یا خدا نور ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ خدا حکمت یا کلام ہے۔ آیت ۳ میں جو لکھا ہے سب چیزیں اوس سے موجود ہوئیں۔ اور کوئی چیز نہ موجود نہ ہوئی۔ جو بغیر اس کے ہوئی۔ اوسکا مرجع نہ صرف کلام بلکہ خدا بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آیت ۳ میں بھی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ خدا اسم قریب ترین ہے۔ آیت ۱۱۔ اور لوگس کلام مجسم ہوا (O P S E Y E V O T O) گوشت یا جسم بنا درست لفظی ترجمہ ہے۔ اوسکا مدعا بجز اسکے کہ لوگس کا جسم مسیح میں ظہور ہوا۔ یعنی مسیح مظهر لوگس الہی ہے۔ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اب یہاں اگر لوگس کے معنی قدرت یا حکمت کے ہوں۔ تو وہ مقدس پولوس کے اس کلام کے ہم معنی ہوگا۔ مسیح خدا کی قدرت اور حکمت ہے۔ اقر ۱: ۳ اور فضل اور راستی سے بہرہ ور ہو کر ہمارے درمیان رہا۔ اور ہم نے اسکا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جمال مسیح کی تعریف ہے جس سے اسکی الہیت نہ کہ

منبذ (۱۱) سیرایزوم جلد ۱۲ و ازوم

عیسائیوں کی آئی جگہ مقدس بر اسلامی رائے

۳۲۵

نمبر جلد ۱۶

نمبر جلد ۱۶

الوہیت کا اظہار ہوتا ہے۔ مسیح ہمارے سچ خدا کا ظہور ہو کر رہا۔ اور جس طرح اسرائیل کے لئے خیمہ یا عہد کا صندوق خدا کی حضوری تھی۔ زبور ۶۸/۶۹ ہمارے لئے مسیح خدا کا خیمہ اور اسکی حضوری اور اُسکا ظہور ہے۔ کیونکہ وہ عمارتِ ایل خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تم خدا کی سبیل ہو۔ اور خدا کی روح تم میں رہتی ہے۔ دافر ۳/۱۶ کتنا زیادہ مسیح خدا کی سبیل ہے (یوحنا ۱/۱۶) خدا اوس میں بستا ہے۔ یقیناً وہ خدا کا خیمہ آدمیوں کے ساتھ ہے۔“

از انجیل جو تھا مقام یوحنا ۸ باب ۵۸۔ آیت ہے جس میں مسیح کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ بیشتر اس سے کہ ابراہام ہو میں ہوں، بلکہ ڈیوڈ بھی آسمان پر چہ ۲۵۔ مٹی کی فہرست میں نقل کیا ہے۔ اور اس سے حضرت مسیح کا ازلی ہونا نکالا ہے۔ اہل اسلام اس قول کو حضرت عیسیٰ کا قول تسلیم کریں تو اُس کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک مخلوق (مثلاً حضرت ابراہیم کی نسبت یا تمام مخلوقات کی نسبت مسیح کا مقدم ہونا اُن کو ازلی نہیں بناتا۔ چنانچہ مولف رسالہ مسیح ابن اللہ نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۸۲ و ۸۳۔ میں کہا ہے۔ کہ مسیح کا تمام مخلوقات سے پہلے ہونا اسکی الوہیت کو ثابت نہیں کرتا۔ یہ تقدم (پہلے ہونا) ایسا ہے۔ جیسا آنحضرت صلعم نے اپنی نسبت فرمایا ہے۔ کہ میں اسوقت سے ہی ہوں۔ جبکہ آدم پہنوز اپنے خیمہ گل میں تھا۔ اسکا روح جسم سے متعلق نہ ہوا تھا۔ جبکہ معنی یہ ہیں کہ میں پیدائش آدم سے پہلے نبیوں میں لکھا گیا تھا۔ ایسے ہی اس قول مسیح کے معنی ہو سکتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم سے پہلے وہ خدا کے علم و ارادہ میں موجود تھی۔ مولف رسالہ مسیح ابن اللہ نے چونکہ اس امر کو مانتا تھا۔ لہذا اس قول مسیح سے الوہیت مسیح ثابت کرنے کے لئے نہ مسیح کے تقدم سے بلکہ مسیح کے اس لفظ سے کہ میں ہوں استدلال کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ میں لفظ میں صرف ہستی کا ذکر ہے۔ نہ اسکے شروع کا ذکر ہے۔ نہ انجام کا۔ لہذا یہ لفظ

کلام حکمت
اس میں بھی
کے خطاب
ت پروردہ
بنیاد ڈالی
و ۱۸
خدا کی
رت
ت وغیرہ
شخص
ہے۔ ایسی
سب
کے
ابتدا
بسم ہوا
اوسکا
پہیں
س
۱۱
ک

مسیح کے ازلی ابدی ہونے کی خبر دیتا ہے۔ اور یہ وہی لفظ ہے جو خدائے قادر مطلق نے اپنے حق میں موسیٰ اور اسرائیلیوں کے خطاب میں کہا تھا۔ کہ میں وہ ہوں جو ہوں اور کوہ ہوریب کی جلنے والی جھاڑی میں کہا تھا۔ کہ میں ہوں۔ اسکا جواب انہیں کے بہائی مسٹر کبیر مسیح نے رسالہ تنقیح میں دیا ہے۔ کہ گو لفظ وہی ہے۔ مگر چونکہ اسکا تشکلم ایک مخلوق اور حادث ذات ہے۔ لہذا اس کے معنی وہ نہیں ہیں جو خدا تعالیٰ کے (جو قدیم اور قائم بالذات ہے) لفظ مذکور کے ہیں۔

پھر اس وجوہ سے کونٹ یونانی اور ریل سے ثابت کر دیا ہے۔ چنانچہ رسالہ تنقیح کے صفحہ ۲۴ میں کہا ہے۔ اس بحث کا پہلا ایک عظیم غلطی پر مبنی ہے نہ تو مسیح نے کوئی ایسا لفظ استعمال کیا۔ جو اس کی ہستی کی ازلیت و ابدیت پر دلالت کرے۔ نہ اس نے آپ کو میں ہوں جو میں ہوں کہا۔ جو کچھ تاویل یونیورسٹی میں کرتے ہیں۔ اسی کو عقل سلیم قبول کرتی ہے۔ کسی طرح اس قول سے اس سے زیادہ نہیں ثابت ہوسکتا کہ۔ مسیح اپنی پیدائش جسمانی سے بہت پہلے بھی موجود تھا۔ ہاں وہ ابراہام سے پہلے تھا یا یوں کہو کہ وہ تمام خلقت کا پہلو ٹا ہے۔ مگر اس سے تو ازلیت یا الوہیت نہیں ثابت ہوسکتی۔ اسکا تو آپ کو یہی اقرار ہے کہ۔ مسیح کا تمام مخلوقات سے پہلے ہونا اس کی الوہیت کو ثابت نہیں کرتا۔ (مسیح ابن اللہ ۸۲ و ۸۳)۔

یہ اعتراض کہ جو لفظ ابراہام کی ہستی کے ساتھ کہا وہی مسیح نے اپنی ہستی کے ساتھ کیوں نہ کہا۔ بہت بیک ہے۔ ابراہام کی ہستی زمانہ ماضی میں محدود ہو چکی تھی۔ مسیح کی ہستی زمانہ ماضی سے لے کر زمانہ حال تک جاری تھی۔ اور ان دو مختلف صورتوں کا ایک ہی ماضی سے اظہار کرنا کیا ضرور تھا۔ اسلئے مسیح نے ابراہام کے لئے ماضی اور محاورہ یونانی کے مطابق اپنے لئے دوسرا موضوع لفظ استعمال کیا۔ ڈاکٹر وینٹ نے انجیل کی مستند گرامر (ص ۱۲۸) لکھی ہے۔ اس آیت کی نسبت لکھتا ہے۔ بعض

اوقات صیغہ حال میں ماضی شامل کیا جاتا ہے۔ مثلاً جب ایک فعل ایسی حالت کو ظاہر کرتا ہے جو کسی قبل کے زمانہ میں شروع ہوئی۔ مگر اب تک جاری ہے۔ یعنی وہ اس حالت کے کل دوران پر حاوی ہوتا ہے۔

اس صورت کی مثال میں یہی آیت پیش کی گئی ہے۔ جس لفظ کا ترجمہ میں ہوں ہے۔ وہ (ما ملنا عکھ لانی) ہے یہ لفظ اور مقامات میں آیا ہے۔ چنانچہ یسوع نے اس سے کہا۔ اسے فیلبوس میں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں (ما ملنا عکھ لانی) اور تو نے مجھے نہ جانا دیو جانا (۱۱)

یہاں ہوں رہتا آیا ہوں کے معنی ادا کرتا ہے۔ جس میں مستی کا آغاز ہمیشہ مفہوم ہے اور ماضی اور حال کے غیر منقطع علاقہ کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح ہم آیت متنازعہ کے معنی بھی یہی کرتے ہیں۔ ابراہام کے پیدائش کے قبل میں رہتا آیا ہوں۔ ضرور وہاں بھی آغاز ہی مفہوم اور بلزوم ہے۔

میں تعجب کرتا ہوں کہ صیغہ حال میں ہونے کے ادب اس قدر کیوں زور دیا جاتا ہے جبکہ یونانی میں حال اکثر بجائے ماضی کے بھی مستعمل ہوا کرتا ہے۔ انجیل میں درخصوصاً یوحنا کی انجیل میں تو ایسی بہت مثالیں ہیں۔ (دیکھو یونانی یوحنا ۱۳ و ۱۵ و ۱۷ و ۱۹ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ و ۳۱ و ۳۲ و ۳۳ و ۳۴ و ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ و ۳۸ و ۳۹ و ۴۰ و ۴۱ و ۴۲ و ۴۳ و ۴۴ و ۴۵ و ۴۶ و ۴۷ و ۴۸ و ۴۹ و ۵۰ و ۵۱ و ۵۲ و ۵۳ و ۵۴ و ۵۵ و ۵۶ و ۵۷ و ۵۸ و ۵۹ و ۶۰ و ۶۱ و ۶۲ و ۶۳ و ۶۴ و ۶۵ و ۶۶ و ۶۷ و ۶۸ و ۶۹ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۲ و ۷۳ و ۷۴ و ۷۵ و ۷۶ و ۷۷ و ۷۸ و ۷۹ و ۸۰ و ۸۱ و ۸۲ و ۸۳ و ۸۴ و ۸۵ و ۸۶ و ۸۷ و ۸۸ و ۸۹ و ۹۰ و ۹۱ و ۹۲ و ۹۳ و ۹۴ و ۹۵ و ۹۶ و ۹۷ و ۹۸ و ۹۹ و ۱۰۰)

یہ ترجمہ بھی پیشتر اس سے کہ ابراہام پیدا ہوا میں تھا۔ بہت درست صحیح ہے جبکہ بہت سے مستند علماء تلمیذی نے بھی قبول کیا ہے۔ افسوس کہ اس میں ہوں یا میں تھا کو ہوریب والا۔ میں وہ ہوں جو میں ہوں۔ ناکافی کے ساتھ بنایا جاتا ہے تاکہ مسیح کو یوواہ قدوس کہا جاوے۔ ذرا مان لو کہ دراصل مسیح کی مراد میں ہوں سے یوواہ تھی۔ اور دیکھو کہ مسیح کا قول کیسا مہمل اور بے معنی ہو جاتا ہے۔ پیشتر اس سے کہ ابراہام تھا۔ میں ہوں۔ بنجاویگا۔ پیشتر اس سے کہ ابراہام تھا۔ یوواہ

یعنی بجائے مسیح کے ابراہام ہیرواہ ہو جاتا ہے۔ میں ہوں کا استعمال تو بہت عام ہے۔ اگر اوسکو ہیرواہ کا مترادف سمجھنے لگیں۔ تو بڑی قباحت ہوگی۔ اسی باب کی آیت ۳۴ میں فرماتے ہیں۔ اگر تم ایمان نہیں لاتے کہ میں ہی ہوں تو تم اپنے گناہوں میں مرو گے۔ آیت ۲۸۔ جب تم ابن آدم کو اونچے پر چڑھاؤ گے۔ تب تم جانو گے کہ میں ہوں۔ اور اس میں ہوں کے ساتھ مسیح ہیرواہ ہونے کا نہیں بلکہ اپنی عبودیت کا یوں اقرار کرتے ہیں۔ میں آپ سے کچھ نہیں کرتا۔ مگر جو آپ نے مجھے سکھایا۔ اور دیکھو اوس نے اونہیں کہا۔ میں ہوں ڈرو مت۔ (یوحنا ۱۰ اور ۱۸) میں ہوں۔ اگر ہیرواہ کا نام ہے۔ تو افسوس کہ اس جنم کے اندھے نے جسے مسیح نے چمکا کیا۔ بہت ہی خطرناک کلمہ اپنی زبان سے نکالا جب اوس نے ان لوگوں کے جواب میں جو اوس کی صحت تشخیص پر شک کرتے تھے کہا۔ میں ہوں (یوحنا ۱۰) ہاں اگر میں ہوں۔ ہیرواہ کا خطاب ہے تو جھوٹے مسیح جنکی نسبت ہمارے خداوند نے فرمایا کہ وہ کہیں گے۔ میں ہوں۔ (مرقس ۱۳ و لوقا ۱۱) دعویٰ الوہیت کریں گے۔

یہ کہ اس آیت میں نہ تو مسیح نے اپنی ازلی وابدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نہ آپ کو بوریب والا میں ہوں۔ جو میں ہوں بنایا۔ خود علما و تہلیثی کی شہادت سے ثابت ہے۔ پادری پیٹر ڈیلو ڈسن صاحب اپنے رسالہ

Opinions Concerning Christ باب ۳

فصل ۲۔ دفعہ ۲ میں کہتے ہیں۔ کہ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہے۔ کہ اس قول کے معنی یہ ہیں کہ۔ مسیح میں ہوں۔ تھا۔ مگر بعض تہلیثی مفسرین ان الفاظ کے معنی کو اس حد تک کھینچ لیجالتے بر رخصی نہیں ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ انکا مفہوم گویا یہی ہے کہ پیشتر اسکے کا ابراہام تھا۔ میں تھا۔ یہ تو بہر حال ثابت ہو گیا کہ مسیح نے نزولیت

ت عام
باب
اپنے
پہنچ جانو
نی عبودیت
اور
میں
ح نے
کے
۹/۹
عبادت
بیت

کا دعویٰ کیا اور نہ آپ کو یہی واہ کہا۔ اب ہم دکھلاتے ہیں کہ اس نے برخلاف اسکے
اپنی اسی تقریر میں اسی باب میں اپنی انسانیّت کا بہت صاف اقرار کیا۔ وہ اُن یہودیوں
سے کہتا ہے۔ تم مجھے قتل کیا چاہتے ہو۔ جو ایسا شخص (آدمی) ہے کہ حق بات جو
میں نے خدا سے سنی تمہیں کہی۔ (یوحنا ۸: ۴۴)۔ مگر چونکہ یہ لکھا ہے۔ کہ جب یسوع
نے اُنے کہا۔ پتیر اس سے کہ ابراہام ہوا۔ میں ہوں۔ تب اُنہوں نے پتھر اٹھائے
کہ او سے ماریں پر یسوع نے اپنے تئیں پوشیدہ کیا۔ مؤلف مسیح ابن اللہ
کہتا ہے۔ دیکھئے۔ یہودیوں نے ایسے بیان کا اصلی مطلب سمجھا۔ اور وہ دعویٰ اس
ظاہر ہوتا ہے۔ پہچانا۔ مگر اپنے ذاتی تعصب اور غضب سے پتھر اٹھائے کہ۔ او سے
ماریں۔ دھاشیدہ (کیا ہم ان دشمن یہودیوں کے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ہمارے
خداوند پر پتھر اٹھا کر ہکوا اس کی الوہیت کا ثبوت دیا۔ ہمارے مخاطب سمجھتے ہیں
کہ یہودی مسیح کو مارنے کا قصد ہمیشہ اسکی دعویٰ الوہیت ہی کو سنکر کیا کرتے ہیں۔ مگر
یہ غلط ہے۔

یہودیوں نے مسیح سے سخارت اور غصہ سے پوچھا تھا۔ کیا تو ہمارے باپ ابراہام
سے بزرگتر ہے۔ (آیت ۵۲) وہ ناصرت کے بنی کو ابراہام سے بزرگ ماننا ہرگز نہیں
چاہتے تھے وہ جلتے تھے رشک کہا تے تھے۔ اُنکے نزدیک ابراہام سب سے بزرگ
تھا۔ اُن کو صرف یہ سنا کہ مسیح ابراہام سے بزرگ تر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مسیح
کو سنکر کرنے کے لئے کافی سے زیادہ تھا۔ وہ ایسے تعصب میں غرق تھے کہ مسیح
نے اسوقت اُنکے درمیان زیادہ کلام کرنا مناسب نہ جانا۔ مسیح کی ایام میں ایسا کئی
مرتبہ ظہور میں آیا۔ جب ناصرت کے عبادت خانہ میں مسیح نے وعظ کیا۔ تو یہودی
اوس کی باتوں کو سنتے ہی غصہ سے بھر گئے۔ اور او سے پہاڑی کی چوٹی پر لے چلے
کہ او سے سر کے بل گراویں۔ (لوقا ۲۹: ۱۱) جب مسیح نے بہت کے روز ایک

ہے
سے
۳
قول
نعتے
بایبی
ریت

مفلوج کو چنگا کیا۔ تو یہودیوں نے یسوع کو ستیا یا ادراس کے قتل کی گہات میں کیونکہ اوس نے یہ کام سبت کے روز کیا۔ (یوحنا ۸) یہودی اس بات سے انان تھے۔ کہ خلقت مسیح کے پیچھے ہوئی جاتی ہے۔ وہ کہتے تھے۔ ہم کیا کریں کہ یہ مرد معجزہ دکھاتا ہے۔ اگر ہم اسے یوں ہی چھوڑیں تو سب اسپر ایمان لاوینگے۔ بہتر ایک آدمی قوم کے بدلے مرے۔ نہ کہ ساری قوم ہلاک ہو۔ (یوحنا ۸ و ۹)

اونگتے کو ٹہیلے کا بہانا اداں کے پتھر اوٹھانے یا قتل کرنے کے منصوبوں کے۔ پھر جلائی حضرت داؤد کا قول مسیح کے حق میں پورا ہو چکا۔ انہوں نے کیسٹکی باتوں سے مجھ کو گھیر لیا۔ وہ بے سبب مجھ سے لڑتے ہیں۔ اور دیکھو صفحہ ۴۳، رسالہ ۲ کے صفحہ ۴۳ میں جہشہ اکبر مسیح نے کہا ہے اسکا خلاصہ کہیو دیوں نرسیح کی کلام کے معنی سمجھ کر انکو مدعی الوہیت نہیں جانا تھا۔ بلکہ پتھر اٹھانے کے لئے انہوں نے ایک بنا لیا تھا کہ یہ مدعی الوہیت ہے۔

اڑانچلہ پانچواں مقام یوحنا ۱۱ ہے جس کا یہ بیان ہے اور۔
 باپ اب تو مجھے اپنے ساتھ اس جلال سے جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا۔ بزرگی دے جسکو ڈپٹی آتم نے فرست ۲۵۔ مسی میں نقل کیا۔ اور اسکے اس لفظ سے کہ "دنیا سے پیشتر جلال رکھتا تھا۔ مسیح کی ازلیت نکالی ہے۔
 گرتے ڈپٹی اٹھسہ کی صفت غلط فہمی ہے۔ صرف دنیا سے پیشتر ہونا ازلیت نہیں کرتا۔ ازلیت وہ ہے جسکی کوئی ابتدا نہ ہو۔ جو اس مقام منفقو و ہے۔ بلکہ اس آیت کے مابعد کی آیات ثابت کر رہی ہیں کہ یہ جلال اور جو کچھ مسیح کو دیا گیا ہے۔ خدا کا طرف سے دیا گیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو چیز کچی و بجاتی ہے وہ حادث ہوتی ہے اور غیر ذاتی نہ قدیم و ازلی۔ اس آیت کے بعد آیت ۶ وغیرہ میں یوں کھا ہے

ت میں لگے
تھی اور دنیا کا
کہ یہ مرد بہت
بہتر ہے کہ
پس
کے بھلی
نکی باتوں
ساکہ نتیج
کے صحیح
ایک بہانہ

اور لے
ر تیرے
کیا ہے
ہے
نت ثابت
آیت
خدا کی
ہے
ہے

(۶) میں نے تیرے نام کو ان آدمیوں پر جنہیں تو نے دنیا میں سے مجھے دیا۔ ظاہر
کیا ہے۔ وہ تیرے تھے اور تو نے انہیں مجھے دیا ہے۔ (۷) اور انہوں نے تیری
کلام پر عمل کیا ہے۔ اب انہوں نے جانا ہے کہ سب چیزیں جو تو نے مجھے میں تیری
طرف سے ہیں۔ (۸) اور سب میری تیری ہیں۔ اور تیری میری ہیں۔ اور میں ان سے
بزرگی پاتا ہوں (۹) میں دنیا میں آگے نہ ہونگا پر وہ دنیا میں ہیں۔ اور میں تجھ
پاس آتا ہوں اسے قدوس باپ اپنے ہی نام سے اور انہیں جنہیں تو نے مجھے بخشا ظلت
سے رکھ تاکہ وہ ہماری طرح ایک ہو جائیں (۱۰) جب تاکہ میں ان کے ساتھ دنیا
میں تمنا تک میں تیرے نام سے انکی حفاظت کی۔ بلکہ جنہیں مجھے دیا ہے میں انکے
نگہبانی کی۔ اور کوئی ان میں سے سوائے ہلاکت کے فزغہ کے ہلاک نہیں ہوا۔ تاکہ تو شتر
پورا ہوا۔ (۱۱) جس طرح تو نے مجھے دنیا میں بھیجا میں نے بھی انہیں دنیا میں بھیجا ہے
(۱۲) اور انکے واسطے میں اپنی تصدیق کرتا ہوں تاکہ وہ مجھے سچائی سے مقدس ہزن
(۱۳) میں صرف انہیں کے لئے نہیں بلکہ انکے لئے بھی جو انکی کلام سے مجھ پر ایمان لاؤنگے
عرض کرتا ہوں (۱۴) تاکہ وہ سب ایک ہوویں جیسا کہ تو اسے باپ مجھ میں اور میں
تجھ میں کہ وہ بھی ہم میں ایک ہوں۔ تاکہ دنیا ایمان لاوے کہ تو نے مجھے بھیجا ہے۔
(۱۵) اور وہ جلال جو تو نے مجھے دیا ہے۔ میں نے انہیں دیا ہے۔ تاکہ وہ سب ایک
ہوں۔ جس طرح سے کہ ہم ایک ہیں۔ (۱۶) میں ان میں اور تو مجھ میں تاکہ وہی ایک ہو
کامل ہوویں۔ اور کہ دنیا جانے کہ تو نے مجھے بھیجا ہے۔ اور جس طرح کہ تو نے مجھے پیار
کیا ہے۔ تو نے انہیں بھی پیار کیا ہے۔ (۱۷) اسے باپ میں چاہتا ہوں کہ وہ
بھی جنہیں تو نے مجھے بخشا ہے۔ جہاں میں ہوں میرے ساتھ ہوویں تاکہ وہ میرے
جلال کو جو تو نے مجھے بخشا ہے۔ دیکھیں کیونکہ تو نے مجھے دنیا کی پیدائش سے آگے پیار
کیا ہے۔ ان آیات میں جو صفت مسیح نے اپنے لئے تجویز کی۔ ہے۔ اسکو خدا کی طرف سے

اور ان کی نئی نئی صفت کہا ہے۔ اور اس میں اپنے پیروان کو بھی شامل کر لیا ہے۔ اس صفت کوئی بیان نہیں ہوئی جو ازلی ہو۔ اور مسیح کے ذاتی جسمیں کوئی اور مخلوق مسیح کا شریک نہ اڑا جگہ چھٹا مقام پوچھا $\frac{1}{10.3}$ جسمیں یہ بیان ہے سب چیزیں اس سے موجود ہوئیں۔ کوئی چیز موجود نہ تھی جو بغیر اسکے ہوئی۔ وہ جہاں میں تھا۔ اور جہاں اسی سے موجود ہوا۔ اور جہاں نے اسے نہ جانا۔

اور ساتواں مقام عبرانی $\frac{1}{10.3}$ ہے جسمیں یہ بیان ہے۔ آخری دنوں تم سے بیٹے کے وسیلے سے۔ بولا جس نے اوس کو ساری چیزوں کا وادہ ٹھہرایا۔ اور جس کے وسیلے سے اُس نے عالم بنائی وہ اسکے جلال کی رونق ہے۔ اور اسکو ماہیت کا نقشہ ہونے کے سب کچھ اپنی ہی قدرت کی کلام سے سینھال لیتا ہے۔

اور آٹھواں مقام تلسی $\frac{1}{14.14.15}$ ہے جسمیں یہ بیان ہے کہ ان دیکھے خدا کی صورت ہے۔ وہ ساری خلقت کا پلوٹھا۔ ۱۴۔ کیونکہ اسی سے ساری چیزیں جو آسمان اور زمین پر ہیں اور دیکھی اور ان دیکھی کیا تخت کیا حکومتیں کیا ریاستیں کیا مختاریاں پیدا کی گئی ہیں۔ ساری چیزیں اوس سے اور اس کے پیدا ہوئیں۔ اور وہ سب کے آگے ہے۔ اور اوس سے ساری چیزیں بحال رہتی ہیں۔

اور نواں مقام انسی $\frac{1}{25}$ ہے۔ جس میں یہ بیان ہے۔ کہ خدا نے سب کچھ یسوع مسیح سے پیدا کیا۔

ان چار مقاموں کو ڈیٹی عبد اللہ آتم نے پرچہ ۲۵۔ مئی ۱۹۳۳ء کی فہرست میں نقل کیا ہے۔ اور ان سے مسیح کا خالق مخلوقات اور محافظ کل ہستی ہونا نکالا ہے۔ مگر ان مقامات سے مسیح کی خالق اور محافظ ہستی ہونا نکالنا عبد اللہ آتم ہی کا کام ہے جو پیرائے سال کے سبب مختل الحواس ہو رہا ہے۔

ہے۔ ایسی
 کا شریک نہ ہو
 چیزیں اسی
 اور جہان
 ہے۔ ان
 کا وارث
 اور انکی
 ہے جو
 سے
 و متیں
 کے لئے
 ہوں
 دبانے
 کی
 مانگنا
 ہی کا

ان مقامات سے توحیح کے خالق ہونے کی نفی نکلتی ہے۔ نہ اشبات
 پہلے مقام (یوحنا ۳ و ۱۰) میں اولاً آیت میں گوجھا کہا گیا ہے۔ کہ اس سے سب چیزیں
 موجود ہوئیں۔ مگر اخیر آیت میں صاف تصریح سے کہا گیا کہ وہ جہان میں یعنی مخلوقات
 میں تھا۔ اور وہ منجملہ مخلوقات جہان ایک مخلوق تھا۔ مگر ایسا مخلوق کہ اور مخلوقات کا مبداء
 تھا۔ کیونکہ اور جہان اسی سے ہوا۔ یعنی اسکے بعد سلسلہ مخلوقات اسی سے چلا جسکو مصنف
 کتاب مذکور پوچھنے اپنے مکاشفات ۳۱۳ میں یوں تشریح کر کے ادا کیا کہ وہ خدا کی خلقت
 کا مبداء ہے۔ اور تیسرے اور چوتھے مقام (فلسی ۱۵ و افسی ۹) میں
 اسکو صاف اور تیسرے کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ خلقت کا پہلو ٹا ہے۔ اور خدا نے مسیح
 سے سب کچھ پیدا کیا۔

پھر ڈبٹی عبدالہم آتم کا ان مقامات سے مسیح کی خالقیت کا ان مختل الحواہی نہیں تو
 اور کیا ہے حضرت مسیح کی نسبت عیسائیوں کا یہ دعوے کہ وہ مبداء خلق ہیں۔ ایسا ہے
 جیسا بعض اہل اسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسبت کہا ہے۔ کہ سب سے
 پہلے آپ ہی کا نور خدا نے پیدا کیا تھا۔ پھر اسی سے سارا جہان پیدا ہوا۔ جس سے
 کوئی شخص آنحضرت صلعم کا خالق ہونا نہیں نکال سکتا۔ پھر ایسے ہی دعوے سے جو مسیح
 کی نسبت ہوا ہے اسکا خالق ہونا کیونکر نکالا جاسکتا ہے۔

اس تیسرے مقام میں جو مسیح کی نسبت پھر دعوے کیا گیا ہے۔ کہ
 ساری چیزیں اسی کے لئے پیدا ہوئیں۔ ایسا ہی دعوے بعض اہل اسلام نے آنحضرت
 کی نسبت کیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ **لَوْلَا كَلِمَا خَلَقْتُ
 اَفْلَاكًا وَّلَوْلَا كَلِمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا لَئِنْ اَرِيتُمْ كُوْنِي لَآتِيَنَّكُمْ**
 پیدا نہ کرتا تو آسمان اور دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

پس پھر اگر دعوے سے مسیح کی خالقیت ثابت ہوتی ہے۔ تو اسکے پہلے مستحق

آنحضرت صلعم ہیں۔ اس مقام سوم میں جو کہا گیا ہے کہ۔ اسی سے ساری چیزیں بحال رہتی ہیں۔ یہ اس بنا پر دعویٰ کیا گیا ہے کہ مسیح میدروادہ عالم ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب تک کسی مبداء کی فرع باقی ہے۔ گویا وہ چیز باقی ہے۔ مگر اس سے یہ ثابت ہونا نہیں آتا کہ مبداء اس چیز کی علت فاعلی ہے۔ پس اگر مسیح کو مبداء عالم فرض کیا جاوے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عالم کا محافظ و قیوم اور اسکے وجود کی علت فاعلی ہے۔ اس عالم کا محافظ و قیوم و مفیض الوجود تو وہی ذات واجب الوجود ہے جس نے اس عالم اور اسکے مبداء کو پیدا کیا ہے۔

اپر دوسرا مقام عبرانی ۱۲ سو وہ بھی مسیح کے خالق ہونے کی نفی کرتا ہے۔ تا ثبات۔ اس میں بھی صحت تصریح ہے۔ کہ خدا نے مسیح کے وسیلے سے عالم بنائی مسر عبد اللہ اتم نے آٹھ بند کر کے اس مقام سے مسیح کا خالق ہونا نکالا ہے۔ اور لفظ خدا اور لفظ وسیلہ کو اسکی آنکھ لے نہیں دیکھا۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ پیری و صد عیب جنیں گفتہ اندہ

اس مقام دوم میں جو مسیح کو خدا کی ہمت کا نقش کہا گیا ہے۔ اور مقام سوم میں خدا کی اندیکھی صورت۔ اسکو اگرچہ مسیح کی خالقیت سے کوئی تعلق نہیں تاہم دونوں لفظ جوش کے لائق ہیں۔ سوس باب میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ بلکہ صرف سٹر اگبر مسیح کی تحقیق کو پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان الفاظ سے کوئی ناواقف عیسائی یہ نہ سمجھے کہ۔ مسیح کی صورت مرئی خدا کی اصلی صورت تھی۔ اور اس کی ماہیت دانستہ خدا کی ماہیت تھی۔

مسٹر اگبر مسیح رسالہ تنقیح کے صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں مسیح کو خدا نہیں کہا۔ بلکہ اندیکھے خدا کی صورت کہا ہے۔ جب خدا کا جو ہر ذاتی اور اس کی ماہیت اصلی ناویدنی ہے (المط ۶) تو کوئی صورت دیدنی خدا کی شبیہ

نہیں ہو سکتی۔ کس طرح بہلا کوئی دیدنی صورت نا دیدنی خدا کے برابر ہو سکتی ہے۔ ۹
 تم ہی بتلاؤ کیا کبھی کوئی صورت اس شے کے برابر ہو سکتی ہے جسکی وہ صورت ہو
 کیا تم اپنی تصویر کو اپنے برابر سمجھتے ہو۔ پھر کتنی بڑی نافرمانی ہے کہ اندیکھے خدا کی دیکھی
 صورت کو بھی خدا کہیں۔ کیا آپ نے نہیں پڑھا کہ آدم کو خدا نے اپنی صورت پر
 پیدا کیا۔ (پیدا پیلہ) کیا نہیں لکھا ہے کہ مرد خدا کی صورت اور اسکا جلال ہے
 (انقر ۱۱) سب آدمی خدا کی صورت پر پیدا ہوئے (یعقوب ۳) تو کیا مسیح خدا کی
 صورت اور اسکے جلال کی رونق ہونے سے خدا ہو جائے گا۔ خدا کی صورت اور اسکا
 جلال سب ہیں۔ مگر صورت مختلف درجہ کی ہوتی ہے۔ مسیح خدا کی غایت درجہ پاک و
 مقدس صورت ہے۔ اس سے بہتر ہمارے گمان میں ممکن نہیں۔ ہاں وہ خدا کا بہت
 صاف فوٹو گرام ہے۔ اسلئے جس نے اسے دیکھا اس نے خدا کو دیکھا۔ مگر یاد رکھو
 کہ دوسرے خدا کی صورت ہے۔ خدا نہیں ہے۔

پھر صفحہ ۷۷ میں لکھتے ہیں یہ کہنا کہ ایک شخص دوسرے کی صورت میں ہے۔ یہ
 نہیں کہا ہے کہ دو شخص برابر ایک ہے۔ بلکہ مراد ہمیشہ یہی ہوتی ہے۔ بعض خاص
 امور میں ایک دوسرے کی مشابہت ہے۔ کیونکہ دیکھئے نجدینہ ہی الفاظ آیت ۷ میں یوں
 آئی ہے۔ اوس نے خادم کی صورت پکڑی ۱۱

ڈاکٹر وہیلڈ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بہت سے مفسرین سمجھتے ہیں کہ
 خدا کی صورت سے رسول کا مطلب تھا۔ کہ مسیح دراصل وہ حقیقت خدا تھا۔ گو کہ یہ ایک

۱۱ یہ لفظ جو ہیں۔ اور انسان کی شکل بنا۔ اور آدمی کی صورت میں ظاہر

ہو کر آپ کو بہت کیا۔ یہ مسیح کی سچی انانیت کی نفی نہیں کر سکتے۔ بلکہ مراد

اس سے مراد یہ ہے کہ مسیح انسانوں میں ظاہر ہو کر کوئی جلیل القدر بادشاہ

یا کوئی صاحب ثروت و شوکت شخص نہیں تھا۔

حقیقت مسلمہ ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس جگہ اس جملہ کا یہ مطلب نہیں۔ اوشے چار دلیلوں سے یہ امر ثابت کیا ہے اور دلیل دوسرے میں لکھا ہے کہ یہ قول خدا کی صورت سے ماہیت الہی سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس قول سے کہ خادم کی صورت سے خادم کی ماہیت ظاہر ہوتی ہے۔ کچھ زیادہ پائیدار نہیں ہے۔ مسیح دراصل خادم نہ تھا بلکہ اپنی پست حالت میں خادم سا نظر آتا تھا۔ اسی طرح مسیح خدا ہی نہ تھا۔ بلکہ صرف خدا کی صورت تھا۔ اور اپنی جلالی ہستی میں خدا نہیں۔ بلکہ خدا سا نظر آتا تھا۔ کیونکہ خدا کے بعد مسیح کے سوا کسی دوسرے کو یہ درجہ عطا نہیں ہوا۔

یہ مسٹر اکبر مسیح نے عیسائی ہونے کی وجہ سے یہ کہا ہے مسلمانوں کے نزدیک یہ دعویٰ غلط ہے۔ مسلمان بھی اعتقاداً حضرت صلعم کی نسبت رکھتے ہیں۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

یولوس کے تینوں خطوں عبرانی و آرمینی و فلسی کے جواب میں جو کچھ ہم نے یا مسٹر اکبر مسیح کہا ہے وہ ان خطوط کو الہامی فرض کر لینے کی صورت میں جواب ہے۔ اگر ہم ان خطوں کو الہامی ہونا تسلیم نہ کریں تو ہم کو ان جوابات کی جگہ یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ حضرت یولوس نے جو کہا ہے۔ انکی من گھڑت ہے۔ لہذا وہ لائق اعتبار نہیں۔

مسٹر اکبر مسیح تو صرف عبرانیوں کے نام نامہ یولوس کو الہامی نہیں مانتے۔ اور اپنے رسالہ کے حاشیہ صفحہ ۱۰۶ میں لکھتے ہیں۔ مثل مکاشفات کے ہم اس خط کو بھی رسولی تصنیف نہیں سمجھتے بہت سے تشریحی عالم ہمارے ہم خیال ہیں۔ مگر چونکہ یہ خط انجیل میں بھی شامل ہے۔ اور اکثر لوگ اس کو مقدس یولوس کی تحریر سمجھتے ہیں۔ لہذا اس پر بھی بحث کرنا ضروری ہوا۔ اس خط کا مصنف چاہے کوئی ہو۔ مگر وہ مسیح کو خدا نہ مانتا تھا۔

اور ہم پولوس کی کسی کلام یا تحریر کو الہامی نہیں مانتے اور اس پر منجملہ
دلائل عذیدہ آیت یہ دلیل اسی پولوس کے اقوال ذیل پیش کرتے ہیں
آپ اپنے نامہ اول قرنیتوں کے باب ۹ میں فرماتے ہیں۔ ۱۹ باوجودیکہ
میں سب سے آزاد ہوں آپ کو سب کا غلام ٹھہرایا۔ تاکہ میں دیوں کو نفع میں پاؤں
۲۰ میں یہودیوں کے درمیان یہودی سا بناتا کہ میں یہودیوں کو نفع میں پاؤں
شرعیت والوں میں شرعیت والا تاکہ شرعیت والوں کو نفع میں پاؤں (۲۱) اور بے
شرعیت لوگوں میں بے شرعیت سا دہر چند میں خدا کے نزدیک بے شرعیت نہیں ہوا
بلکہ مسیح کی شرعیت کا تابع رہا۔ تاکہ میں بے شرعیت لوگوں کو نفع میں پاؤں (۲۲)
کمزوروں میں کمزور سا بناتا کہ کمزوروں کو نفع میں پاؤں۔ میں سب آدمیوں کی واسطے
سب کچھ بناتا۔ کہ ہر ایک طرح سے کتنوں کو بچاؤں۔ (۲۳) اور میں یہ سب انجیل کے
واسطے کرتا ہوں۔ تاکہ میں تمہارے ساتھ اسمیں شریک ہوں۔ اور آپ نامہ
دوم بنام قرنیتوں کے باب ۱۱ میں فرماتے ہیں۔ ۱۷ جو کچھ میں کہتا ہوں
سو خداوند کے راہ سے نہیں۔ بلکہ بے وقوفی کی راہ سے۔ اور اس استقلال سے جو
فخر کے ساتھ ہوتا ہے کہتا ہوں۔ ۱۸۔ از بسکہ بہت لوگ جسمانی طور پر فخر کرتے ہیں۔
تو میں بھی فخر کرونگا۔ کیونکہ تم بے وقوفوں کی برداشت خوشی سے کرتے ہو۔ اسلئے کہ
آپ عقلمند ہو۔ یہ قول حضرت پولوس کا گویا اس پہلے قول کی شرح ہے۔ اور یہ
بتاتا ہے کہ اون لوگوں کے سامنے جو بے وقوفوں کی بات کی برداشت کرتے ہیں
آپ بے وقوف بن گرتے۔ اب اگر ہم اس کلام ۱۱ کو واقعی اور سچا کلام سمجھیں تو اس سے
ماننا پڑتا ہے۔ کہ جو کچھ پولوس نے کہا ہے وہ بے وقوفی کا کلام ہے۔ الہامی
نہیں ہے۔ اور اگر ہم اس کلام کو واقعی نہ سمجھیں اور پولوس یا ایسی خیال کریں کہ
انہوں نے عقلمند ہو کر اپنے آپ کو بے وقوف ٹھہرایا۔ تو یہ کلام جھوٹا ہوتا ہے۔

پھر ایسے جھوٹے کی کسی بات کا اعتبار ہے۔

اس سے بڑھ کر اور سنو آپ رومیوں کے خط کے باب ۳ میں فرماتے ہیں۔ ۱۷۔ پھر اگر میرے جھوٹ کے سبب خدا کی سچائی اسکے جلال کے لئے ظاہر ہوئی تو مجھ پر کیوں گنہگار کی طرح حکم ہوتا ہے۔

۱۲ اور آپ فلپیوں کے نام خط کے باب اول کے ۱۸۔ آیت میں لکھتے ہیں پس کیا ہے ہر طرح سے مسیح کی خبر دینا جاتی ہے۔ خواہ مکاری سے خواہ سچائی سے۔ یہ اقوال صاف بتاتے ہیں کہ آپ مسیح کے لئے نیک نیتی سے جو جھوٹی بول لیا کرتے ہیں ایسے شخص کی بات کا کیا اعتبار ہے۔ اور کیوں جائز نہیں کہ جو کچھ اپنے مسیح کی تعریف میں کہا ہے اُس میں جھوٹ ہی سے کام لیا ہو الہام کا ہمیں کچھ بھی دخل نہ ہو۔

از انجیل و سوال مقام عبرانی ۱۳ ہے جس میں یہ بیان ہے کہ۔ یسوع مسیح کل اور آج اور ابد تک یکساں ہے جب کو پوچھی عبد اللہ اتھم نے فہرست پر پ ۲۵ مئی میں نقل کیا ہے۔ اور اسکے ساتھ عبرانی ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ اور زبور ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ کا حوالہ دیا ہے اور اس سے یہ نکالا ہے کہ مسیح کی ذات لا تبدیل ہے۔ مگر اے حضرات ناظرین یہ پولوس کا خط بنام عبرانیاں ہے۔ جس کا حال بھی مذکور ہوا۔ ولہذا اسکی نسبت کوئی خاص سلامی رائے ظاہر کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ تاہم عیسائیوں کے پاس خاطر سے اسکی نسبت رائے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اس سے مسیح کی ذات کا لا تبدیل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ انکے دین اور نیک۔ اخلاق اور ہدایت کا جسکو روحانی بادشاہی کہا گیا ہے۔ کیونکہ عبرانی ۸ و ۹ میں جب اس خط عبرانی ۱۳ کی تفصیل کا حوالہ دیا گیا ہے۔ الہی بادشاہی کا ذکر ہے۔ نہ ذات مسیح کا اس کی عبارت یہ ہے ۸۔ مگر بیٹے کی بابت کہتا ہے کہ۔ اسے خدا تیرا تخت ابد تک ہے۔ رستی کا عصا تیری بادشاہت کا عصا ہے۔ ۹۔ تو نے رستی سے الفت اور بدی سے عداوت رکھی۔ اسی سبب سے اسے خدا تیرے خدا نے

خوشی کے تیل سے تیرے شریکوں کی بہ نسبت تجھے زیادہ مسح کیا۔ ۱۰۔ اور یہ کہ
اے خداوند تو نے ابتدا میں زمین کی نیو ڈالی۔ اور آسمان تیرے ہاتھ کی کارگیری میں
وہ سب نابود ہو جائینگے۔ یہ تو باقی ہے۔ اور وہ سب پوشاک کی مانند پرانے
ہونگے۔ ۱۲۔ اور چادر کی طرح تو انہیں لپیٹے گا۔ اور وہ بدل جائینگے پھر تو وہی ہے۔ اور
تیرے برس جاتے زہینگے۔

ان آیات میں سے آیت ۸ صاف بتاتی ہے کہ مسیح کی بادشاہی اور تخت کو
ہمیشہ رہنے والا کہا ہے۔ نہ اسکی ذات کو لہذا یہ آیت عبداللہ آتم کے دعوے کی دلیل
نہیں ہو سکتی۔ شاید یہاں یہ سوال ہو کہ ان آیات میں مسیح کو خدا کہا گیا ہے۔ اس قول
کا جواب مسٹر اکبر مسیحی نے کافی دیدیا ہے۔ اس مقام میں نقل کر دینا کافی ہے
آپ اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۰۶ میں لکھتے ہیں۔ (عبرانیوں کو خط ۱/۹) اس آیت
کی یونانی متن ذومعنی ہے۔ اور ترجمین میں اختلاف ہے۔ ڈاکٹر ولیم شرلاک
اپنے رسالہ - *Vindication of the Trinity* صفحہ
۲۰۰ میں فرماتے ہیں کہ۔ جملہ زیر بحث میں لفظ خدا اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے۔ اور سنائی
بھی ڈاکٹر امر لسیمس کتاب ہے کہ۔ یہ شبہ ہے کہ ذیل کے ترجموں میں سے
کونسا ترجمہ درست معنی ادا کرتا ہے۔ تیرا تخت اے خدا ابد تک ہے۔ یا خدا ہی تیرا
تخت ہے ابد تک کیونکہ یونانی متن ذومعنی ہے۔ وکلف کا ترجمہ۔ خدا تیرا تخت ہے
ابد تک۔ منڈل کا ترجمہ۔ خدا تیرا سبب ہوگا ابد تک۔ گریسباخ کے متن کا ترجمہ
خدا ہے تیرا تخت ابد تک۔ روزن ملر کتاب ہے بعض اصل کایوں ترجمہ کرتے ہیں۔ خدا
ہے تیرا تخت یعنی تیرے تخت یعنی سلطنت کو خدا ابد تک سبب بنا لیا گیا۔ کیونکہ تخت اس
اکثر از روئے ہتکارہ سلطنت مراد ہوتی ہے۔ اور ایک نئے ہتکارہ سے خدا کو تخت
کہا۔ کیونکہ وہ اس سلطنت کا موجد اور حامی ہے۔ اسی طریق سے نبی بلہم بسا اوقات

خدا کو چٹان اور قلعہ اور اپنی خوشی کہتا ہے۔ یعنی اپنے امن اور خوشی کا موجد۔ یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ عبرانی $\frac{1}{2}$ زبور $\frac{1}{2}$ کا اقتباس ہے۔ اور بقول جہان کالوٹا و دیگر مفسرین زبور ۲۵ یقیناً حضرت سلیمان کی شان میں تسمیہ ہوا تھا۔ اور حضرت سلیمان کی نسبت خدائے پاک کا وعدہ ہوا تھا۔ کہ میں اس کی

سلطنت کو قائم رکھوں گا۔ وہ میرے گہر بناوے گا۔ اور میں اسکا تخت ابد تک پایدار رکھوں گا۔ میں اسکا باپ ہوں گا۔ اور وہ میرا بیٹا ہوگا (تواریخ ۱۱ و ۱۲)

پس آیت تنازعہ کے یہ معنی خدا ہی۔ تیرا تخت ہے ابد تک قرین قیاس ہے۔ قطع نظر اسکے اگر ہم ترجمہ مردہ قبول بھی کر لیں تو بھی ہم نہیں جانتے کہ اس

الوہیت مسیح کیونکہ ثابت ہو سکتی ہے۔ اس زبور میں ابتداء حضرت سلیمان کو خطاب کیا گیا تھا۔ جو کچھ ہمیں لکھا ہے وہ سب حضرت سلیمان کی نسبت ہے۔ جو اسرائیل کے ایک بڑے جلیل القدر بادشاہ اور نبی تھے۔ عبرانیوں کے خط میں وہ آیات اسی زبور سے لئے گئے ہیں۔ اگر واقعی اس زبور میں حضرت سلیمان کو لفظ خدا سے خطاب کیا ہے تو ضرور کسی مجازی واو نے معنی میں کیا ہوگا۔ کیونکہ اس کے ساتھ ہی لکھا ہے

خدا تیرے خدائے بچھے مسح کیا۔ یہ مسح کسی طرح اپنے قادر مطلق خدا کا ہمسر نہیں ہو سکتا جو اسکو مسح کرتا ہے۔ پرانے عہد نامہ میں لفظ خدا مجازی طور پر نبیوں اور دوسرے اسرائیلی بزرگوں کی نسبت استعمال کیا گیا ہے۔ اگر حضرت سلیمان اس لئے

بہ اہل عبرانی الفاظ جنکا ترجمہ خدا ہوتا ہے۔ الوہیم اور ایل ہیں۔ عبرانی بیل ہیں

لفظ الوہیم ۲۵۵۵ دفعہ آیا ہے جہیں سے ۲۲۵- آیات میں اس لفظ کا استعمال

ہوا ہے خدائے دوسروں کے لئے مجازاً ہوا۔ چنانچہ موسیٰ (خروج ۳ و ۱۶)

معمول کی روح دوسروں (۱۲۱۳ و ۲۸) قاضی (خروج ۲۱ و ۲۲) اور

دوسرے بادشاہ اور حاکم بھی (زبور ۱۰۱ و ۱۰۲) مجازاً الوہیم لئے گئے ہیں۔ اس طرح

الوہیم اور ایل

کہ سب سے پہلے اون کو اس طرح خطاب کیا گیا۔ تیرا تخت لے خدا ابد تک ہے۔ خدا نہیں ہو سکتے۔ تو مسیح کیونکر اس لئے خدا ہو سکتے ہیں کہ بعد میں وہی خطاب ان سے منسوب کر دیا گیا۔ اگر محض وہ لفظ خدا مطلقاً الوہیت پر دال ہے۔ تو نہ صرف مسیح بلکہ اون سے پہلے حضرت سلیمان کو بھی خدا ہونا چاہیے۔ دونوں جگہ اس آیت کے ایک ہی معنی ہوں گے۔

مگر ابھی تو اسی میں شک ہے کہ تیرا تخت لے خدا ابد تک ہے۔ درست ترجمہ ہے۔ اس آیت کے کئی ترجمہ کئے گئے ہیں۔ جیسا اوپر دکھلایا گیا۔ بہت سے نامور عبرانی دان کہتے ہیں کہ عبرانی عبارت کا درست ترجمہ یہ ہونا چاہیے۔ تیرا خدا کا یعنی تیرا خدا کا دیا ہوا تخت ابد تک ہے۔ کہ یہی معنی درست ہیں۔ اور بطریق النسب عبرانی عبارت کی ایسی تعبیر کی جاتی ہے۔ ہمارے ریوانیٹ ڈورشن کے مترجمان تسلیم کرتے ہیں وہ زبور ۲۵-۶ کا ترجمہ مرد و جتن میں لکھ کر اس عبارت کا دوسرا ترجمہ شاید پر یہ لکھتے ہیں۔ تیرا تخت خدا کا تخت ہے۔ پس لازم ہوا کہ اصل عبرانی کے موافق عبرانیوں کی خط میں ہی اس اقتباس کو درست طور سے یوں لڑیں۔ تیرا خدا کا دیا ہوا تخت ابد تک ہے۔ کیونکہ یہاں یونانی کے درست معنی صحیح عبرانی پر منحصر ہیں۔ دیکھو اس میں مسیح کو کسی مجازی معنی میں بھی خدا نہیں کہا۔ بلکہ مسیح کو خدا تخت دیتا ہے۔ اس سے عبودیت ظاہر ہوتی ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۰ (۳) لفظ ایل کا بھی مجملہ ۲۲۲ مقامات کے ۱۸ مقامات میں مجازی استعمال ہوا ہے۔ یہ جیسا ۹ میں ہمارے مترجمان نے اس کا ترجمہ خدا کیا ہے۔ مگر جب بعینہ وہی لفظ تیرا خدا نضر بادشاہ وغیرہ کے حق میں آیا دخرائیل ۳۱ و ۳۲) تو اس کا ترجمہ انہوں نے زبردست یا زور آور کر دیا درست طور سے دونوں جگہ ایک ہی ترجمہ کرنا واجب ہے یعنی زبردست حاکم بادشاہ۔

پرو ایونٹ لیسٹر صاحب پرانے عہد نامہ کے ترجمہ میں بھی قبول کرتے ہیں۔

جلد ۱۶

یہ رائے

قبول

تعمیرت

اس کی

ابتدائے

۱۳۷۰

یاسین پڑ

کہ اس کے

خطاب

اسرائیل

تو اسی

خطاب

یہی لکھا ہے

نہیں

اور

نہ اس لئے

۱۳۷۰

۱۳۷۰

۱۳۷۰

۱۳۷۰

کہ الوہیت :-

ہم نے اوپر ثابت کیا کہ۔ اگر بالفرض مسیح کو مصنف خط عبرانیاں مجازی طور سے خدا بھی لکھتا تو بھی مسیح کی الوہیت نہ ثابت ہو سکتی۔ اب دیکھو کہ مسیح کی الوہیت کے خیال کا ان آیات میں پورا ابطال ہو جاتا ہے۔ ذرا ان کلمات کو غور و توجہ سے پڑھو۔ اسی سبب سے خدا تیرے خدانے خوشی کے تیل سے تیرے شریکوں کی پرستش تھے زیادہ مسیح کیا (عبر ۱/۲۵) کیا بزرگ خدا کا بھی کوئی خدا ہو سکتا ہے۔ کیا اوس بزرگ خدا کے شریک ہو سکتے ہیں۔ کیا خدا زیادہ مسیح کیا جا سکتا ہے۔ پھر اگر دراصل مسیح حقیقی خدا ہے تو یہ سب کفر ہو قبول کرنا پڑے گا۔

اگر بالفرض ہم مقام میں مسیح کو مجازی طور سے خدا بھی کہا ہوتا تو بھی کیا وہ اُس کے برابر ہو سکتا۔ جو اسکا (نیرا) خدا ہے۔ اور جو اوس کو اس کے شریکوں سے زیادہ مسیح کرتا ہے۔ مگر عقل نہیں قبول کرتی۔ کہ ایسے مقام میں کسی کو جس کی نسبت خدا تیرے خدا کا مذکور آیا ہو۔ مجازاً بھی خدا کہا ہو۔ مگر یہ کتنے سنجیدہ اور پاکیزہ معنی ہیں کہ خدا قادر باپ ہے جو ہماری نجات کے پیشوا مسیح کا خدا ہے۔ اوسکو اُسکے کل شریکوں سے زیادہ مسیح کیا۔ کیونکہ اگرچہ ہم سب خدا کے وارث اور میراث میں مسیح کے شریک ہیں (روم ۸/۱۶) تاہم خدانے اُسے بہت سرفراز کیا۔ اور اوس کو ایک ایسا نام بخشا جو سب ناموں سے بزرگ ہے۔ (فلپی ۱/۲) تاکہ وہ بہت سے بہائیوں میں پہلو ٹاٹھے۔ (روم ۹/۲۶) از انجیل گیارہواں مقام مکاشفات ۱۳ ہے۔ جس میں یہ بیان ہے اور سارے کلیساؤں کو معلوم ہو گا۔ کہ میں وہی ہوں۔ جو دلوں کو اور گردوں کا

✽ بعض الوہیت کے معتقد اس جملہ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ اے خدا! خدا مگر بالکل الوہیت

ہے۔ کیونکہ کبھی ہی الفاظ (زبور ۱۰۵) میں بھی آئے ہیں۔ اور وہاں ان کا ترجمہ ہی ہوا ہے

خدا نیرا خدا۔ اے کی گنجائش نہیں۔

جانچنے والا ہوں جس کو ڈپٹی عبدالنور انہم نے فہرست ۲۵ میں نقل کیا ہے۔ اور اس سے مسیح کا ہمدان ہونا نکالا ہے۔

مگر ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ کتاب مکاشفات یوحنا۔ عیسائیوں میں اتفاق کے ساتھ الہامی تسلیم نہیں کی گئی۔ لہذا ہم کو ایسی نسبت کوئی نئی اسلامی رائے ظاہر کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ تاہم مزید اہتمام افہام و افہام کے لئے اسکے دوا بطلان کے لئے ایسے معارضات پیش کرتے ہیں۔ جنکو قبول کرنے میں عیسائیوں کو عذر و کلام نہیں ہے۔ اور انکے قبول کرنے سے عیسائیوں کو یہ ماننا پڑے گا کہ اس معتام مکاشفات میں جو مسیح کی نسبت کہا گیا ہے۔ وہ محض دروغ بے فردوغ ہے مرقس ۱۵/۵ وغیرہ ولو قاتلہم وغیرہ میں بیان ہے کہ مسیح کو ایک بیمار عورت نے پیچھے سے آکر چھوا۔ وہ بیماری سے بھی ہو گئی۔ تو مسیح نے گو اسوجہ سے کہ اس میں سے قوت نکل گئی۔ یہ جان لیا کہ اس کو کسی نے چھوا ہے۔ پر یہ نہ جانا کہ کس نے چھوا ہے بنا، علیہ اپنے اور لوگوں سے پوچھا کہ میرے کپڑوں کو کس نے چھوا ہے۔ اس کے شاگردوں نے کہا۔ تو دیکھتا ہے کہ لوگ تجھ پر گئے پڑتے ہیں۔ پھر تو کہتا ہے۔ مجھے کس نے چھوا۔ تب اس نے چاروں طرف نگاہ کی تاکہ اُسے جس نے یہ کام کیا تھا دیکھی۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ وہ چھپتی نہیں تو وہ کاہنتی ہوئی آئی۔ اور قبالی ہو گئی۔

یہ قصہ صاف بتاتا ہے کہ مسیح دلوں اور گردوں کے جاننے والے اور ہمدان نہ تھے۔ ہوتے تو فوراً اس عورت کو جان لیتے۔ اور اس کی بابت کسی سے سوال نہ کرتے۔

مسیح کا اتنا جان لینا کبھی کسی نے چھوا ہے۔ ہمدانی و عیب دانی نہیں بلکہ یہ اپنی ذاتی دائرہ رونی قوت کو جاننا ہے۔ اور اس قوت کے نکل جانے سے کسی

غیر متین شخص کو جسے انکو چھو ا۔ اور انکی قوت کو نکال لیا۔ جان لینا ہے۔ اس عورت کے شفا پانے سے مسیح کی قوت کے نکل جانے سے مفہوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح میں جو بیماریوں کو اچھی کرنے کی قوت تھی۔ وہ معجزانہ اور ذہنی اور قلبی نہ تھی۔ بلکہ کسی اور عملی تھی۔ کیونکہ وہی اور غیبی قوت ظہور تاثیر سے کم نہیں ہوتی۔ یہ قوت عملی اور کسی کی شان ہے کہ جب عامل کثرت سے عمل کرتا ہے۔ تو وہ کم ہو جاتی ہے۔ یا بالکل معدوم ہو جاتی ہے۔

گرنل الکانٹ ہٹیو صوفینسٹ۔ جب ہندوستان میں آئے اور انہوں نے اس عمل کی قوت سے بیماریوں کو اچھا کیا۔ تو ایک مشہور خطلمین نے اپنے رسولی کا علاج ان سے کرانا چاہا۔ تو انہوں نے جواب میں کہا۔ کہ اب میری قوت کثرت عمل سے کم ہو گئی ہے۔ لہذا میں اسکا علاج نہیں کر سکتا۔ یہ بات ان ہی دنوں اخباروں میں چھپ کر شہر ہو گئی تھی۔

عیسائی ان کتابوں کو الہامی اور آسمانی جانتے ہیں۔ تو انکو اس امر کی تسلیم ہے کہ۔ مسیح کی قوت بالکل گئی۔ مسیح کے اس معجزہ سے انکا رکتا اور مسیح کو صورت ایک عامل ماننا پڑے گا۔ ہم اہل اسلام چونکہ ان کتابوں کی ایسی باتوں پر جن کو قرآن اور حدیث نے تصدیق نہیں کیا یقین نہیں رکھتے۔ اور اس یقین سے حدیث کا تصدق و اہل الکتب والا تکذیب و شہرہ کو (جس کی شرح اشاعت اسی جلد ۱۱) میں ہو چکی ہے۔) مانع پاتے ہیں۔ لہذا ہمارا ہی ایمان و یقین ہے۔ کہ حضرت مسیح وہی اور اعجازی طاقت سے اور خدا کے اذن سے بیماریوں کو اچھا کرتے تھے۔ اور اس نکتہ کے مفہوم سے وہ معجزات مسیح سے انکار نہیں کر سکتے۔ عیسائیوں کو وہ انکار لازم ہے یا اسکا کافی جواب دینا ضروری ہے۔

اور مرقس $\frac{1}{5}$ وغیرہ اور لوقا $\frac{2}{4}$ میں ہے کہ ظالموں نے حضرت مسیح کی آنکھ

نکال دی۔ اور انکو یہ معلوم ہوا کہ انکی قوت بالکل معدوم ہو گئی تھی۔

تھے کس نے مارا ہے۔ تو اس موقع پر بھی حضرت مسیح نے کسی کا نام نہ بتایا۔ جس سے صفا
شائبہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مارنے والوں کو نہ جانا۔ جانتے تو ضرور اس موقع پر اون کے
نام بتاتے۔ اور ان ظالموں کو شرمندہ کرتے۔ یہ قصہ بھی صریح دلیل ہے۔ کہ آپ ہمہ دان
و غیب دان نہ تھے۔

اور مرقس ۱۳ میں ہے کہ آپ نے قیامت کے حالات و علامات بیان کیے
صاف فرمایا۔ مگر اوس دن اور اسی گھڑی کی بابت سوائے باپ نہ تو فرشتے جو آسمان پر
ہیں۔ اور زمین کوئی نہیں جانتا۔ پھر یہی نص قطعی ہے کہ آپ ہمہ دان نہ تھے۔

اور انجیل لوقا ۱۷ وغیرہ میں ہے۔ کہ حضرت مسیح نے اپنے شاگردوں کو بلا کر ان
میں سے بارہ کی پیش کیا۔ اور اس کا نام رسول رکھا۔ اور انکے حق میں یہ کلمات فرمائے۔
۲۱) مبارک ہو تم جو خیر ہو کیونکہ خدا کی بادشاہت تمہاری ہے۔ ۲۲) مبارک ہو تم
جو آج بوسہ کے ہو۔ کیونکہ آسودہ ہو گے۔ مبارک ہو تم جو اب روتے ہو۔ کیونکہ ہنسوں گے۔
۲۳) مبارک ہو تم جو اب بن آدم کے لئے لوگ تم سے کینہ رکھیں۔ اور تمہیں خارج
کر دیں۔ اور ملامت کریں۔ اور تمہارا نام برا جانکے نکالیں۔ ۲۴) اس دن تم خوش ہو اور
خوشی سے اچھلو۔ اس لئے کہ دیکھو آسمان پر تمہارا بڑا بدلا ہے۔“

حضرت مسیح ان الفاظ میں شہادت دیتے ہیں کہ۔ وہ بارہ کے بارہ خدا کو مقبول
و مبارک ہوئے۔ اور آسمان نیز انکا اجر لکھا گیا۔ حالانکہ ان بارہ میں سے ایک یہود
اسکریوٹی بھی تھا۔ جو آخر مرتد ہو گیا۔ اور حضرت مسیح کو اُس نے پکڑوایا۔ اور آسمان
کی بادشاہت سے خارج ہوا۔

یہ فعل یہود کا گو آخر حضرت مسیح کو معلوم ہو گیا تھا۔ اور آپ نے اشارۃً بتا بھی

دیا تھا۔ چنانچہ لوقا ۲۲ اور متی ۲۱ و ۲۲ مرقس ۱۴ یوحنا ۱۳ وغیرہ میں
آیا ہے۔ مگر اس انتخاب کے وقت آپ کو اس کا علم نہ ہوا تھا۔ ہوتا تو آپ یہود کو

بشمول بارہ رسولوں کے آسمانی ابر کا تعلق نہ بناتے۔ اور اسکے حق میں یہ شہادت نہ تھی۔ اس شہادت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ خیب دان اور ہمہ دان نہ تھے۔

از انجملہ بارہواں مقام متی ۱۸ ہے جس میں مسیح کا یہ قول منقول ہے کہ جہاں

دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہوں۔ وہاں میں ان کے بیچ ہوں۔ اور متی ۲۸ ہے جس میں یہ قول مسیح کا اپنے شاگردوں کے خطاب میں منقول ہے۔ میں زمانہ کے تمام ہونے تک

برابر رہتا ہے ساتھ ہوں۔ اور یوحنا ۱۸ ہے جس میں متھی ایل کے خطاب میں مسیح کا یہ قول منقول ہے کہ۔ اس سے پہلے کہ فیلیوس نے تجھے بلایا۔ جب تو انجیر کے درخت کے

تلے تھا میں نے تجھے دیکھا۔ اور یوحنا ۱۳ ہے جس میں مسیح کا یہ قول منقول ہے۔ کوئی آسمان پر نہیں گیا۔ سوائے اوس شخص کے جو آسمان پر سے اترتا ہے۔ یعنی ابن آدم جو آسمان پر

ہے۔ ان اقوال اربعہ کو مٹر عبداللہ نے فرست ۲۵ مئی ۱۹۲۳ء میں نقل کیا ہے۔ اور ان کے مسیح کا حاضر و ناظر مکانی وزمانی ہونا لگا ہے۔

مسلمان انکی نسبت یہ کہتے ہیں کہ۔ جو حاضری ناظری ان اقوال اربعہ میں ہوئی۔ وہ

بعض اشخاص اور بعض وقتوں اور جگہوں سے مخصوص محدود ہے۔

پہلے قول کی حاضری ان لوگوں یا جماعت سے مخصوص ہے۔ جو مسیح کے نام سے

اکٹھے ہوں۔ نہ ایسے وسیع جو مسیح کے مسکرون کو بھی شامل ہو۔ دوسرے قول کی حاضری مسیح کے شاگردوں سے مخصوص ہے۔ جو اس قول کے مخاطب ہیں۔ نہ ایسے

وسیع جو بیخبر شاگردوں کے اور عیسائیوں کو بھی شامل ہو۔ تیسرے قول میں صرف ایک شخص متھی ایل کو اسکے آنے سے پہلے مسیح کا دیکھ لینا بیان ہوا ہے۔ نہ یہ کہ مسیح

تمام جہاں یا تمام عیسائیوں کو جن میں وہ عورت بھی شامل تھی۔ جس نے اون کو چھوا اور ان کو اس کا پتہ نہ لگا۔ دیکھ لینا۔ چوتھے قول میں مسیح کا صرف آسمان پر جانا اور

ہونا بیان ہوا ہے۔ نہ زمین کی ہر طرف و جانب و محل و مکان میں۔ اور ایسی حاضری و

ناظری مسیح کو خدا نہیں بنا دیتی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا حاضر و ناظر ہونا ایسا محدود و مخصوص نہیں ہے کہ وہ خاص خاص لوگوں اور خاص خاص ملکوں اور وقتوں میں محدود ہو۔ عیسائیوں کو معلوم نہیں کہ ایسا محدود و مخصوص حاضر و ناظر ہونا آنحضرت صلعم کے امت کے ولیوں اور آپ کے غلاموں میں پایا گیا ہے۔ آنحضرت صلعم کے عالیجناب کا تو کیا ذکر ہے۔ باہمہ آنحضرت کو خدا نہیں مانا گیا۔ تو حضرت مسیح کو ایسی محدود و مخصوص حاضر و ناظری سے کیونکر خدا مانا جاسکتا ہے۔

مسٹر اکبر مسیح کا جواب بھی ایسے قریب قریب ہے۔ وہ اپنے رسالہ کے صفحہ ۶۱ میں لکھتے ہیں: "اگر مسیح کسی طور سے کسی محدود دائرہ میں حاضر و ناظر ہو بھی تو اس سے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ یہاں تو مسیح صرف دنیا کے آخر ہونے تک صرف عیسائیوں کے ساتھ رہنے کا وعدہ کرتا ہے۔ مگر خدا تو ازل سے ابد تک ہر زمان و مکان میں حاضر و ناظر ہے۔ اور رہے گا۔ وہ ہے اور تھا اور آئے والا قادر مطلق ہے"

مگر یاد رکھنا چاہیے کہ اس محدود دائرہ میں بھی مسیح خدا کی طرح حاضر و ناظر نہیں ہے۔ ہاں وہ موجود ہے۔ مگر کن روحانی قواعد و طاقتوں کی بدولت ہم شیک نہیں جان سکتے مگر یہ جانتے ہیں کہ بغیر خدا کی طرح حاضر و ناظر ہونے انسان کی روح کو بھی کچھ اسی قسم کی طاقت حاصل ہو سکتی ہے۔

کیا ہم متعجب نہیں ہوتے جب ہم مقدس پولوس کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ

میں نے تو جسم سے غیر حاضر پر روح سے حاضر ہو کر اسی طرح کہ گویا حاضر ہوں۔ اسپیر

جس نے ایسا کام کیا۔ پھر حکم دیا کہ تم اور میری روح اس شخص کو کلیلی سے خارج کرو (راقر

۵) اگرچہ میں جسم کی نسبت سے دور پر روح کی نسبت سے تمہارے پاس ہوں

یہاں ہماری الجسلس کا قصہ حدیث اور عقائد کی بحثوں میں۔ اور اشاعت

جلد نمبر ۱۱ میں ملاحظہ ہو۔

(تلمسی ۲) اسی طرح حضرت الیشا کی نسبت لکھا ہے۔ کہ جب نغان مبروص چنگا ہو کر اس سے نصرت ہو کر چلا گیا۔ تو بنی کا خادم جیمازی چمپ کر اسکے پیچھے دوڑا گیا۔ اور اور اس سے بنی کے نام سے کچھ تحفہ لینے لئے حاصل لایا۔ مگر جب وہ الیشا کے سامنے آیا۔ اس نے جیمازی سے کہا کہ۔ میرا دل اس وقت جو وقت وہ شخص اپنی گاڑی پر سے اتر کر تیری ملاقات کو پھراتی رہے ساتھ نہ گیا تھا۔ (۲ سلا ۴/۴) اور کل ماجرا جو جیمازی اور نغان کے درمیان گذرا۔ اس طرح بیان کیا۔ گویا بنی اپنے جسم کے ساتھ موجود تھا۔ جو جو روحانی طاقتیں انسان کو دیکھا سکتیں ہیں انکی انتہا کون شہر بنا سکتا ہے۔

جب روح میں ہو کر مسیح کے ایک رسول کو اس قسم کی قدرت حاصل تھی کہ وہ باؤڑ قید نفس منصری کے اپنے شاگردوں کے درمیان جو اس سے دور تھے۔ ایک تم سے موجود ہو سکتا تھا۔ تو کیا تعجب کہ اس سے رسول کا اوتا و خداوند لینے اس جسم کی نئی طاقتوں کی بدولت جو اسکو قبر سے زندہ ہونے پر عطا ہوا تھا۔ اور جبکی عجیب و غریب قوتیں شاگردوں سے بھی شاہدہ کی تھیں۔ دنیا کے آخر ہونے تک ہمیشہ اون کے ساتھ ہو۔ مگر اس سے ہرگز یہ لازم نہیں کہ وہ خدا کی طرح حاضر و ناظر ہو جاوے۔ چنانچہ مشہور و معروف مرومن گیتھلٹ فقیہ کارڈنل برائن کہتا ہے۔ کہ متی ۱۸ ۲۰-۲۸-۲۰ سے مسیح کی نسبت یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے فضل اور امداد کے وسیلہ حاضر ہے جسکے لئے اظہر ہے۔ کہ اوسکی جسمانی حاضری درکار نہیں کیا ہم کو عموماً نہیں معلوم کہ آدمیوں کے درمیان بادشاہ کو اپنی کل سلطنت پر اختیار ہے۔ مگر وہ اس سب پر بذریعہ اپنی حاضری کے قابض نہیں ہوتا۔

ہمارے بہائیوں نے نوشتوں کو مقابلہ نہ کر کے اکثر مسیح کے حق میں ایسی غلطیاں کی ہیں۔ اگر کہیں کوئی الفاظ جو خدا کے حق میں مستعمل ہوتے ہیں۔ کبھی مسیح کے حق میں

یہ وہ عبارت رسالہ تنقیح کی ہے جہاں وعدہ نقل ۱۳۱ رسالہ نہا میں ہوا تھا۔